Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈاکٹر محمد نذیر

1301

سوویت یونین کے تاثرات

# سوویت ازبکستان شاہراہ ترقی پر

1301

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम सोवियत अज़बकिस्तान
शाहराह तरक्की पर

लेखक डा० मोहम्मद नज़ीर

प्रकाशन वर्ष 1980

आगत संख्या 1301

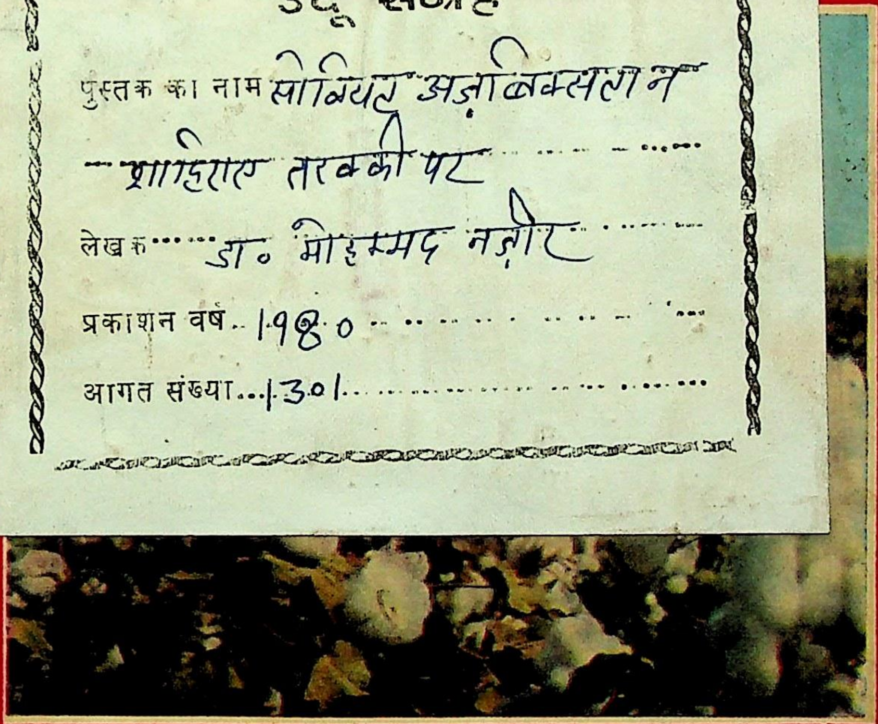

دارالاشاعت ترقی ماسکو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈاکٹر
محمد تدبیر

# سوویت ازبکستان شاہراہ ترقی پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمارے عہد کی خصوصیت معلومات کا تقاضہ ہے۔ لوگ زیادہ سے زیادہ، گہرا اور قابل فہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

کہاں اور کس طرح سوویت یونین کے متعلق ایسی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟

"سوویت یونین کے تاثرات" کے سلسلے کی کتابوں میں جنھیں دارالاشاعت ترقی نے شائع کرنا شروع کیا ہے سوویت یونین کے بارے میں قارئین کو کئی سوالات کے جواب ملیں گے۔ ان کتابوں کے مصنف وہ غیرملکی لوگ ہیں جنھوں نے سوویت یونین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور سوویت عوام کی زندگی سے خود واقفیت حاصل کی ہے۔ ان کتابوں میں پروان چڑھتے ہوئے سوویت معاشرے کے کثیر پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جہاں کمیونزم تعمیر کیا جا رہا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# سوویت یونین کے تاثرات

ڈاکٹر محمد نذیر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1301

ڈاکٹر محمد نذیر

# سوویت ازبکستان شاہراہ ترقی پر

;PD511,330,511,
1301:U

دارالاشاعت ترقی
ماسکو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Мухаммад Назир

СОВЕТСКИЙ УЗБЕКИСТАН
НА ПУТИ ПРОГРЕССА

*На языке урду*

© جملہ حقوق بحق ''دارالاشاعت ترقی،، محفوظ ھیں - ۱۹۸۰ء

سوویت یونین میں شائع شدہ

H $\frac{11301\text{-}002}{016(01)\text{-}80}$ 662-80

0802010203

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# فہرست


| | صفحہ |
|---|---|
| پیش لفظ | ۷ |
| پہلا باب۔ ازبکستان کی تاریخ کے اوراق | ۱۳ |
| زمانۂ قدیم سے لیکر ۱۹ ویں صدی کے آخر تک | ۱۳ |
| روس کے ساتھ ازبکستان کا الحاق | ۱۸ |
| ازبکستان میں انقلابی تحریک کا ابھار | ۲۱ |
| عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب اور خانہ جنگی | ۲۳ |
| ازبکستان میں سوشلسٹ تعمیر کا دور | ۲۶ |
| دوسرا باب۔ عوامی اقتدار | ۳۳ |
| ازبکستان کے اعلی قانون ساز ادارے | ۳۴ |
| رپبلک کی انتظامیہ کے اعلی ادارے | ۳۷ |
| خود اختیار رپبلک میں ریاستی اقتدار کے اعلی ادارے | ۳۸ |
| رپبلک میں ریاستی اقتدار کے مقامی ادارے | ۳۹ |
| انصاف اور عدلیہ | ۴۰ |
| تیسرا باب۔ دستکاری سے پیچیدہ مشین‌سازی تک عبور | ۴۳ |
| اکتوبر انقلاب سے قبل ازبکستان میں صنعت کا حال | ۴۳ |
| اکتوبر انقلاب کے بعد صنعتی ترقی کا دور | ۴۵ |
| ازبکستان میں صنعتی اداروں کا انتظام | ۵۰ |
| تاشقند بجلی گھر | ۵۲ |
| تاشقند زرعی مشینوں کا کارخانہ | ۵۹ |
| تاشقند ٹیکسٹائل مل | ۶۵ |
| چوتھا باب۔ زمین اور کسان | ۷۶ |
| اکتوبر انقلاب سے قبل ازبکستان کی زراعت | ۷[illegible] |


1301;U



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri


سوویت اقتدار کے دور میں زرعی ترقی . . . . . . . . . ۷۷
ریاستی اور اجتماعی فارم . . . . . . . . . . ۸۱
نورسراد کا گاؤں . . . . . . . . . . . . . ۸۳
''پیتوەنیک،، — ایک ریاستی فارم . . . . . . . . . ۹۹
ازبک زرعی ماہرین . . . . . . . . . . . . . ۱۱۳

پانچواں باب - سو فیصد خواندہ لوگوں کا خطہ . . . . . . . ۱۲۰
سابقہ اور موجودہ صورت حال . . . . . . . . . . ۱۲۰
ایک اردو اسکول . . . . . . . . . . . . . . ۱۲۵
فنی تربیت . . . . . . . . . . . . . . . . ۱۲۸
ایک اعلی تعلیمی ادارہ . . . . . . . . . . . . ۱۳۰

چھٹا باب - صحت اور صفائی . . . . . . . . . . . ۱۳۵
حفظان صحت کے انتظامات . . . . . . . . . . . ۱۳۵
کچھ ذاتی مشاہدات . . . . . . . . . . . . . ۱۳۸
آنکھوں کا ہسپتال . . . . . . . . . . . . . ۱۴۰
بچوں کی نگہداشت . . . . . . . . . . . . . ۱۴۳
ماحول کے بارے میں کچھ حقائق . . . . . . . . . ۱۴۵
سینی‌ٹوریم اور آرام گھر . . . . . . . . . . . . ۱۴۸

ساتواں باب - سوویت طرز زندگی کی کچھ خصوصیات . . . . . ۱۵۲
رہائشی مکان . . . . . . . . . . . . . . . ۱۵۲
حمید کا گھر . . . . . . . . . . . . . . . ۱۵۳
تہوار . . . . . . . . . . . . . . . . . ۱۵۹
ازبکستان کے مسلمان . . . . . . . . . . . . . ۱۶۱
شادی کی ایک تقریب . . . . . . . . . . . . . ۱۶۴
تفریحات . . . . . . . . . . . . . . . . . ۱۶۸
پس لفظ . . . . . . . . . . . . . . . . . ۱۷۴


CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# پیش لفظ

سوویت یونین میں پانچ سال رہنے کے بعد جب میں وطن واپس لوٹا تو میں نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سامنے اس ملک کے حالات بیان کئے۔ ان کے سوالات اور میرے جوابات سے چل نکلنے والی گفتگو بڑی دلچسپ تھی۔ میں نے شدت سے محسوس کیا کہ میرے ہم وطن سوویت یونین خصوصاً وسطی ایشیا کے حالات سے یا تو ناواقف ہیں یا بالکل سطحی معلومات رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر سنی سنائی باتوں پر یقین رکھتے تھے جن کا حیرت کی حد تک، حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ایک بات کھل کر سامنے آئی کہ میرے ہم وطن وسطی ایشیا میں رہنے والے سوویت لوگوں کی زندگی کے حالات تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا۔

روس میں ۱۹۱۷ء کا عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب، ۱۹۲۲ء میں سوویت سوشلسٹ ریپبلکوں کی یونین کی تشکیل بیسویں صدی کے اہم ترین واقعات قرار دئے جا سکتے ہیں۔

سوویت یونین نے ۱۹۷۷ء میں اکتوبر انقلاب کی ۶۰ ویں سالگرہ منائی۔ کسی بھی قوم کی تاریخ میں نصف صدی کا عرصہ انتہائی مختصر ہوتا ہے۔ لیکن اتنے قلیل عرصے میں سوویت یونین نے معیشت، سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں جو کارنامے انجام دئے ہیں پوری دنیا اس کی گواہ ہے۔ ۱۹۷۷ء کی ایک خاص بات یہ بھی رہی کہ سوویت یونین نے اپنا نیا آئین منظور کیا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوویت سوشلسٹ رپبلکوں کی یونین کے نئے آئین کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ ایک مہذب اور فلاحی معاشرے میں لوگوں کی بہبودی کا بہترین دستور ھے۔ آئین میں شہریوں کے فرائض اور حقوق کی وضاحت کی گئی ھے اور تمام باشندوں کو حقوق کی عملی ضمانت دی گئی ھے۔ آئین میں قانون‌ساز اداروں، انتظامیہ اور عدلیہ سے متعلق بنیادی قانون درج ھیں جو ان اداروں کے کارھائے‌منصبی کو معین کرتے ھیں۔

سوویت یونین میں اس وقت ۲۶ کروڑ ۴۰ لاکھ باشندے رہتے ھیں جبکہ ۱۹۱۳ء میں زارشاھی روس کی آبادی ۱۵ کروڑ ۹۲ لاکھ پر مشتمل تھی۔ سوویت یونین میں سو سے زیادہ قومیں اور قومیتیں بستی ھیں۔ گذشتہ ۶۰ برس سے زیادہ کے عرصے میں ھر سوویت قوم اور قومیت کی آبادی میں نمایاں اضافہ ھوا ھے۔ یہ اضافہ دراصل معیار زندگی میں بہتری اور حفظان‌صحت کے اچھے انتظام کے باعث ھوا ھے۔ سوویت یونین میں انقلاب سے پہلے کے عرصے کے مقابلے میں اب باشندوں کی اوسط عمر دوگنی ھے۔ پہلے لگ‌بھگ ۳۲ سال ھوا کرتی تھی اور اب ۷۰ سال ھے۔

صنعتی مزدوروں اور دفتری ملازمین کی روزافزوں بڑھتی ھوئی تعداد اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ھے کہ وہ ملک جس کی ساری معیشت کا انحصار پہلے زراعت پر تھا اب اس کا شمار دنیا کے صف‌اول کے ترقی‌یافتہ صنعتی ممالک میں ھوتا ھے۔ صنعتی مزدوروں کی تعداد ۱۹۱۳ء میں ایک کروڑ ۲۹ لاکھ تھی اور ۱۹۷۷ء میں ۱۰ کروڑ ۶۲ لاکھ ھوگئی۔

سوویت یونین کی معاشی ترقی کی وسعت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اگر ۱۹۱۷ء کو بنیاد تصور کیا جائے تو ۱۹۷۷ء تک ملکی سرمایہ‌کاری میں ۳۷ گنا، پیداوار میں ۹۶ گنا اور قومی آمدنی میں ۱۰۳ گنا اضافہ ھوا۔

سوشلزم نے محنت‌کشوں کےلئے علم اور ثقافت کے دروازے کھول دئے۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے روس کے تین چوتھائی باشندے پڑھنے لکھنے سے قاصر تھے۔ اب ناخواندگی کا کوئی نام و نشان تک نہیں ھے۔ ۷۷—۱۹۷۶ء کے تعلیمی سال کے دوران سوویت یونین کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کی تعداد ۹ کروڑ ۴۰ لاکھ تھی۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قارئین سے میں معافی مانگنا چاہتا ہوں کہ اتنے بہت سے اعداد پیش کررہا ہوں۔ لیکن ان کے بغیر اس زبردست ترقی کو دکھانا ناممکن ہے جو نسبتاً مختصر تاریخی مدت میں سوویت لوگوں کی زندگی میں ہوئی ہے۔

سوویت یونین میں ۱۵ ریپبلکیں ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی ازبکستان اس کتاب کا موضوع ہے۔ ازبکستان کے ایک اعلی تعلیمی ادارے میں مجھے ایک پوسٹ گریجویٹ اسکالر کی حیثیت سے چند سال قیام کرنے کا موقع ملا۔ اپنے قیام کے دوران میں نے جو کچھ دیکھا، جوں کا توں اس کتاب میں بیان کر رہا ہوں۔

ازبکستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ بڑے مختصر سے عرصے میں زارشاہی روس کی پسماندگی کے گڑھے سے نکل کر خوشحال نخلستان میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اگر بڑے سے بڑا ناقد بھی یہ چاہے کہ جدید ازبکستان کو اندر سے جھانک کر دیکھے اور اس کی ترقی کا راز معلوم کرے تو ازبکستان کے اندر جھانکنے کے لئے یہ کتاب دریچے کا کام دے گی۔

عظیم اکتوبر انقلاب نے سوویت یونین میں قومی سوال کے منصفانہ حل کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ولادیمیر ایلیچ لینن نے قومی مسئلے سے متعلق نظریے کی بنیاد ڈالی اور قومی پالیسی کے اصول مرتب کئے۔ انہوں نے لکھا: ''پرانی دنیا، قومی ظلم، قومی جھگڑوں اور قومی علحدگی کی دنیا کے مقابلے میں مزدور ایک نئی دنیا پیش کرتے ہیں، ایسی دنیا جہاں تمام قوموں کے مزدور متحد ہوں گے، ایسی دنیا جس میں نہ تو کسی بھی مراعت کے لئے اور نہ انسان کے ہاتھوں انسان پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنے کی جگہ ہوگی،،*۔

لینن کی قومی پالیسی کا کیا نتیجہ نکلا یہ سوویت یونین کی ہر ریپبلک کی مثال سے دیکھا جا سکتا ہے۔

پورے ملک اور ہر ایک قوم کے مفادات کے صحیح امتزاج نے ترقی یافتہ علاقوں کے مقابلے میں سوویت ریپبلکوں کو، جو پہلے پسماندہ تھیں صنعتی ترقی کی زیادہ تیزرفتاری کی ضمانت دی۔ اس کی

---

*لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۳، صفحہ ۱۵۰۔ (ایڈیٹر)



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بدولت مختصر عرصے میں قوموں کی حقیقی عدم‌مساوات دور کی گئی اور تمام ریپبلکیں، جن کی ماضی میں ترقی کی سطح خواہ کچھ تھی، تقریباً بہ‌یک‌وقت سوشلزم تک پہنچ گئیں۔ حب‌الوطنی کی جنگ عظیم سے پہلے کے ۱۳ سال کے دوران میں ازبکستان میں ۵۰۰ سے زیادہ صنعتی ادارے قائم کئے گئے۔ ازبکستان کی صنعت کاری کے ساتھ ساتھ مزدور طبقہ وجود میں آکر بڑھتا رہا۔

ازبکستان کی صنعت نے فاشسٹ جرمنی کے خلاف سوویت عوام کی حب‌الوطنی کی جنگ عظیم کے دوران میں (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۵ء) اور زیادہ ترقی کی کیونکہ ان برسوں میں دسیوں بڑے صنعتی ادارے ملک کے مغربی علاقوں سے یہاں منتقل کردئے گئے تھے۔ ازبکستان کی صنعت جنگ کے بعد کے برسوں میں بھی تیزی سے بڑھتی رہی۔

ازبکستان کی زراعت کی خاص شاخ کپاس ہے۔ ۱۹۸۰ء میں ریپبلک کے فارموں سے ۵۸ لاکھ ٹن کپاس اگانے کا منصوبہ ہے۔ اناج کی فصل ۱۹۴۰ء کے مقابلے میں ۳۰۳ گنی بڑھ گئی ہے، پھلوں اور بیریوں کی فصل ۴۰۴ گنی اور گوشت کی پیداوار ۳ گنی بڑھ گئی ہے۔

ازبکستان کے بڑھتے ہوئے معاشی رابطے سوویت یونین کی دوسری ریپبلکوں خصوصاً دوسری وسطی ایشیائی ریپبلکوں، قزاخستان اور سائبیریا سے قائم ہیں۔ ازبکستان ان سے آہنی دھاتیں، پٹرولیم کی مصنوعات، مشینیں اور آلات، لکڑی کا سامان، کیمیائی کھادیں، اناج اور ضرورت کی دوسری عام چیزیں حاصل کرتا ہے۔ ازبکستان سوویت یونین کے دوسرے علاقوں کو سونا، غیرآہنی دھاتیں، مشینیں، اوزار، قدرتی گیس، سنگ‌مرمر، سوتی دھاگہ، خام ریشم، اون، قراقلی کھالیں، پارچات، نباتاتی تیل، سبزیاں، پھل خصوصاً انگور اور دوسری کئی چیزیں فراہم کرتا ہے۔ ازبکستان کی بنی ہوئی چیزیں بہت سے غیرممالک کو بھی برآمد کی جاتی ہیں۔ ان تمام چیزوں کی پیداوار میں مدد دینے کےلئے سوویت یونین کے گوشے گوشے سے لوگ ازبکستان میں آئے ہوئے ہیں۔ اسی بات کو ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اول سکریٹری جناب شرف رشیدوف نے اپنی ایک تقریر میں بڑے مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا تھا: ''سوویت یونین میں ایسی کوئی ریپبلک نہیں ہے جس کے باشندوں نے ازبکستان کی ترقی میں اپنا خون پسینہ ایک نہ کیا ہو اور سوویت یونین میں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا کوئی کونہ نہیں ہے جہاں ازبکستان کی مصنوعات دستیاب نہ ہوں،،۔

سوویت قوموں کی باہمی امداد کی مثال ۱۹۶۶ء میں تاشقند کے زلزلے کے بعد کے واقعات ہیں۔ اس وقت تمام سوویت رپبلکوں نے تاشقند کی بحالی میں ازبکستان کا ہاتھ بٹایا۔ تمام رپبلکوں سے تعمیری سامان سے بھری ریل گاڑیاں یہاں آئیں۔ ہزاروں باہنر معمار یہاں آئے جنھوں نے ازبک لوگوں کے شانہ بشانہ عملی طور پر نیا تاشقند تعمیر کیا۔ اگر قارئین کو کبھی تاشقند آنے کا موقع ملے تو وہ کئی عمارتوں کی دیواروں پر ایسی تحریریں دیکھیں گے: ''یہ عمارت لینن گرادوالوں کی تعمیر کردہ ہے،،، ''یہاں ماسکووالوں نے کام کیا،،، ''اس محلے کو بیلوروس کے لوگوں نے تعمیر کیا،،، ''لیتھوینیائی اور لاتویائی ماہرین تعمیرات نے اس تہذیبی محل کی ڈیزائن بنائی اور اسے تعمیر کیا۔،،

ازبکستان کی تہذیبی اور روحانی زندگی میں بھی بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ رپبلک میں ناخواندگی مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ اب ازبکستان کے عام ثانوی اسکولوں میں ۳۸ لاکھ لڑکے لڑکیاں پڑھ رہے ہیں۔ سائنس تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔

رپبلک میں ثقافتی اداروں کو بڑھانے پر بڑی توجہ دی جاتی ہے۔ رپبلک میں ۲۶ تھیٹر، ۳۸۰۰ سے زیادہ کلب، ۶۴۰۰ لائبریریاں ہیں۔

ازبکستان کی ترقی قابل رشک ہے اور ازبک لوگ ایک ترقی یافتہ قوم ہیں۔ اس کتاب کے پس پردہ نہ تو کوئی سیاسی عزائم ہیں، نہ کسی ایک ملک یا نظام کی تعریف اور دوسرے پر تنقید مقصود ہے۔ بس جو کچھ خود دیکھا ہے دوسروں کو بتانے کو جی چاہتا ہے۔ اعداد وشمار اور حقائق بیان کرنے میں میں نے کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے۔

آخر میں ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کا اس کتاب میں ذکر آئے گا۔ اگر وہ لوگ اتنے اچھے طریقے سے پیش نہ آئے ہوتے تو مجھے ازبکستان کو اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا نہ یہ کتاب لکھنے کی نوبت آتی۔

محمد نذیر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# پہلا باب

# ازبکستان کی تاریخ کے اوراق

## زمانۂ قدیم سے لیکر ۱۹ ویں صدی کے آخر تک

ازبکستان کی تاریخ طویل ہے۔ اس کی تاریخ کی تفصیلی تشریح کرنا میرا ارادہ نہیں ہے۔ اگر کسی پڑھنےوالے کو اس موضوع سے دلچسپی ہے تو اس پر اچھی اچھی کتابیں بڑی تعداد میں مل سکتی ہیں۔ میں ازبکستان کی تاریخ کے صرف چند مخصوص واقعات یاد دلانا چاہتا ہوں تاکہ پڑھنےوالا ان تبدیلیوں اور واقعات کی رفتار کو آسانی سے سمجھ سکے جن کا ذکر میں ذیل میں کرنا چاہتا ہوں۔

فرغانہ اور بخارا کے اضلاع میں پائے جانےوالے پتھر کے اوزاروں سے ماہرین آثار قدیمہ نے اندازہ لگایا ہے کہ زمانۂ قدیم میں بھی انسان اس خطے میں بستے تھے جو آج سوویت ازبکستان کے نام سے مشہور ہے۔

۵ ہزار سال قبل از مسیح اس خطے میں ایک پرانی تہذیب وجود میں آئی۔ تین ہزار سال قبل از مسیح یہاں کے لوگ تانبے کے بنے ہوئے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ دو تا ایک ہزار سال قبل از مسیح یہاں کانسے کا دور تھا۔ کانسے کے دور میں لوگ کھیتی باڑی کرنے لگے تھے اور اس دور کے آخر میں فصلوں کو پانی دینا سیکھ گئے تھے۔

ازبکستان میں بسنےوالی موجودہ قوم ان مختلف قبائل کی اولاد ہے جن کے درمیان کئی صدیوں تک معاشی اور سیاسی روابط قائم رہے۔ سغدی خوارزمی تہذیب کی بنیاد پر یہاں ایک اعلی ثقافت پروان چڑھی۔ وسطی ایشیا کے اس علاقے میں جو آج ازبکستان کی حدود میں واقع ہے ابتدائی سلطنتوں کی معاشی ترقی کا باعث یہاں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ذرائع آبپاشی تھے۔ آمو، سیر اور زرفشان دریاؤں کے طاس قرون وسطی کے دور میں نظام آبپاشی کا مثالی نمونہ تھے۔ آبپاشی کے ان بندوں کی تعمیر کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کام کے لئے نہ جانے کتنے غلاموں نے خون پسینہ بہایا ہوگا اور کون جانے وہ کتنی مدت تک اس جگہ کام کرتے رہے۔

استیپی میدانوں اور پہاڑوں پر مویشی پالنا اور باغبانی کرنا لوگوں کا پیشہ تھا۔ مویشی پالنےوالے خانہ‌بدوشی کی زندگی گزارتے تھے۔ جوں جوں آلات اور اوزار وجود میں آتے گئے اور دھاتوں کا استعمال عام ہونے لگا، دستکاری کا پیشہ بھی عام ہو گیا اور لوگوں میں تجارتی لین دین پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ ایک ہزار سال قبل از مسیح یہاں ایسی سلطنتیں تھیں جن میں انسانوں کو غلام رکھنے کا رواج عام تھا۔ ان سلطنتوں میں خوارزم، باختر، سغد اور پارتھیان قابل ذکر ہیں۔

۳۲۹ تا ۳۲۷ سال قبل از مسیح سکندر اعظم وسطی ایشیا پر حملہ‌آور ہوتا رہا۔ مقامی آبادی نے حملہ‌آور کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کوئی ڈھائی سو سال قبل از مسیح یونانی باختریائی سلطنت وجود میں آئی۔ ڈیڑھ سو سال قبل از مسیح خوارزم، سغد اور باختر کے عوام کی مدد سے تخار خانہ‌بدوش قبیلے نے یونان اور مقدونیہ کے حملہ‌آوروں کو مار بھگایا۔ اسی عہد میں وسطی ایشیا میں دستکاریوں کو فروغ حاصل ہوا۔ اشیا کے تبادلے کے بدلے مال کی تجارت کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ کئی نئے شہر بسائے گئے، کاشتکاری اور باغبانی کو ترقی ملی۔

ظہور مسیح کے بعد پہلی صدی کے آخر سے چوتھی صدی عیسوی تک وسطی ایشیا میں کوشان سلطنت کی فرمانروائی رہی جس میں موجودہ ازبکستان کا علاقہ بھی شامل تھا۔ پانچویں صدی کے وسط میں ایفتھالی سلطنت وجود میں آئی۔ اس کی حکومت نے ملک میں دیہات آباد کئے اور آبادی کو ان میں بسایا۔ اس طرح پہلی مرتبہ جاگیردارانہ نظام کی بنیادیں رکھی گئیں۔ چھٹی صدی کی ساتویں دہائی میں ایفتھالی سلطنت کو ترکوں کے ہاتھوں زوال کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسی صدی میں ترک سلطنت قائم ہو گئی جسے

2*



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترک کاغانات کا نام دیا گیا۔ نئی حکومت کے تحت بھی جاگیردارانہ نظام برقرار رہا بلکہ اس کو اور مضبوط بنایا گیا۔

آٹھویں صدی کے وسط میں عربوں نے یہ علاقے فتح کر لئے۔ عربوں کی آمد کے ساتھ مذہب اسلام بھی آیا۔ مقامی آبادی بھاری تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگی تاہم عربوں کو مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا مثلاً ۷۲۰ء اور ۷۳۴ء میں سغد اور خراسان میں مزاحمتیں ہوئیں۔ ۷۴۷ء – ۷۵۰ء میں ابومسلم کی سربراہی میں بغاوت ہوئی جس سے بنوامیہ کی سلطنت ختم ہو گئی اور عباسی خاندان برسر اقتدار آ گیا۔ عوام کی دوسری بغاوتوں کی بھی تاریخ کی کتابوں میں تشریح کی گئی ہے۔

ان سب شورشوں کے باوجود عربوں کی آمد سے ایشیا میں ترقی کی رفتار پر مثبت اثر پڑا۔ سمرقند، بنقند (تاشقند)، ترمیز اور بخارا کے شہروں میں اضافہ ہوا۔ صنعت و حرفت کو فروغ ملا۔ تجارت بڑے پیمانے پر ہونے لگی۔ اس میں کاروانوں کی تجارت بھی شامل تھی۔ ایک طرف شہروں اور دیہاتوں کے درمیان اور دوسری طرف کسانوں اور خانہ‌بدوشوں کے درمیان اشیا کے تبادلے کا کاروبار خوب چمکا۔

نویں صدی میں وسطی ایشیا میں سامانیوں کی سلطنت قائم ہو گئی۔ اس سلطنت کا پورے وسطی ایشیا میں مقابلتاً ترقی‌یافتہ علاقہ وہی تھا جہاں آج ازبکستان ہے خصوصاً زرفشاں کی وادی خوشحال تھی۔ شہر اور بعض دیہی علاقے مثلاً سمرقند، بخارا، ترمیز اور شاش وغیرہ زراعت، صنعت‌وحرفت، تجارت اور ثقافتی ترقی کے مراکز بن گئے۔ پورے وسطی ایشیا میں اعلی قسم کا کاغذ اور شیشہ تیار کرنے میں سمرقند کو منفرد مقام حاصل تھا۔

دسویں صدی کے آخر میں سات آب کے علاقے میں کئی ترک قبائل نے مل کر قراخانی سلطنت قائم کرلی۔ ۱۲۱۹ء میں چنگیز خان کی منگول تاتاری فوجوں نے وسطی ایشیا کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔ عوام نے تو حملہ‌آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر جاگیرداروں نے کسی مقابلہ کے بغیر ہی ہتھیار ڈال دئے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کے مقابلے میں جاگیرداروں کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ ۱۲۲۱ء تک سارا وسطی ایشیا منگول تاتاریوں کے قبضے میں آ چکا تھا اور ۱۲۲۴ء



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں چنگیز خان نے سارا مفتوحہ علاقہ اپنے دوسرے بیٹے جگاطائی کے حوالے کر دیا مگر حقیقت میں سارا اقتدار ایک تاجر محمود یالاواچ کے ھاتھوں میں رہا جو جگاطائی کا نائب تھا۔ منگول تاتاریوں نے مفتوحہ علاقے کی قابل کاشت زمینوں کا اختیار بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ نئے حکمرانوں نے نظام حکومت کی بنیاد جاگیردارانہ نظام اور اسلامی ملاؤں کے فرقے پر رکھی۔ بیچارے عوام کی گردنوں پر اب غلامی کے دو جوئے رکھ دئے گئے۔ ایک جوا منگول تاتاریوں کا اور دوسرا مقامی جاگیرداروں کا۔ ۱۲۳۸ء میں بخارا میں محمود ترابی کی سرکردگی میں منگول تاتاریوں کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے مگر اس بغاوت کو بڑی سختی سے دبا دیا گیا۔

چودھویں صدی کے دوسرے نصف میں تیمور نے (۱۳۳۶ء تا ۱۴۰۵ء) اپنی سلطنت قائم کر لی۔ تیمور کا دارالسلطنت سمرقند قرار پایا۔ نئی حکومت عوام کے لئے بہت سے مصائب اور بدحالی کا پیغام لے کر آئی۔ تیمور کے دور میں وسطی ایشیا میں جاگیرداری کے شکنجے کو مزید سخت کر دیا گیا۔ تیمور کی وفات کے بعد جاگیرداری نظام مشکلات سے دوچار ہونے لگا۔ تیمور کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تاہم نئے حاکموں نے بھی جاگیردارانہ نظام کو برقرار رکھا۔ ایک سلطنت خراسان کے علاقے پر مشتمل تھی جس کا دارالحکومت ھرات تھا۔ دوسری سلطنت ماوراءالنہر کے علاقوں میں قائم ہوئی جس کا دارلحکومت سمرقند ھی رہا۔ اس کا حکمران شاہ رخ کا بیٹا یعنی تیمور کا پوتا الغ بیک بنا جو ۱۴۰۹ء تا ۱۴۴۹ء حکمرانی کرتا رہا۔ الغ بیک نے صنعت‌وحرفت اور تجارت کو مزید پھیلایا۔ اس نے سائنسی علوم اور ثقافتی ترقی پر خاص توجہ دی۔ الغ بیک کا نام آج بھی قرون وسطی کے روشن‌دماغ سائنس‌داں کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ھے۔ الغ بیک کی وفات کے بعد یہ سلطنت مزید خودمختار حصوں میں تقسیم ھو گئی۔ نئے خودمختار حکمران باھمی رقابتوں میں الجھے رہے۔

پندرھویں صدی کے دوسرے نصف میں ھرات میں نامور ازبک شاعر علی‌شیر نوائی اپنے تخلیقی کارنامے انجام دیتے رہے۔ وہ ازبک زبان کے کلاسیکی ادب کے بانی، بہت بڑے سائنس‌داں، عظیم مفکر اور سیاسی رہنما سمجھے جاتے تھے۔ نوائی کی تحریروں اور ترقی‌پسند



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

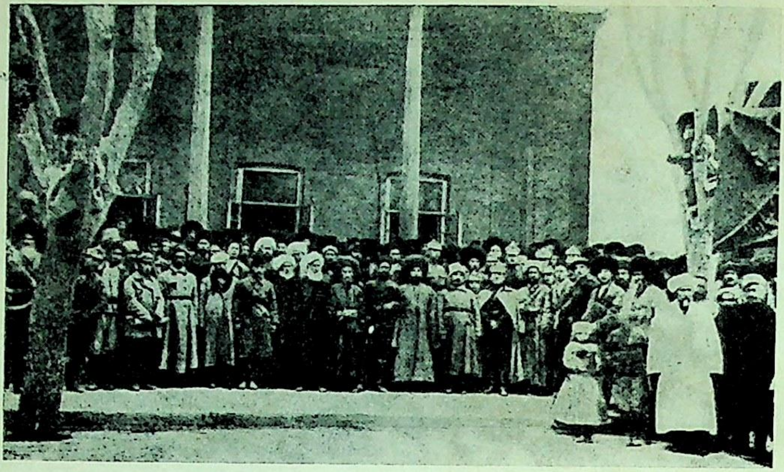

۱۹۲۰ء میں خوارزم کے پہلے کورولتائی کا افتتاح۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

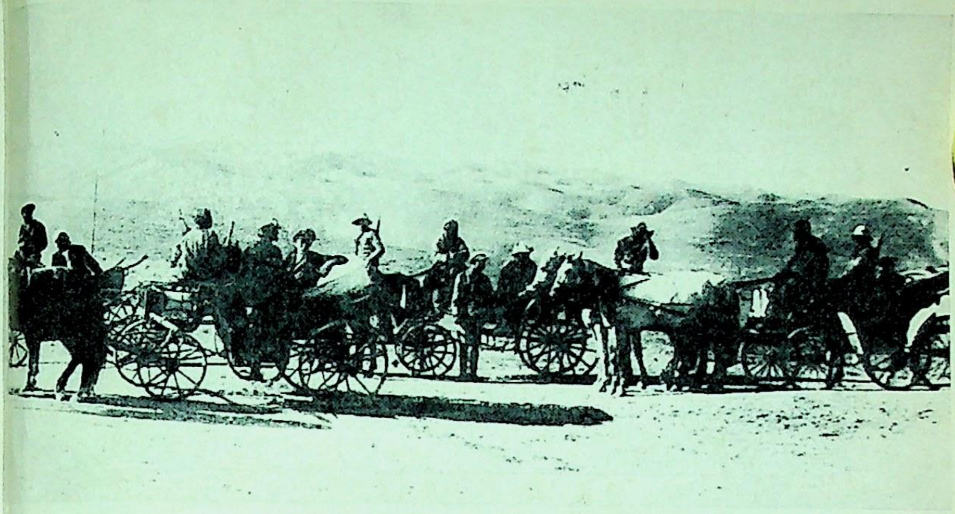

لال فوج کے سپاہی ازبکستان کی آبادی کی باسماچیوں سے
حفاظت کر رہے ہیں۔

سوویت اقتدار کے پہلے برسوں میں تاشقند انتظامیہ کمیٹی
کی تصویر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے صدر کالینن تاشقند میں
ازبکستان کی سوویتوں کی پہلی دستورساز کانگرس کے نمائندوں
کے ساتھ (۱۹۲۴ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

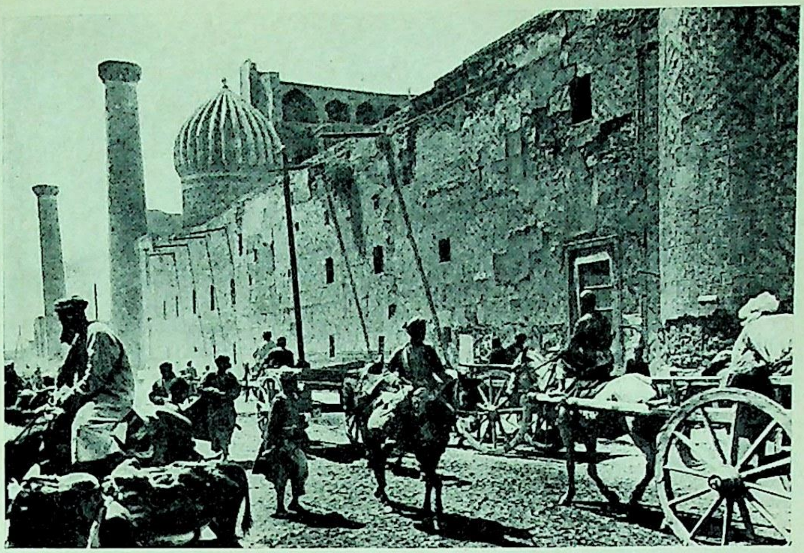

سمرقند کے شیردور مدرسہ کے سامنے ایک سڑک (۱۹۳۰ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

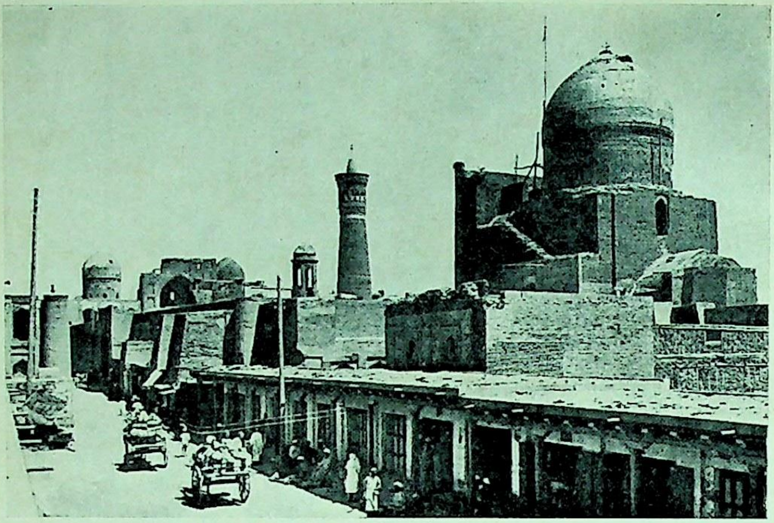

بخارا میں کالیان مینار اور میرابه مدرسه (۱۹۳۰ء)۔

سوویت اقتدار کے پہلے برسوں میں فرغانه (سکوبولیف) کے
ایک بازار کی تصویر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عظیم فرغانہ نہر کی تعمیر (۱۹۳۹ء)۔

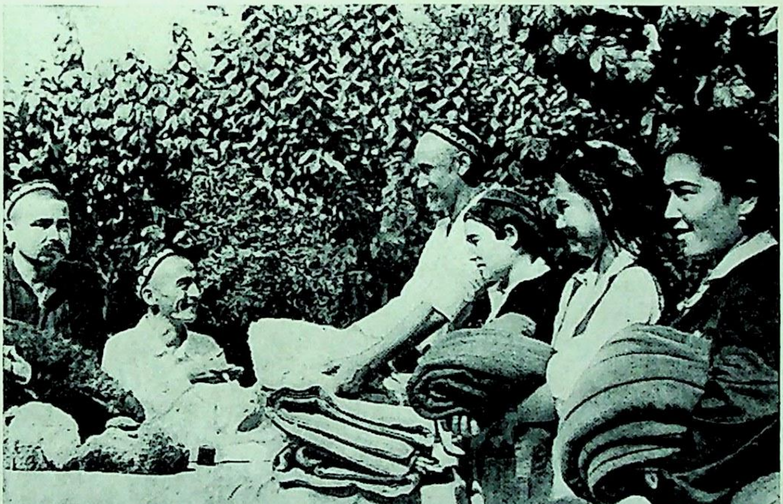

حب الوطن عظیم جنگ کے دوران ازبکستان میں سپاہیوں
کے لئے گرم کپڑے جمع کئے جا رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

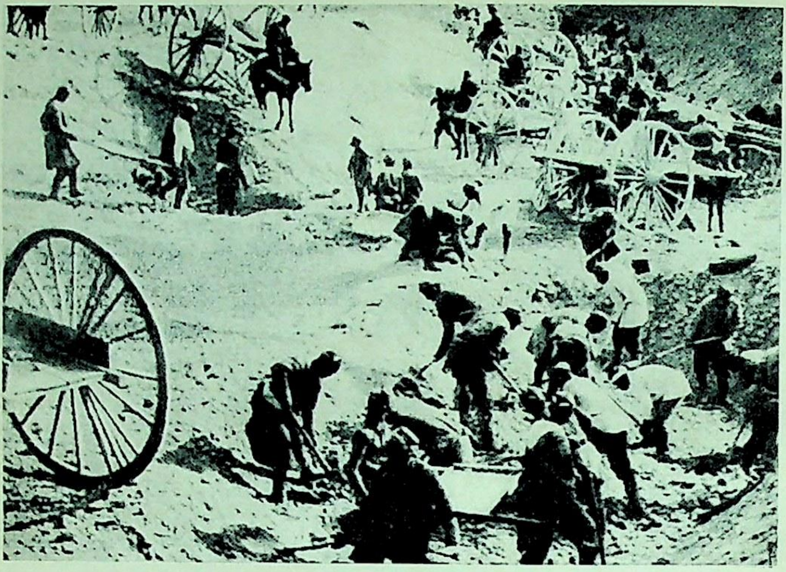

فرغانہ نہر کے جنوبی حصے کی تعمیر (۱۹۴۰ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

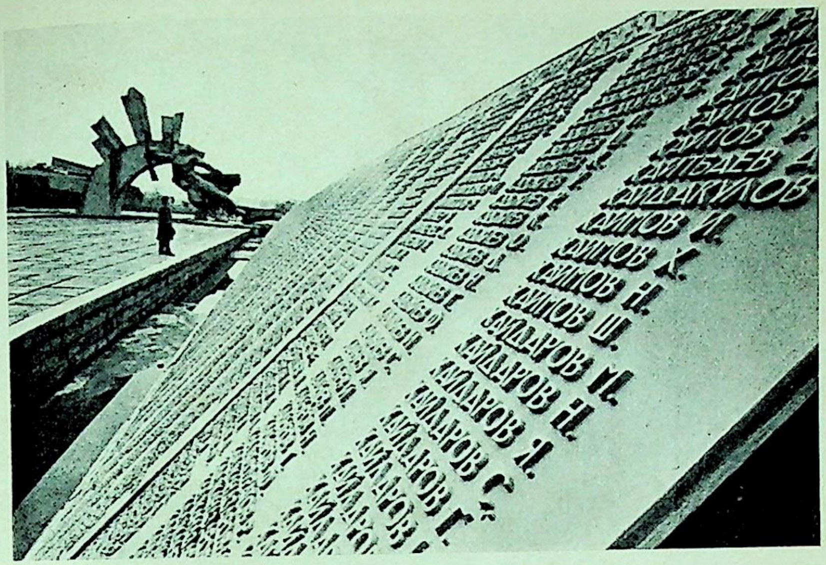

بخارا میں حب الوطن عظیم جنگ میں (۱۹۴۱ء — ۱۹۴۵ء)
ہلاک ہونے والے سپاہیوں کی یادگار۔

ازبکستان کے اجتماعی فارم کے کسان لال فوج کے سپاہیوں
کو ٹینک دے رہے ہیں جو حب الوطن عظیم جنگ کے
دوران ان کے بچائے ہوئے پیسے سے بنائے گئے تھے (۱۹۴۳ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرگرمیوں نے قرون وسطی میں اقوام مشرق کی ثقافتی ترقی پر گہرے اثرات چھوڑے۔

پندرھویں صدی کے آخر اور سولھویں صدی کے اوائل میں پورے وسطی ایشیا پر ازبک خانہ‌بدوش قبائل کا قبضہ رہا جو شعبان خان کی سربراہی میں دشت کپچک سے آئے تھے۔ ۱۵۱۰ء میں شعبان خان کی فوجوں کو شاہ ایران اسماعیل اول کی افواج کے ہاتھوں زبردست شکست ہوئی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ فاتح خانہ‌بدوش بڑی تعداد میں مستقل سکونت اختیار کرتے گئے اور کھیتی باڑی کا پیشہ اپنا لیا۔ مستقل سکونت رکھنے‌والے نئے اور پرانے قبائل ایک دوسرے میں بڑی تیزی سے خلط ملط ہوگئے۔ ازبک یہاں بسنے‌والے ترک نسل کے لوگوں کا حصہ بن گئے اور نئی قوم ''ازبک،، نام سے مشہور ہو گئی۔

جوں جوں جاگیرداری نظام میں ترقی ہوتی گئی سولھویں صدی کے پہلے نصف میں شعبان خان کی قائم کردہ سلطنت مشکلات سے دوچار ہوتی گئی۔ خوارزم، بلخ اور دوسرے صوبے بخارا سے الگ ہو گئے۔ بخارا اس وقت شعبانیوں کا دارالحکومت تھا۔ عبداللہ خان دوم کی سربراہی میں جب خیواخانات وجود میں آئی تو اس نے ملک کو پھر متحد کر دیا۔ ۱۵۹۹ء میں اشترخانیوں کے خاندان کے پاس زمام حکومت آگئی۔ حکمران خاندانوں میں یہ ایک نیا اضافہ تھا۔

اٹھارھویں صدی کی پانچویں دھائی میں ایران کے بادشاہ کی فوجوں نے اس علاقے میں فتح کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ۱۷۵۳ء میں محمد رحیم کو بخارا خانات کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس کو پہلے امیر بخارا کا خطاب دیا گیا۔ اس نے منغیت خاندان کی بنیاد ڈالی۔ یہ خاندان ۱۹۲۰ء تک اس ملک میں حکومت کرتا رہا۔ اٹھارھویں صدی اور انیسویں صدی کے پہلے نصف کے دوران دوسرے ملکوں خصوصاً روس کے ساتھ تجارت کو فروغ دیا گیا۔ شہروں میں رہائشی سہولتیں فراہم کی گئیں اور عام استعمال کی اشیا کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ خیوا اور بخارا کی خاناتوں میں مقامی گورنروں کے درمیان حصول اقتدار کے لئے باھمی چشمکیں ہوتی رہیں۔

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں قوقند کی خانات وجود میں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آ چکی تھی جس کی حکمرانی تاشقند، سیردریا کے طاس اور سات آب کے کچھ حصے پر پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۸۱۲ء میں قوقند اور روس کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ ۱۸۴۲ء میں بخارا کی خانات نے قوقند کی خانات پر قبضہ کر لیا مگر امیر بخارا کے خلاف مقامی لوگوں نے بغاوت کرکے، جن کو کپچک قبائل کی حمایت حاصل تھی، اسی سال قوقند خانات کی آزادی بحال کر دی۔ ۱۸۴۷ء میں تاشقند میں قوقند خانات کے خلاف بغاوت ہو گئی جس کے نتیجے میں تاشقند کو پہلے سے زیادہ خودمختار درجہ حاصل ہوگیا۔

انیسویں صدی کے دور کی حکومتیں دقیانوسی اور پرانے خیالات پر کاربند رہنا چاہتی تھیں تاہم ان رجعت‌پسند حکومتوں کے عہد میں بھی روشن‌خیال اور ترقی‌پسند ذہین افراد پیدا ہوتے رہے۔ قوقند میں انیسویں صدی کے آغاز میں غازی، مخمور، محمد گل‌خانی جیسے شعرا اپنا کلام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ خیوا میں نامور مؤرخ اور شاعر شیر محمد مونس خوارزمی اور اس کا بھتیجا آگاھی محمد رضا لوگوں میں مشہور تھے۔ اس طرح بخارا میں مرزا صادق منشی کو زبردست شہرت حاصل تھی۔ مروجہ جاگیرداری نظام کے باوجود بھی خاناتوں کے تحت اقتصادی شعبے میں کچھ نہ کچھ ترقی ہوتی رہی۔ آبپاشی کے نئے بند تعمیر کئے گئے اور پرانوں کی مرمت کی گئی۔ زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا اور کئی نئے شہر بسائے گئے۔

انیسویں صدی کے آخر میں وسطی ایشیا روس اور برطانیہ کے درمیان رقابتوں کا اکھاڑہ بن گیا۔ روس کی کوشش تھی کہ بخارا، خیوا اور قوقند کی خاناتوں کے ساتھ سفارتی اور تجارتی رشتے مضبوط کئے جائیں۔ ادھر وسطی ایشیا کے تاجروں کو بھی روس کے ساتھ تجارت منافع بخش نظر آتی تھی۔

## روس کے ساتھ ازبکستان کا الحاق

روس میں زار کی حکومت کی خواہش تھی کہ روس کی صنعتوں کی ترقی کے لئے وسطی ایشیا میں خام مال کے ذخائر پر قبضہ کیا جائے۔ وسطی ایشیا میں روسیوں کی دلچسپی کی ایک اور وجہ بھی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی یعنی انگریزوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائے - ۱۸۶۰ء کی دہائی میں روسی فوجوں نے وسطی ایشیا کی طرف پیشقدمی شروع کر دی - ابتدائی جھڑپیں قوقند خانات کے خلاف ہوئیں - ۱۸۶۲ء کے موسم خزاں میں روسی فوجیں پیشپیک شہر میں داخل ہو گئیں - ۱۸۶۳ء کی گرمیوں میں سازاک کا قلعہ فتح کر لیا اور ۱۸۶۴ء کے موسم بہار میں اولیا آتا اور ترکستان کے شہروں پر قبضہ کر لیا - ۲۲ ستمبر ۱۸۶۴ء کو چمکنت شہر زبردست روسی حملے کی تاب نہ لا سکا - تین دن کی سخت لڑائی کے بعد ۱۷ مئی ۱۸۶۵ء کو چرنیائیف کی سرکردگی میں روسی فوجیں تاشقند شہر پر بھی قابض ہو گئیں - ۱۸۶۶ء کے موسم خزاں میں روسی فوجوں نے بخارا خانات کے بعض علاقے چھین لئے - ان مہموں کے نتیجے میں ۱۸۶۷ء میں زار کی فوجوں نے ترکستان کے لئے گورنر مقرر کر دیا - پہلے گورنر جنرل کا نام کاؤفمان تھا - گورنر کا دارالحکومت تاشقند قرار پایا - ۲۳ جون ۱۸۶۸ء کو بخارا اور روس کے درمیان ایک باہمی معاہدہ طے پایا گیا جس کے تحت بخارا نے ایک بڑا علاقہ روس کے حوالے کر دیا - ۱۲ اگست ۱۸۷۳ء کو خان خیوا نے ایک پرامن معاہدہ کے ذریعے روس کی بالادستی قبول کرلی - اسی قسم کا ایک معاہدہ ۱۸ ستمبر ۱۸۷۳ء کو امیر بخارا نے بھی کر لیا - ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۶ء کے سالوں میں قوقند کی بغاوت کو کچلنے کے بعد قوقند خانات کا سقوط ہو گیا - اس کا علاقہ بھی ترکستان کے گورنر جنرل کی حکومت میں ملا لیا گیا - ۱۸۸۰ء کی دہائی میں ازبکستان کا علاقہ سیردریا، سمرقند اور فرغانہ کے اضلاع پر مشتمل تھا جو گورنر جنرل ترکستان کی حکومت کا حصہ تھے - اس کے علاوہ خیوا اور بخارا کی خاناتوں کے علاقے بھی ازبکستان میں شامل تھے -

روس کے زار کی رجعت پسندانہ پالیسیوں کے باوجود روس کے ساتھ ازبکستان کا الحاق بڑا تاریخی اور ترقی کی جانب اہم قدم ثابت ہوا - ازبکستان ترقی پذیر روسی سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے کیمپ میں چلا گیا - اس کا براہ راست نتیجہ یہ نکلا کہ صنعتی پرولتاریہ اور بورژوا طبقے وجود میں آ گئے - ازبکستان میں بھی ترقی پسند ثقافتی اور سائنسی نظریات پھیلنے لگے - ازبک عوام کے روسی پرولتاریہ کے اولین انقلابیوں کے ساتھ رابطے قائم ہو گئے - ایسے حالات پیدا ہو



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گئے کہ ازبکستان کے محنت کش قومی اور سماجی آزادی حاصل کرنے کے لئے بھرپور انقلابی جدوجہد کرنے لگے۔

ازبکستان میں روسی زار کی اقتصادی پالیسیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ کپاس کی فصل کو ترقی دی جائے چنانچہ جلدی ہی ازبکستان روسی صنعتوں کو خام مال مہیا کرنےوالا اہم خطہ بن گیا۔

۱۸۹۹ء میں وسطی ایشیا میں پہلی ریلوے لائن بچھائی گئی۔ پھر ۱۹۰۵ء میں اورنبرگ کو تاشقند سے بذریعہ ریل ملا دیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۶ء کے عرصے میں فرغانہ سے بخارا تک ریلوے لائن بچھا دی گئی۔ ۱۹۰۰ء میں ترکستان میں کل ملاکر ۱۹۵ صنعتی کارخانے تھے۔ وسطی ایشیا کا پرولتاریہ کپاس بیلنے اور بنولے سے تیل نکالنے کے کارخانوں میں کام کرنےوالے مزدوروں اور ریلوے مزدوروں پر مشتمل تھا۔ تقریباً تمام ملیں اور کارخانے روسی سرمایہداروں کی ملکیت تھے۔ روسی حکومت کی نوآبادیاتی سیاست صرف ایک ہی نقطے کے گرد گھومتی تھی یعنی مقامی آبادی کو معاشی، سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے پسماندہ رکھا جائے۔ انیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں مزدوروں میں بےچینی کے ابتدائی آثار نمودار ہوتے رہے مثلاً زاعوران کشتور کا مظاہرہ (۱۸۸۵ء)، قوقند کے قریب معماروں کی ہڑتال (۱۸۹۸ء) اور سمرقند میں مزدوروں کی ہڑتال (۱۸۹۸ء) وغیرہ۔ مزدوروں کی تحریک سے متاثر ہوکر کسانوں نے جاگیرداروں اور مقامی نوآبادیاتی انتظامیہ کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں۔

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں نظریاتی افکار نہ صرف موجود تھے بلکہ نشو ونما پا رہے تھے۔ ایک طبقہ مادی اور مذہبی اجارہداری میں یقین رکھتا تھا۔ دوسرا طبقہ بورژوا تھا مگر جدیدیت کی طرف مائل تھا۔ تیسرا طبقہ جمہوریت پسندوں کا تھا۔ ان میں دانش، عالم، مقیمی اور فرقت کے نام مشہور ہیں۔ یہ لوگ محنت کشوں کے حقوق کی بات کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ وسطی ایشیا کی قومیں روسیوں کے ساتھ بہتر تعلقات بنا کر رہیں۔ چوتھا طبقہ مارکسی — لیننی نظریات رکھتا تھا۔ یہ طبقہ مزدوروں کی نمائندگی کرتا تھا۔ اس کے علمبردار وہ سوشل ڈیموکریٹ تھے جن کو روس کے وسطی علاقوں سے جلاوطن کرکے یہاں بھیجا گیا تھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1301

## ازبکستان میں انقلابی تحریک کا ابھار

بیسویں صدی کے آغاز میں ازبکستان میں معدنیات کے بڑے بڑے ذخائر دریافت ہوئے۔ فرغانہ وادی میں تیل کا ذخیرہ ملا اور نوقطعہ کے مقام پر تانبے کی کان دریافت ہوئی۔ معدنی نمک بھی کثیر مقدار میں نکالے جانے لگے۔ بڑی بڑی ٹیکسٹائل فرموں کی ایجنسیاں ازبکستان میں قائم ہو گئی تھیں جن کے اپنے گودام اور دفاتر تھے۔ ان فرموں کے دو کام ہوتے تھے: اپنے مال کی فروخت اور کپاس کی خرید۔ ان فرموں کے ایجنٹ اپنا مال مہنگے داموں بیچتے اور خام کپاس کوڑیوں کے مول خریدتے۔ ازبکستان میں خام مال سے صنعتی مال تیار کرنے کے انتظامات بہت محدود تھے۔ ۱۹۱۳ء میں کل صنعتی مال کا ۵۰ فیصد ان مصنوعات پر مشتمل تھا جو کپاس بیلنے اور بنولے سے تیل نکالنے کے کارخانوں سے حاصل ہوتی تھیں۔ اس عرصے میں کپاس کی پیداوار تو ضرور بڑھی مگر غذائی اجناس کی پیداوار میں نمایاں کمی ہو گئی۔ ۱۹۱۴ء میں وسطی ایشیا سے روس کو برآمد کئے جانےوالے مال کا ۸۰ فیصد کپاس پر مشتمل ہوتا تھا۔ کپاس اگانے کا کاروبار چمک اٹھنے سے کسانوں کی معیشت منڈیوں سے منسلک ہو گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی کے مقابلے میں اب مالیاتی اداروں، تجارتی فرموں اور بینکوں کی ترقی میں بڑا اضافہ ہو رہا تھا مگر اس خطے میں خصوصاً زراعت پیشہ طبقے کا معیار زندگی بہت پست تھا جس کا ذمہ‌دار بورژوا طبقہ تھا کیونکہ وہ دانستاً ایسا کر رہا تھا۔ ازبک دیہاتوں میں ابھی جاگیرداری نظام رائج تھا۔ اس وقت ازبکستان میں اقتصادی اور سیاسی شعبوں پر اسلامی روایات کا گہرا اثر تھا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ازبکستان میں سوشل ڈیموکریٹوں کے حلقے قائم ہو گئے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں تاشقند میں ایک حلقہ قائم ہوا جس کا نام تھا: ''سوشل ڈیموکریٹوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کا مشترکہ گروپ،،۔ ازبکستان کے محنت کشوں نے ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۷ء کے انقلاب میں حصہ لیا۔ اس عرصے کے دوران محنت کشوں اور فوجیوں میں انقلابی خیالات کا پرچار کرنے میں اخبار ''سمرقند،، نے اہم کردار ادا کیا جس کا ایڈیٹر بالشویک م۔ ماروزوف تھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند، سمرقند اور دوسرے شہروں میں سوشل ڈیموکریٹوں کی جنگی انقلابی تنظیمیں تشکیل کی گئیں۔

انقلابی جدوجہد سے تنگ آکر زار روس نے ترکستان کو سرکار دربار (دوما) میں ۶ نشستوں کی نمائندگی دے دی۔ ستمبر ۱۹۰۶ء میں ترکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا اور یہ سلسلہ ۱۹۰۹ء تک جاری رہا۔ ۱۹۱۰ء میں ایک قانون کے ذریعے ترکستان کی مقامی آبادی سے زمین کی ملکیت کا حق چھین لیا گیا۔ ان اقدامات کا یہ سلسلہ ترکستان کی مقامی آبادی کے خلاف قانون پاس کرنے تک ہی محدود نہ رہا بلکہ ہر طرح کے ظلم و تشدد کا بازار بھی گرم رکھا گیا۔ ادھر ترکستان کے ترقی‌پسندوں کی سرگرمیاں اور تیز ہو رہی تھیں۔ حکومت کی دہشت گردی کے باوجود ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۱ء کے دوران ہڑتالی تحریک چلتی رہی جس میں ازبک مزدوروں نے بھی حصہ لیا۔ یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو ترکستانی سیپروں کی ہڑتال اسی تحریک کا حصہ تھی۔

پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے آغاز سے ترکستان میں معاشی ترقی کی ایک لہر آئی۔ کپاس کے زیر کاشت رقبہ کو اور وسعت دی گئی۔ کپاس بیلنے کے مزید کارخانے لگائے گئے۔ پرولتاریہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ بورژوا اجارہ داروں کی صنعت کو فروغ حاصل ہوا۔ ۱۹۱۵ء معاشی بدحالی کا سال تھا۔ کپاس کے بڑھتے ہوئے کاروبار اور زرعی اجناس کی گھٹتی ہوئی پیداوار کے باعث اناج اور جانوروں کے چارے کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ ترکستان سے کپاس روس کی صنعتوں کو برآمد کر دی جاتی تھی مگر اناج درآمد نہیں کیا جاتا تھا جس کے نتیجے میں صرف ایک سال میں اناج کی قیمت چار گنا بڑھ گئی۔ ۱۹۱۶ء میں کپاس کی قیمت‌خرید میں کمی کے باعث سارے ترکستان کے کسانوں میں غم‌وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پورے ترکستان کی طرح ازبکستان میں بھی ایک بحران اٹھ کھڑا ہوا جس کا مظاہرہ ۱۹۱۶ء کی وسطی ایشیا کی بغاوت کی صورت میں ہوا۔ زار کی حکومت نے انتقام کے طور پر حکم دیا کہ مقامی آبادی کو صرف گھٹیا کاموں پر لگایا جائے۔ ۴ جولائی کو خوجند سے اٹھنے والی بغاوت کی آگ دیکھتے ہی دیکھتے پورے ترکستان



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پھیل گئی۔ اس بغاوت کا مقصد نوآبادیاتی غلامی سے چھٹکارا پاکر قومی آزادی کا حصول تھا۔ تاہم کچھ علاقوں میں بعض رجعت پسند جاگیرداروں نے انفرادی طور پر اس بغاوت سے اپنے ذاتی اور طبقاتی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ بغاوت بڑی سختی سے کچل دی گئی مگر زار کے خلاف عوامی جدوجہد جاری رہی۔

## عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب اور خانہ جنگی

روس میں ۱۹۱۷ء کے فروری کے بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کے بعد ازبکستان میں مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتیں تشکیل کی گئیں۔ اقتدار کی باگ ڈور مینشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ انقلاب مخالف سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ یہ سرگرمیاں ازبک بورژوازی کی قومی تنظیموں نے شروع کیں۔ ۷ (۲۰)* اپریل ۱۹۱۷ء کو تاشقند میں ترکستان کی عارضی حکومت بنائی گئی۔ مقامی قومیتوں پر مشتمل مزدوروں کی پہلی ٹریڈیونینیں وجود میں آ گئیں۔ ۱۹۱۷ء کے موسم گرما اور خزاں میں ازبکستان میں مزدوروں کی ہڑتالیں ہوئیں، جاگیرداروں کے خلاف کسانوں نے تحریک چلائی اور ترکستان کی افواج نے انقلابی کارروائیاں شروع کردیں۔ ۱۲ (۲۵) ستمبر ۱۹۱۷ء کو جلسہ شروع ہوا جس میں ۷ ہزار لوگوں نے حصہ لیا۔ اس جلسے میں ایک قرارداد پاس کی گئی جس کے مطابق اقتدار مکمل طور پر سوویتوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۲۵ اکتوبر (۷ نومبر) کو اسی دن جب پیٹروگراد میں سوشلسٹ انقلاب نے فتح پائی تاشقند سوویت کی پریزیڈیم نے مسلح بغاوت شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۷ اکتوبر (۹ نومبر) کو عارضی حکومت کے تاشقند میں مقیم جنرل کمیسار پ۔ کراویچنکو نے تاشقند شہر میں مارشل لا لگا دیا۔ سوویت کی مجلس عاملہ کے کئی اراکین کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوسری سائبیریائی ریزرو رجمنٹ کے انقلابی ذہن رکھنے والے سپاہیوں کو غیرمسلح کر دیا گیا۔

---

*نئے کلینڈر کے مطابق تاریخ قوسین کے اندر لکھی ہے۔ (ایڈیٹر)



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے باوجود ۲۸ اکتوبر (۱۰ نومبر) کو اس انقلابی کمیٹی کی سربراھی میں بغاوت شروع ھو گئی جو اسی روز تشکیل کی گئی تھی۔

بغاوت میں کم و بیش ۲۰۰۰ مزدوروں اور مسلح سپاھیوں نے حصہ لیا۔ سمرقند، کوشکا، پیرووسک اور چارجوئی کے مزدوروں نے بھی باغیوں کی مدد کی۔ چار روز کی مسلح جدوجہد کے بعد یکم (۱۴) نومبر ۱۹۱۷ء کو تاشقند میں بغاوت کامیاب ھو گئی۔ سوویتوں کی تیسری علاقائی کانگرس نے جس کا اجلاس ۱۵ تا ۲۲ نومبر (۲۸ نومبر تا ۵ دسمبر) ۱۹۱۷ء کو ھوا ترکستان میں سوویت اقتدار قائم کر دیا اور اس علاقے کے لئے عوامی کمیساروں کی کونسل مقرر کر دی۔

مقامی قومیتوں کے محنت کشوں کی زندگی پر دو اعلانوں نے دوررس انقلابی اثرات مرتب کئے۔ وہ اعلانات یہ تھے: ''روسی عوام کے حقوق کا اعلان،، اور ''روس اور مشرق کے تمام مسلمانوں کے نام،،۔ یہ اعلانات اخبارات میں بھی چھپے تھے۔ نومبر ۱۹۱۷ء تا مارچ ۱۹۱۸ء کے عرصے میں سوویت اقتدار نے ازبکستان کے پورے علاقے میں قدم جمالئے جو اس وقت ترکستان کا حصہ تھا۔

مقامی جاگیرداروں اور ملاؤں کے رجعت پرست حصہ نے روسی سفید محافظوں کے اشتراک اور انگریزی سامراج کی تائید اور حمایت سے سوویت اقتدار کی مسلح مزاحمت کی۔

قومی مسئلہ کے حل کے سلسلے میں سوویتوں کے ابتدائی رھنماؤں سے کچھ غلطیاں سرزد ھوئیں جن کے باعث مقامی آبادی نے سوویت اقتدار کے اداروں میں بھرپور دلچسپی کا مظاھرہ نہ کیا۔ قوم پرست بورژوازی نے اس صورت حال کو انقلاب دشمن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ سیاست کے مسائل حل کرنے اور سوویت اقتدار کو مزید مستحکم کرنے کے لئے سوویت حکومت کے کمیسار خصوصی پ۔ کوبوزیف نے اپریل اور مئی ۱۹۱۸ء میں ترکستان کا دورہ کیا۔

علاقائی سوویتوں کی پانچویں کانگرس کی کارروائی میں (اپریل ۱۹۱۸ء) مقامی اور روسی زبانوں کو ذریعہ اظہار بنایا گیا۔ کانگرس کے مندوبین کا نمایاں حصہ مقامی قومیتوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔ کانگرس نے ۳۰ اپریل ۱۹۱۸ء کو ایک قرارداد کے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذریعے خودمختار ریپبلک کی حیثیت سے ترکستان کو روسی فیڈریشن کا حصہ بنانے کا اعلان کر دیا۔ مقامی قومیتوں کے نمائندوں کو بھی حکومت میں شامل کر لیا گیا اور اس طرح ملکی کاروبار چلانے میں مقامی قومیتوں کی شرکت کا آغاز ہو گیا۔

سرخ فوج کی تشکیل شروع ہو گئی۔ زمینوں، ذرائع آبپاشی، صنعتی اداروں، بینکوں اور ریلوے کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ یوم کار آٹھ گھنٹے کا قرار پایا۔ روسی فیڈریشن کی قومی کمیساروں کی کونسل نے اس علاقے کے کسانوں کے معاشی حالات سدھارنے اور ذرائع آبپاشی کو بہتر بنانے کےلئے ٥ کروڑ روبل کی رقم مخصوص کی۔ ۱۹۱۸ء میں سوویتوں کی چھٹی کانگرس نے خودمختار ترکستان کے لئے پہلا آئین پاس کیا۔

شکست‌خوردہ استحصالی طبقے نے سوویت اقتدار کی طرف سے نافذکردہ سیاسی اور اقتصادی اصلاحات کی مخالفت کی جس کو سامراجیوں کی پوری پوری پشت‌پناہی حاصل تھی۔ تاشقند میں ایک خفیہ تنظیم بنائی گئی جس کا نام تھا: ''بالشویزم کے خلاف جدوجہد کی ترکستانی یونین،،۔ اس تنظیم کا رابطہ اس خطے میں انقلاب دشمنی کے ساتھ قائم تھا۔ ترکستان کے ازبکستانی علاقے میں سوویت حکومت کے خلاف کارروائیاں کرنے میں باسماچی تنظیم نے اہم کردار ادا کیا جس کا مرکز فرغانہ وادی میں قائم تھا۔ جولائی ۱۹۱۸ء میں فرغانہ فرنٹ وجود میں آگیا۔

سفید محافظوں کی مزاحمت ختم کرنے کے لئے سات مختلف زبانیں بولنےوالی اقوام پر مشتمل کمان تیار کی گئی۔ جولائی میں انقلاب مخالف کزاک سردار ا۔ دوتوف اورنبرگ پر قابض تھا۔ اس نے ترکستان کو روس سے منقطع کر دیا۔ بخارا اور خیوا کی خاناتوں نے بھی ترکستان کی سوویت حکومت کے خلاف کارروائیاں تیز کردیں۔ ترکستان ریپبلک چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں آ گئی۔

جون ۱۹۱۸ء میں قائم شدہ ترکستان کی کمیونسٹ پارٹی نے اپنے تمام وسائل اور قوتوں کو کام میں لاتے ہوئے دشمن پر بھرپور حملہ کر دیا۔ پارٹی، ٹریڈیونین اور مزدوروں گویا سب نے اس جنگ میں حصہ لیا۔ انقلاب‌دشمنی کے خلاف جنگ میں سابقہ جنگی قیدیوں انٹرنیشنلسٹوں کو بھی شامل کر لیا گیا۔ ۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی رات کو سوویت مخالف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی مگر سخت جھڑپوں کے بعد ۲۱ جنوری کو یہ بغاوت دبا دی گئی۔ اس بغاوت کے دوران ۱۴ بالشویک کمیساروں کو بڑی درندگی سے ھلاک کر دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء کے موسم بہار تک فرغانہ‌وادی کے تقریباً سارے علاقے پر کمیونسٹ قابض ہو چکے تھے۔ پرامن تعمیر کے کام کو اولین اھمیت دی گئی۔ وسطی ایشیا کے سماجی اور قومی حالات، اس خطہ کے روس سے جغرافیائی فاصلے اور وسطی ایشیا میں سوویت اقتدار کے مابین بین‌الاقوامی اثرات کے پیش‌نظر روسی فیڈریشن کی حکومت اور کمیونسٹ پارٹی نے ۱۹۱۹ء کے خزاں میں ایک کمیشن ترکستان کے لئے روانہ کیا۔ اس کمیشن کا بڑا مقصد حالات کا جائزہ لے کر مقامی اداروں کی ہر طرح سے امداد کرنا تھا۔

فروری ۱۹۲۰ء میں خیوا کے عوام نے جاگیردارانہ نظام کا جوا اتار پھینکا اور اپریل ۱۹۲۰ء میں خوارزم عوامی سوویت ریپبلک قائم کر دی۔ ستمبر ۱۹۲۰ء میں بخارا میں بھی سوویت اقتدار قائم کر دیا گیا اور جلدی ھی بخارا عوامی سوویت ریپبلک قائم ہو گئی۔ اسی کے ساتھ وسطی ایشیا میں انقلاب دشمن تحریک ھمیشہ کے لئے دم توڑ گئی۔

## ازبکستان میں سوشلسٹ تعمیر کا دور

خانہ جنگی کے باعث ازبکستان کی معیشت تباہ ہوکر رہ گئی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں زرعی پیداوار قبل از جنگ کے سالوں کے مقابلے میں ایک تہائی رہ گئی تھی۔ ۱۹۱۵ء کے مقابلے میں ۱۹۲۰ء میں نصف رقبے پر فصلیں کاشت ہوتی تھیں۔ نظام آبپاشی کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ صنعت اور ذرائع آمدورفت کی حالت بالکل ابتر ہو چکی تھی۔ پوری آبادی قحط اور بیماریوں کا شکار تھی۔ سوویت حکومت نے ترکستان کے محنت‌کشوں کی بہت زیادہ مدد کی۔ مثلاً ۱۹۲۰ء میں زرعی بیج، اناج اور دیگر اشیا پر مشتمل ۳۳ ریل‌گاڑیاں ماسکو سے ترکستان پہنچیں۔

قومی معیشت کو پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے راستے میں اس علاقے کی اقتصادی اور ثقافتی پسماندگی حائل ہو رہی تھی۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باسماچی تحریک چلانے میں انگریز سامراج مقامی جاگیرداروں اور ملاؤں کی پیٹھ ٹھونک رہا تھا۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں ترکی کا سابق وزیر جنگ انور پاشا بخارا آیا جس نے اسلام کے ماننےوالے تمام عوام سے اپیل کی کہ وہ سب ایک اسلامی ریاست قائم کر لیں۔ وہ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔ شیوخ نے باسماچی فوج کو ازسرنو منظم کیا جس میں ۱۶ ہزار فوجی تھے اور اس فوج کی مدد سے ۱۹۲۲ء میں بخارا ریپبلک کے خاصے حصے پر باسماچیوں نے قبضہ کر لیا۔ باسماچیوں کی کارروائیوں کے باعث ترکستان میں سوویت اقتدار کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ ۱۹۲۲ء کے موسم گرما میں سرخ فوج نے انور پاشا کے حامیوں پر حملہ کرکے انہیں شکست دے دی۔ تاہم افغانستان اور ایران میں جاکر پناہ لینےوالے کچھ باسماچی چوری چھپے سوویت علاقے میں داخل ہوکر تخریبی کارروائیاں کرتے رہے۔ سوویت حکومت کے مخالفین کے بچے کھچے اثرات ۱۹۲۶ء میں بالکل ختم ہو گئے۔

روسی فیڈریشن کی حکومت نے ترکستان میں آبپاشی کے نظام کی مرمت کے لئے بھاری مالی مدد فراہم کی اور کپاس کی صنعت کو کچھ سالوں کے لئے سرکاری ٹیکسوں سے چھوٹ دے دی۔

ازبکستان کی معاشی بحالی میں جو خانہ جنگی کے دور میں ہی شروع کر دی گئی تھی دوسری ریپبلکوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پرانی صنعتوں کے ساتھ ساتھ نئی ملیں اور کارخانے تعمیر کئے گئے۔ پرانے خستہحال کارخانوں کی مرمت کی گئی اور گھریلو چھوٹی دستکاریوں کو توسیع دی گئی۔ ۱۹۲۵ء تک ۹ بجلی گھر تعمیر ہو چکے تھے۔ تاشقند میں ٹرانسپورٹ میکینکل ورکشاپ اور چمڑا کمانے کا ایک کارخانہ قائم کئے گئے۔ ملک کے وسطی علاقوں سے اس ریپبلک کے لئے آلات، ہنرمند کاریگر، تربیت یافتہ ماہرین، ماہرین تعلیم اور ڈاکٹر روانہ کئے گئے۔ اسکولوں کے لئے کتابیں بھیجی گئیں۔ اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں حاصل ہونےوالی کامیابیوں کے باعث وسطی ایشیا کی سوویت ریپبلکوں کی حدبندی اور قومی مسائل کے حل میں بڑی مدد ملی۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو سوویت یونین کی مرکزی انتظامی کمیٹی کے ایک اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے ازبک سوویت



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوشلسٹ ریپبلک کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں سمرقند، سیردریا اور فرغانہ کے کئی اضلاع اور خوارزم اور بخارا کی سوویت سوشلسٹ ریپبلکوں کے کئی علاقے شامل ہوئے (۱۹۲۹ء تک تاجک خودمختار سوویت سوشلسٹ ریپبلک بھی ازبکستان میں شامل رہی)۔ ۱۳ تا ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء کو ریپبلک کی سوویتوں کی پہلی کانگرس منعقد ہوئی جس نے ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک کی تشکیل کی توثیق کردی اور مرکزی انتظامی کمیٹی کی مجلس صدارت کا انتخاب کیا جس کے سربراہ یو۔ اخون بابائیف منتخب ہوئے۔

مئی ۱۹۲۵ء میں منعقدہ سوویت یونین کی سوویتوں کی تیسری کانگرس میں ازبکستان کو سوویت یونین میں برابر کا درجہ دے دیا گیا۔ ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک کی تشکیل کے بعد ازبک قوم کی معاشی، سیاسی اور ثقافتی ترقی کی رفتار تیز ہوگئی۔ مقامی باشندوں پر مشتمل مزدور طبقہ ابھرنے لگا۔ ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی نے عوامی رفاہ کے اقدامات کئے۔

پورے سوویت یونین کے مقابلے میں ازبکستان میں ترقی کی رفتار کچھ زیادہ ہی تیز رہی۔ محب وطن جنگ عظیم سے پہلے کے عرصے میں ازبکستان میں زیادہ صنعتی کارخانے لگ چکے تھے۔ ان میں تاشقند زرعی مشینوں کا کارخانہ، تاشقند ٹیکسٹائل مل، چرچک برقی کیمیائی کارخانہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ تیل کی پیداوار میں جو اضافہ ہوا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے: ۱۹۱۳ء میں ۱۳ ہزار ٹن تیل نکلتا تھا جبکہ ۱۹۴۰ء میں تیل کی سالانہ پیداوار ۱۱۹ ہزار ٹن ہو گئی۔ جہاں جہاں نئے صنعتی ادارے قائم ہوئے وہاں نئے خوبصورت شہر بھی وجود میں آگئے اور پرانے شہروں کو نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔ ان میں چرچک، بیک آباد، کتہ قرغان وغیرہ شامل ہیں۔

نومبر ۱۹۲۵ء میں ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی کی دوسری کانگرس میں زمین اور پانی کی اصلاحات نافذ کرنے کے فیصلے کئے گئے۔ ان اصلاحات کے مطابق جاگیرداری نظام کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ بڑے بڑے زمینداروں سے زمینیں چھین لی گئیں اور پانی کی تقسیم کا نظام سرکاری محکموں کے حوالے کر دیا گیا۔ ان



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصلاحات کے نتیجے میں ۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۹ء کے عرصے میں بے زمین اور کم زمین رکھنے والے تقریباً ۹۰ ہزار کسانوں کو مفت زمینیں دی گئیں۔ زرعی اصلاحات اور دیگر اقدامات کے باعث ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں ۱۹۲۸ء میں زرعی پیداوار ۷۶ فیصد زیادہ ہو گئی۔ بڑھتی ہوئی زرعی پیداوار سے زرعی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی میں مدد ملی۔ آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے سرکاری اقدامات نے کسانوں کو اجتماعی کاشتکاری کے نظام میں شمولیت کی ترغیب دی۔ ۱۹۳۰ء میں کپاس پیدا کرنے والے ۳۲ فیصد، اناج پیدا کرنے والے ۳۰ فیصد اور مویشی پالنے والے ۱۹ فیصد کسان اجتماعی زراعت کے نظام میں شمولیت اختیار کر چکے تھے۔ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء کے سالوں میں ۶۰ ریاستی فارم بھی قائم کئے گئے۔ ۱۹۳۰ء کے آخر تک کل زرعی معیشت کا ۳۴ فیصد اجتماعیت کے زیر عمل تھا۔ اجتماعیت کی تحریک کو بائی، کولاکوں اور بڑے زمینداروں اور ملاؤں کی جانب سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ بعض جگہوں پر باسماچیوں نے پھر سر اٹھایا مگر ان کو ختم کر دیا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں ۹۵ فیصد کسانوں کی معیشت اور ۹۹ فیصد زیر کاشت رقبہ اجتماعی نظام کے ماتحت تھا۔ قومی معیشت میں کپاس سر فہرست تھی۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں ازبکستان کی ۱۰ ویں سالگرہ کے موقع پر کپاس کی پیداوار میں حاصل ہونے والی زبردست ترقی کو سراہتے ہوئے حکومت نے اس ریپبلک کو لینن آرڈر سے نوازا۔ ۱۹۳۹ء میں عظیم فرغانہ نہر تعمیر کی گئی جس سے مزید ۵۰۰ ہیکٹر رقبے پر کاشت ممکن ہو گئی۔ ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں ۱۹۴۰ء میں ۲۰۷ گنا زیادہ کپاس پیدا کی گئی جو سوویت یونین میں کل کپاس کی پیداوار کا ۶۲ فیصد تھی۔ ۱۹۳۶ء کے آئین کی رو سے خوداختیار قراقل پاک ریپبلک ازبکستان کا حصہ قرار پایا۔

سوشلسٹ تعمیر کے شروع ہونے سے ایک طرف بائی اور کولاک نظام ختم ہوگیا اور دوسری طرف اجتماعی کاشتکاری کے تحت ایک نیا کاشتکار طبقہ ابھر آیا۔ زراعت میں مشینی کھیتی باڑی کا نظام رائج ہو گیا۔ مشکل سے مشکل کام بھی اب میکینکل طریقوں سے کئے جا رہے تھے۔ ثقافتی انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہو چکا تھا۔ جہالت کو ختم کر دیا گیا۔ اسکولوں کا جال پھیلا دیا گیا جن میں مادری



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زبان میں مفت تعلیم دی جانے لگی۔ محنت کشوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی جس کے باعث ان کے گھروں میں نئی زندگی پروان چڑھنے لگی اور وہ بہتر معیار زندگی کے مطابق رہنے لگے۔ عورتوں کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ عورتیں اب مردوں کے برابر حقوق کی مالک تھیں۔ ثقافتی انقلاب کی نمایاں کامیابی عورتوں کے حقوق کی بحالی تھی۔ عورتوں کے حالات زندگی بہتر بنانے کے لئے ایک خاص کمیشن قائم کیا گیا۔ سیاسی اور سماجی زندگی میں حصہ لینے کے لئے عورتوں کو بھی مواقع فراہم کئے گئے۔ محب وطن جنگ عظیم کے آغاز سے پہلے کے عرصے میں ازبک دانشوروں کا طبقہ وجود میں آ چکا تھا۔ پورے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں ایک نئے سوشلسٹ معاشرے کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ اس بات کو انسانی تاریخ میں معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ ازبکستان کے عوام جاگیرداری نظام سے نکل کر سرمایہ‌داری نظام کو پھلانگ کر براہ‌راست سوشلسٹ نظام میں داخل ہو گئے۔

۱۹۴۱ء میں فاشسٹ حملہ‌آوروں کے خلاف جنگ شروع ہوتے ہی ریپبلک کی پوری معیشت کو جنگی تقاضوں کے مطابق منظم کر دیا گیا۔ محاذ جنگ کے علاقوں سے تقریباً ایک سو صنعتی ادارے، دسیوں فوجی اور سول تعلیمی ادارے، بہت سے ہسپتال اور سائنسی انسٹی‌ٹیوٹ ازبکستان میں منتقل کر دئے گئے۔ کم‌وبیش ۱۰ لاکھ باشندوں کو محاذ جنگ سے منتقل ہوکر ازبکستان میں آنا پڑا۔ ازبکستان میں فوجی بھرتی کا مرکز قائم کر دیا گیا اور ازبک قوم کی یونٹیں بنائی گئیں۔ دس لاکھ سے زائد افراد نے ازبکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے جنگ میں حصہ لیا۔ ۲۸۰ افراد کو سوویت یونین کے ہیرو کا خطاب دیا گیا۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ازبک فوجیوں نے تمغے اور میڈل بطور انعام حاصل کئے۔ جنگ کے عرصے میں ۷ نئے بجلی گھر تعمیر کئے گئے۔ اسی دوران بجلی کی پیداوار دوگنی ہو گئی۔ ۲۸۰ مزید صنعتی کارخانے لگائے گئے جن سے صنعتی مال کی پیداوار دوگنی زیادہ ہو گئی۔ ازبکستان کے فولاد کے پہلے کارخانے نے مارچ ۱۹۴۴ء میں کام شروع کیا۔ اسی دوران آنگرین کی کوئلے کی کان سے کوئلہ نکالا جانے لگا۔ ۱۹۴۵ء میں ازبکستان میں تیل کی پیداوار ۴۷۸ ہزار ٹن تک پہنچ چکی تھی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو ۱۹۴۰ء کے مقابلے میں چار گنی زیادہ تھی۔ کیمیائی صنعت کی پیداوار اسی عرصے میں پانچ گنی بڑھ گئی۔ بھاری صنعتوں کو خصوصی فروغ حاصل ہوا جن میں مشین سازی اور دھاتیں ڈھالنے کی صنعتیں خصوصی اہمیت کی حامل تھیں۔ زرعی اجناس کے زیرکاشت رقبہ کو توسیع دی گئی اور چقندر کی پیداوار میں اضافہ کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء تک آبپاشی کے ۱۰ بڑے اور کئی چھوٹے بندوں سے کام لینا شروع کیا گیا جس کے باعث نہری آبپاشی کا رقبہ بڑھ گیا۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ توجہ کپاس کی پیداوار بڑھانے پر دی گئی۔

ازبکستان نے ملک کے مغربی حصوں سے یہاں آنےوالے عوام کی زرعی اور صنعتی مصنوعات سے نمایاں مدد کی۔ ان کو رهائشی مکان اور روزگار فراہم کئے۔ ازبکستان میں ۱۱۳ جنگی ہسپتال قائم تھے۔ محاذ سے زخمی ہوکر یہاں آنےوالے فوجیوں کی خدمت میں ازبکستان کی پارٹی، حکومت اور محکمہ صحت کے کارکن کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

جنگ کے بعد ازبکستان میں سینکڑوں کی تعداد میں جدید کارخانے، پلانٹ، ملیں اور تیل صاف کرنے کے یونٹ لگائے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں اکیلا ازبکستان بجلی کی اس مقدار سے دوگنی زیادہ بجلی پیدا کرتا تھا جو ۱۹۱۳ء میں زار کے عہد میں پورا روس پیدا کرتا تھا۔ پیاسے استیپی میدانوں کو نہری پانی مہیا کرنے کے منصوبے پر عمل شروع کیا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں ازبکستان نے ۲۸۵۷ ہزار ٹن کپاس پیدا کی۔ ملک کی زرعی ترقی میں نمایاں کامیابیاں حاصل کرنے کے صلے میں ۱۹۵۶ء میں ازبکستان کو دوسری مرتبہ لینن آرڈر دیا گیا۔ اب ازبکستان صنعت اور زراعت دونوں اعتبار سے بالکل ترقی‌یافتہ ملک بن چکا تھا۔

۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۰ء میں ازبکستان کی معیشت اور ازبک باشندوں کی مالی اور سماجی قدروں میں مزید ترقی ہوئی۔ کیمیائی صنعت نے خاص طور پر زبردست فروغ پایا۔ بعد از جنگ کے پانچسالہ منصوبوں کے دوران بخارا تا اورال اور وسطی ایشیا تا مرکز قدرتی گیس کی دو پائپ لائنوں کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ زراعت میں مشین‌بند کھیتی باڑی کا رواج بڑی تیزی سے بڑھ گیا۔ کپاس کی پیداوار بڑھنے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں نہری آبپاشی نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ سوویت یونین کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ۲۹ دسمبر ۱۹۷۲ء کو ازبکستان کو قوموں کی دوستی کا آرڈر دیا گیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو ازبکستان اور ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ازبکستان کو اکتوبر انقلاب کا آرڈر عطا کیا گیا۔

ازبکستان وسطی ایشیا کے مرکزی اور شمالی علاقوں پر مشتمل ھے۔ اس کے شمال اور شمال مغرب میں قزاخستان، جنوب مغرب میں ترکمانستان، جنوب مشرق میں تاجکستان، شمال مشرق میں قرغیزیہ اور جنوب میں افغانستان واقع ھیں۔ شمال مغرب میں ازبکستان کی سرحد بحیرہ ارال سے ملتی ھے۔ سوویت یونین کی پندرہ رپبلکوں میں ازبکستان رقبہ کے لحاظ سے پانچویں اور آبادی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر ھے۔ ازبکستان کا کل رقبہ ۴۴۷ ہزار مربع کلومیٹر ھے۔ اس کی کل آبادی ۱. ۱ کروڑ ۵۰ لاکھ سے زیادہ نفوس پر مشتمل ھے۔ ازبکستان کا دارالحکومت شہر تاشقند ھے۔

ازبکستان میں ایک خوداختیار رپبلک، گیارہ اضلاع، ۱۳۴ تحصیلیں، ۷۶ شہر اور ۸۶ شہرنما قصبے ھیں۔

ازبکستان کی کل آبادی کا ۶۵ فیصد مقامی لوگوں یعنی ازبکوں اور ۳۵ فیصد دوسری قوموں پر مشتمل ھے۔ ازبکستان میں آبادی بڑھنے کی رفتار ھر ایک ہزار باشندوں پر ۲۷،۳ افراد ھے۔

جوں جوں صنعتی ترقی میں اضافہ ھوتا جا رھا ھے شہری آبادی بھی اسی تناسب سے بڑھ رھی ھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# دوسرا باب

# عوام کا حقیقی اقتدار

ایک بار میں تاشقند کے عوامی نمائندوں کی ایک سوویت کی انتظامیہ کمیٹی میں گیا۔ کچھ کام تھا۔ میرا استقبال ایک ازبک خاتون نے کیا جو انتظامی کمیٹی کی سکریٹری تھیں۔ مجھے یاد نہیں ہے ان کا نام کیا تھا۔ ان سے بات‌چیت کے دوران میں نے پوچھا:

''مہربانی کرکے بتائیے، مقامی سوویتوں اور مغرب کے سرمایہ‌دارانہ ملکوں کی میونسپلٹیوں میں کیا فرق ہے؟''

''ہمارے یہاں انتظامیہ اداروں (جن میں مقررہ افسر ہیں) اور مقامی امور چلانے والے خود انتظامیہ اداروں میں وہ تقسیم نہیں ہے جو مغرب میں معمول ہے۔ سوویت ریاستی نظام میں ''انتظامیہ سرپرستی'' مفہوم کی کوئی اصطلاح نہیں ہے جو مغرب میں مقامی خودانتظامی اداروں پر کی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں ایسے اعلی اور مقامی اقتدار نہیں ہیں جن کے مفادات متضاد ہوں۔ تمام مقامی انتظامیہ ادارے سوویتوں سے منتخب کئے جاتے ہیں اور ان کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔

''مقامی سوویتوں کے اجلاس میں صنعتی اور زرعی پیداوار، تعلیم‌عامہ اور ثقافت، صحت‌عامہ اور بیمے، تجارت اور طعام‌خانوں سے متعلق مختلف قسم کے مسائل زیر بحث آتے ہیں اور ان کو حل کیا جاتا ہے۔

''مغربی ممالک کی میونسپلٹیوں کے برعکس سوویتیں اپنے حلقے کی واحد منتظم ہوتی ہیں۔ سرمایہ‌دارانہ میونسپلٹیوں اور سوویتوں کی ساخت میں بھی فرق ہے۔ سوویتوں کے نمائندوں کی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اکثریت مزدور اور کسان ہوتے ہیں، نمائندوں کا ایک چوتھائی سے زیادہ حصہ نوجوان ہیں جن کی عمر ۳۰ سال سے زیادہ نہیں ہے۔

''سوویتوں کی مستقل کمیٹیاں اپنا کام اور طریقے بہتر کرتی رہتی ہیں۔ ان کمیٹیوں کے کام میں شرکت سوویتوں کے مندوبین کی سرگرمی کی خاص شکل ہے۔ سوویت یونین کی مقامی سوویتوں کی مستقل کمیٹیوں میں تقریباً ۱۸ لاکھ مندوبین کام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کمیٹیوں کے کام میں لگ بھگ ۳۰ لاکھ عام لوگ سرگرمی سے شرکت کرتے ہیں۔

''عوامی نمائندے اپنے رائے دھندگان سے باقاعدہ ملاقاتیں کرتے ہیں تاکہ ان کے مسائل سنیں اور انھیں حل کرنے میں مدد دیں۔ عوامی نمائندے اپنے کام کی رپورٹ انھیں پابندی سے پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی نمائندہ ان کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا تو اسے سوویت سے برطرف کیا جا سکتا ہے۔

''سوویتیں اپنے علاقے کی مختارکل ہوتی ہیں۔ یہی خاص بات انھیں سرمایہ‌دار ملکوں کی میونسپلٹیوں سے ممتاز بناتی ہے۔'' میرے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے ان الفاظ پر خاتون نے اپنا کلام ختم کیا۔

''کیا آپ ریاستی ڈھانچے کے بارے میں بتانے کی تکلیف گوارا کریں گی؟،، میں نے ایک اور سوال پوچھا۔

سکریٹری نے اس کے متعلق تفصیل سے بتایا اور گھر لوٹنے پر میں نے اسے قلمبند کیا۔

## ازبکستان کے اعلی قانون‌ساز ادارے

ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک مزدوروں اور کسانوں کی سوشلسٹ ریاست ہے۔ ''ازبکستان میں اقتدار کل کے مالک وہاں کے عوام ہیں۔ عوام ریاستی اقتدار کو عوامی نمائندوں کی سوویتوں کے ذریعے خود چلاتے ہیں۔ یہ سوویتیں ازبکستان کی سیاست میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ باقی سب ریاستی ادارے عوامی نمائندوں کی سوویتوں کے ماتحت اور تابع ہوتے ہیں،، — یہ اقتباس ازبکستان کے آئین (بنیادی قانون) کی دفعہ ایک سے لیا گیا ہے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبکستان خودمختار سوویت سوشلسٹ ریاست ہے۔ اس کا اپنا جھنڈا، اپنا قومی ترانہ اور اپنا علامتی نشان ہے۔

اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں باہمی امداد کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے جذبے اور مضبوط ملکی دفاع کی خاطر ازبکستان نے رضاکارانہ طور پر دوسری سوویت ریپبلکوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا اور سوویت سوشلسٹ ریپبلکوں کی یونین میں شامل ہے۔

سوویت یونین میں شامل ہر ریپبلک اپنے اپنے علاقے میں سوویت یونین کے آئین کی دفعہ ۷۳ میں متعین حدود سے باہر تمام ریاستی امور خود اپنی مرضی سے چلاتی ہے۔ ہر ریپبلک کا اپنا آئین ہے جو ایک طرف تو سوویت یونین کے آئین کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دوسری طرف ریپبلک کی انفرادی حیثیت برقرار رکھتا ہے۔

ازبکستان ان تمام مسائل کے حل میں شریک ہوتا ہے جو سوویت یونین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوویت یونین کی اعلی سوویت، سوویت یونین کی اعلی سوویت کے پریزیڈیم، سوویت یونین کی حکومت اور سوویت یونین کے دوسرے اداروں میں بھی ازبکستان کو نمائندگی دی جاتی ہے۔ دوسری ریپبلکوں کی طرح ازبکستان بھی اپنے علاقے میں مربوط اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ سوویت یونین کے اختیارات کو اپنے علاقے میں روبہ عمل لانے میں مدد دیتا ہے اور سوویت یونین کے ریاستی اقتدار اور انتظامیہ کے اعلی اداروں کے فیصلوں کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

ازبکستان کی سرحدوں میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ دوسری ریپبلکوں کے ساتھ ملحقہ سرحدوں میں متعلقہ ریپبلکوں کی رضامندی سے ردوبدل ممکن ہے مگر سوویت یونین کی طرف سے اس کی توثیق ضروری ہے۔ ازبکستان کی سرزمین کی ضلعوں، تحصیلوں وغیرہ میں تقسیم ازبکستان کا داخلی معاملہ ہے۔ نظم و نسق سے متعلق دیگر مسائل ازبکستان کی حکومت خود حل کرتی ہے۔

سوویت یونین کے آئین کی دفعہ ۸۰ کے مطابق ازبکستان کو دوسرے ممالک سے رابطے قائم کرنے کا حق حاصل ہے اور سفارتی نمائندوں اور قونصل خانوں کی معرفت ازبکستان دوسری حکومتوں کے ساتھ معاہدے کر سکتا ہے۔ اسی دفعہ کے مطابق سوویت ازبکستان بین الاقوامی تنظیموں کی کارروائیوں میں بھی شریک ہو سکتا ہے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریپبلک کی اعلی سوویت ازبکستان میں ریاستی اقتدار کا اعلی ادارہ ہے۔ وہ ان تمام مسائل کو حل کرنے کا اختیار رکھتی ہے جو یونین ریپبلک کو سوویت یونین اور ازبکستان کے آئینوں کے مطابق چلانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ازبکستان کی اعلی سوویت ۱۸ سال سے اوپر کی عمر کے شہریوں کے ووٹ سے پانچ سال کے لئے منتخب ہوتی ہے۔

ازبکستان میں قوانین ازبکستان کی اعلی سوویت منظور کرتی ہے یا ازبکستان کی اعلی سوویت کے مشورے اور فیصلے کے مطابق عوامی رائے شماری یعنی ریفرینڈم کے ذریعے منظور کئے جاتے ہیں۔

ازبکستان کی اعلی سوویت کے ۴۷۰ اراکین ہیں۔ ان میں ۱۰۲ مزدور، ۱۲۵ اجتماعی فارموں کے کسان اور ۱۶۴ خواتین شامل ہیں۔ ازبکستان کی اعلی سوویت مجلس صدارت کا انتخاب کرتی ہے جو ازبکستان کی اعلی سوویت کا مستقل کام کرنےوالا ادارہ ہوتا ہے۔ مجلس صدارت اپنی کارروائیوں کے لئے اعلی سوویت کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔ ازبکستان کی اعلی سوویت کی مجلس صدارت صدر اور صدر کے نائبین کا انتخاب کرتی ہے۔ ازبکستان کی اعلی سوویت کا صدر ازبکستان کی اعلی سوویت کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے اور اس کے اندرونی امور چلاتا ہے۔

ازبکستان کی اعلی سوویت کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہوتا ہے۔ ازبکستان کی اعلی سوویت کی مجلس صدارت معمول سے ہٹ کر بھی اجلاس طلب کر سکتی ہے مگر اس کے لئے ریپبلک کی اعلی سوویت کے کم از کم ایک تہائی اراکین کی تحریک یا حمایت ضروری ہے۔

ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک میں قانون سازی کی تحریک کرنے کا حق مندرجہ‌ذیل اداروں کو حاصل ہے : اعلی سوویت کی مجلس صدارت، ازبکستان کی وزارتی کونسل، خوداختیار ریپبلک کے ریاستی اقتدار کے اعلی ادارے، ازبکستان کی اعلی سوویت کے مستقل اور دیگر کمیشن، ازبکستان کی عدالت عالیہ، ازبکستان کا اٹارنی۔

سماجی تنظیمیں بھی اپنے اختیارات کی حدود میں قانون‌سازی کی تحریک کا حق استعمال کر سکتی ہیں۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## رپبلک کی انتظامیه کے اعلی ادارے

ازبکستان کی اعلی سوویت وزارتی کونسل قائم کرتی ھے۔ یه وزارتی کونسل ازبکستان کی حکومت کہلاتی ھے جو رپبلک میں ریاستی اقتدار کے انتظامی امور کا اعلی اداره ھے۔ وزارتی کونسل ازبکستان کی اعلی سوویت کے ماتحت اور اس کے سامنے جوابده ھوتی ھے۔ تاھم جب اعلی سوویت کا اجلاس نہیں ھوتا ھے تو وزارتی کونسل ازبک رپبلک کی اعلی سوویت کی مجلس صدارت کے تحت کام کرتی ھے اور اسی کے سامنے جوابده ھوتی ھے۔ ازبکستان کی وزارتی کونسل سوویت یونین اور ازبکستان کے قوانین اور سوویت یونین کی وزارتی کونسل کے فیصلوں اور احکام کی روشنی میں خود هدایات جاری کرتی ھے، ان پر عمل درآمد کراتی ھے اور نگرانی رکھتی ھے۔

ازبکستان کی وزارتی کونسل ازبک رپبلک میں مشتمل قراقل پاک خوداختیار رپبلک کی وزارتی کونسل کے فیصلوں اور احکام پر عمل درآمد پر اثرانداز ھو سکتی ھے۔ اس کے علاوه وزارتی کونسل ضلع، شہر اور تحصیل کی سطح پر عوامی سوویتوں کی انتظامیه کمیٹیوں کے فیصلوں اور هدایات کو مسترد کر سکتی ھے۔

ازبکستان کی وزارتی کونسل یونین رپبلک اور خوداختیار رپبلک کی وزارتوں، رپبلک کی سرکاری کمیٹیوں اور دیگر اپنے ماتحت محکموں کو هدایات جاری کرتی ھے۔ یونین رپبلک کی وزارتیں اور رپبلک کی سرکاری کمیٹیاں انتظام کے اپنے ذمه شعبوں کی نگرانی کرتی ھیں یا بین محکمه‌جاتی کام چلاتی ھیں۔ یه وزارتیں یا کمیٹیاں بیک وقت رپبلک کی وزارتی کونسل، سوویت یونین کی یونین رپبلکوں کی وزارت یا سوویت یونین کی سرکاری کمیٹی کے تابع ھوتی ھیں۔

ازبکستان کی وزارتیں اور سرکاری کمیٹیاں ازبکستان کی وزارتی کونسل کے تابع رھتے ھوئے انتظام کے اپنے ذمه شعبوں کی رهنمائی کرتی ھیں یا بین محکمه‌جاتی کام کرتی ھیں۔

اس وقت ازبکستان میں قراقلپاک خوداختیار سوویت سوشلسٹ رپبلک اور گیاره انتظامی علاقے ھیں۔ علاقوں کے نام یه ھیں: اندیجان، بخارا، جیزاک، کشکادریا، نمنگان، سمرقند، سرخان‌دریا، سیردریا، تاشقند، فرغانه اور خوارزم۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## خوداختیار ریپبلک میں ریاستی اقتدار کے اعلی ادارے

قراقلپاک خوداختیار سوویت سوشلسٹ ریپبلک میں ریاستی اقتدار کا سب سے اعلی ادارہ ریپبلک کی اعلی سوویت ہے جس کو ریپبلک کے عوام پانچ سال کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل فرائض کی انجام‌دہی صرف خوداختیار ریپبلک کی اعلی سوویت کے‌لئے مخصوص ہے: خوداختیار ریپبلک کے آئین کو منظور کرنا اور اس میں ترمیمیں کرنا، اقتصادی اور سماجی ترقی کے ریاستی منصوبوں اور خوداختیار ریپبلک کے ریاستی بجٹ کی توثیق کرنا، اس کے ماتحت اداروں اور محکموں کو تشکیل دینا۔

خوداختیار ریپبلک کی اعلی سوویت خوداختیار ریپبلک کے قوانین منظور کرتی ہے۔ خوداختیار ریپبلک کی اعلی سوویت اپنی مجلس صدارت کا انتخاب کرتی ہے اور وزارتی کونسل بناتی ہے۔ یہ وزارتی کونسل خوداختیار ریپبلک کی حکومت ہوتی ہے جو خود اختیار ریپبلک کی ریاستی اقتدار کے انتظامی امور کا اعلی ادارہ ہے۔

خوداختیار ریپبلک کی وزارتی کونسل خود اختیار ریپبلک کی اعلی سوویت کے ماتحت ہوتی ہے اور اسی کے سامنے جوابدہ ہے۔ تاہم جب اعلی سوویت کا اجلاس نہیں ہوتا ہے تو وزارتی کونسل اعلی سوویت کی مجلس صدارت کے ماتحت کام کرتی ہے اور اس کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔

خوداختیار ریپبلک کی وزارتی کونسل سوویت یونین، ازبکستان اور قراقل‌پاک کے قانون اور سوویت یونین کی وزارتی کونسل اور ازبکستان کی وزارتی کونسل کے فیصلوں اور احکام کی روشنی میں خود ہدایات جاری کرتی ہے، ان پر عمل‌درآمد کراتی ہے اور نگرانی رکھتی ہے۔ خوداختیار ریپبلک کی وزارتی کونسل اپنے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے عوامی نمائندوں کی شہری اور ضلعی انتظامی کمیٹیوں کے فیصلوں اور احکام کو مسترد کرنے کا حق رکھتی ہے۔

خوداختیار ریپبلک کی وزارتی کونسل خوداختیار ریپبلک کی وزارتوں، ریاستی کمیٹیوں اور دیگر ماتحت محکموں کو ہدایات جاری کرتی ہے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خود اختیار ریپبلک کی وزارتیں اور ریاستی کمیٹیاں انتظامیہ کے اپنے ذمہ شعبوں کی نگرانی کرتی ھیں یا بین محکمہ‌جاتی کام چلاتی ھیں۔ یہ وزارتیں اور کمیٹیاں بہ‌یک وقت خوداختیار ریپبلک کی وزارتی کونسل اور ازبکستان کی متعلقہ وزارت یا سرکاری کمیٹی کے حکم کی تابع ھوتی ھیں۔

## ریپبلک میں ریاستی اقتدار کے مقامی ادارے

ضلعوں، تحصیلوں، شہروں، شہری محلوں، قصبوں اور دیہاتوں میں عوامی نمائندوں کی متعلقہ سوویتیں ریاستی اقتدار کے مقامی اداروں کی حیثیت سے کام کرتی ھیں۔ ان سوویتوں میں عوامی نمائندوں کو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں بسنےوالے لوگ ڈھائی سال کی مدت کے لئے منتخب کرتے ھیں۔

عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتیں کل ملک کے اور الگ الگ شہریوں کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ھوئے، جو اس علاقے میں رھتے ھیں، مقامی نوعیت کے تمام مسائل حل کرتی ھیں، اعلی ریاستی اداروں کے فیصلوں پر عمل‌درآمد کرتی ھیں، نچلے اداروں کے کام کی رھنمائی کرتی ھیں، ریپبلک اور یونین سے متعلقہ مسائل پر غور و فکر میں شرکت کرتی ھیں، تمام مسائل کے حل کے لئے اپنی رائے کا اظہار کرتی ھیں۔

عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتیں اپنے حلقے میں ریاستی، معاشی اور سماجی و ثقافتی تعمیر کی رھنمائی کرتی ھیں، اقتصادی اور سماجی ترقی کے منصوبے اور مقامی بجٹ منظور کرتی ھیں، ماتحت سرکاری محکموں، اداروں، شعبوں اور تنظیموں کی رھنمائی کرتی ھیں، قانون کا احترام، ریاستی و سماجی نظم و نسق کا تحفظ اوز شہریوں کے حقوق کی ضمانت دیتی ھیں۔

عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتیں اپنے دائرۂ اختیار میں اپنے حلقے میں مربوط اقتصادی و سماجی ترقی کے حالات پیدا کرتی ھیں، اپنے حلقے کے ان محکموں، اداروں اور تنظیموں میں قانون کے نفاذ پر نظر رکھتی ھیں جو بالا اداروں کے ماتحت ھوتے ھیں۔ اس کے علاوہ عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتیں مفید مقاصد کے لئے زمین کے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ستعمال، ماحول کے تحفظ، تعمیرات، ذرائع محنت سے استفادہ، عام استعمال کی اشیاء کی پیداوار، عوام کے لئے رفاہ عامہ اور سماجی بہبود جیسے کاموں میں ان محکموں، اداروں اور تنظیموں کے درمیان رابطہ پیدا کرتی ہیں اور ان کی کارکردگی پر نگاہ رکھتی ہیں۔

عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتوں کے انتظامی امور چلانے کے لئے نمائندوں ہی سے منتخب افراد پر مشتمل عاملہ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ یہ عاملہ کمیٹیاں صدر، صدر کے نائبین، سکریٹری اور اراکین پر مشتمل ہوتی ہیں۔ عاملہ کمیٹیاں سال میں کم از کم ایک مرتبہ اپنی رپورٹ سوویت کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ اس طرح کی رپورٹ وہ محنت کشوں کے گروپوں کے جلسوں اور شہریوں کے رہائشی علاقوں کے اجتماعات میں بھی پیش کرتی ہیں۔

عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتوں کی انتظامیہ کمیٹیاں یوں تو براہ‌راست اپنی سوویت کے ماتحت ہوتی ہیں جو ان کا انتخاب کرتی ہے۔ تاہم اعلی انتظامی ادارے بھی ان کی کارکردگی پر نظر رکھتے ہیں۔ عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتوں کی مدت ختم ہو جانے کے بعد بھی انتظامیہ کمیٹیاں اس وقت تک اپنی حیثیت برقرار رکھتی ہیں جب تک عوامی نمائندوں کی نئی منتخب شدہ سوویتوں کی طرف سے انتظامی اداروں کے لئے انتخابی اجلاس کا انعقاد نہیں ہوتا۔

انتظامی کمیٹیوں کے محکمے اور شعبے علاقوں، ضلعوں، تحصیلوں، شہروں اور شہری محلوں کی عوامی نمائندوں کی سوویتیں بناتی ہیں۔ ایک طرف تو یہ محکمے اور شعبے سوویتوں اور ان کی انتظامی کمیٹیوں کے ماتحت ہوتے ہیں اور دوسری طرف متعلقہ بالا سرکاری محکمہ بھی ان پر نگاہ رکھتا ہے۔

## انصاف اور عدلیہ

ازبکستان میں عدل و انصاف کے تقاضے عدالتوں میں پورے کئے جاتے ہیں۔ یہ عدالتیں مختلف درجوں کی ہوتی ہیں: ازبکستان کی عدالت عالیہ، قراقلپاک کی عدالت عالیہ، ضلعی، علاقائی، شہری اور محلوں کے عوامی عدالتیں۔

تمام عدالتیں منتخب ججوں اور عوامی نمائندوں کی بنیاد پر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قائم ھیں۔ محلوں (شہری) اور عوامی عدالتوں کے عوامی جج محلے (شہر) کے ووٹروں کی عام، براہ‌راست اور مساوات کی بنیاد پر خفیہ رائے شماری کے ذریعے پانچ سال کی مدت کے لئے منتخب کئے جاتے ھیں۔ محلوں (شہری) کی عوامی عدالتوں کے تشخیص کنندے شہریوں کی جائے ملازمت یا جائے رھائش پر منعقدہ اجلاسوں میں کھلی رائےشماری کے ذریعے ڈھائی سال کی مدت کے لئے منتخب کئے جاتے ھیں۔ بالا عدالتوں کا انتخاب متعلقہ عوامی نمائندوں کی سوویتیں پانچ سال کی مدت کے لئے کرتی ھیں۔

ازبکستان کی عدالت عالیہ ازبکستان میں عدلیہ کا سب سے بڑا ادارہ ھے اور ازبکستان کی عدالتوں کی عدل و انصاف کی کارروائیوں پر نگاہ رکھتی ھے۔ ازبک سوویت سوشلسٹ رپبلک کی عدالت عالیہ کا انتخاب ازبکستان کی اعلی سوویت کرتی ھے۔ عدالت عالیہ صدر، صدر کے نائبین، اراکین اور عوامی تشخیص کنندوں پر مشتمل ھوتی ھے۔

تمام عدالتوں میں دیوانی اور فوجداری مقدمات پر مشترکہ طور پر غور کیا جاتا ھے۔ ابتدائی درجے کی عدالت میں عوامی تشخیص کنندوں کو شامل تفتیش کیا جاتا ھے۔ عدالتی فیصلوں پر پہنچنے کے لئے عوامی تشخیص کنندوں کو ججوں کے تمام اختیارات حاصل ھوتے ھیں۔ ازبکستان میں عدل و انصاف قانون اور عدلیہ کی نظر میں شہریوں کے یکساں حقوق کے اصولوں کی بنیاد پر کیا جاتا ھے۔ تمام عدالتوں میں مقدموں کی سماعت کھلی عدالت میں کی جاتی ھے۔ عدالت کی بند کمرے میں کارروائی سننے کی اجازت صرف قانون سے پیش کردہ موقعوں پر اور کارروائی کے تمام اصولوں کو پیش نظر رکھ کر کی جا سکتی ھے۔ ملزم کو اپنی مدافعت کرنے کا حق دیا جاتا ھے۔ کسی شخص نے جرم کا ارتکاب کیا ھے یا نہیں؟ اور اگر کیا ھے تو وہ کونسی اور کتنی سزا کا مستحق ھے؟ اس کا فیصلہ صرف عدالت ھی اور قانون کے مطابق کرتی ھے۔

تمام وزارتوں، سرکاری کمیٹیوں، محکموں، اداروں، شعبوں، تنظیموں، عوامی نمائندوں کی مقامی سوویتوں کی عاملہ و تنظیمی کمیٹیوں، اجتماعی فارموں، امداد باھمی وغیرہ کے اداروں، ذمہ‌دار افراد اور ازبکستان کے عام شہریوں کی طرف سے قانون پر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمل کرنے کے کام کی اعلی ترین سطح پر اٹارنی جنرل سوویت یونین براہ‌راست نگرانی کرتا ہے یا بالواسطہ نگرانی کے لئے وہ یہی کام اٹارنی ازبکستان یا مزید نیچے کی سطح کے اٹارنیوں کے سپرد کر دیتا ہے۔

ازبک سوویت سوشلسٹ رپبلک، قراقلپاک خوداختیار رپبلک اور اضلاع کے اٹارنیوں کا تقرر اٹارنی جنرل سوویت یونین کرتا ہے۔ تحصیلوں اور شہروں کے اٹارنیوں کا تقرر تو اٹارنی ازبکستان کرتا ہے مگر اس کی توثیق اٹارنی جنرل سوویت یونین سے کرانی پڑتی ہے۔ اٹارنی ازبکستان اور نچلی سطح کے اٹارنیوں کے اختیارات کی مدت پانچ سال ہے۔

ازبکستان میں اپنے قیام کے دوران میں نے اپنے مشاہدات سے ایک نتیجہ نکالا: سوویت یونین میں عوام کا حقیقی اقتدار ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# تیسرا باب

# دست کاری سے پیچیدہ مشین سازی تک عبور

## اکتوبر انقلاب سے قبل ازبکستان میں صنعت کا حال

۱۹۱۷ء کے اکتوبر انقلاب سے قبل ان علاقوں کی معیشت کا انحصار جو اس وقت ازبکستان پر مشتمل ہیں زیادہ‌تر زراعت پر تھا۔ کھیتی باڑی کرنا اور مویشی پالنا عوام کے ذرائع معاش تھے۔ جہاں تک معیشت کی دوسری اہم شاخ یعنی صنعت کا تعلق ہے تو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ازبکستان میں صنعت محض برائے نام تھی۔

انقلاب سے قبل کل ملاکر چھوٹے ۴۲۵ کارخانے تھے۔ ان میں دو تہائی کارخانے زرعی خام مال سے چلتے تھے۔ ان کارخانوں میں فرسودہ مشینری، غیرتربیت‌یافتہ کاریگر تھے۔ یہ سارے کے سارے کارخانے چند سرمایہ‌داروں کی نجی ملکیت تھے۔ مزدور طبقہ تقریباً ناپید تھا۔ ۹۹ فیصد عوام ان کارخانوں کی پیداوار سے محروم تھے۔ زیادہ‌تر کارخانے کپاس بیلنے اور بنولہ سے تیل نکالنے کے تھے۔ روئی خام مال کی طرح برآمد کر دی جاتی تھی۔ باہر بھیجا جانے‌والا یہ مال تو غریب کسانوں کے خون پسینے کی کمائی ہوتی مگر جو سامان باہر سے منگوایا جاتا اس میں سرخی پوڈر اور امیروں کی عیش و عشرت کا دوسرا سامان ہوتا تھا۔

ایک دو شہروں میں بجلی گھر ضرور تھے مگر ان سے پیدا ہونے‌والی بجلی صرف امرا کو فراہم کی جاتی تھی۔ عام گھروں میں نباتاتی تیل جلاکر روشنی کی جاتی تھی۔ تاہم بعد میں شہروں میں کہیں کہیں مٹی کا تیل دستیاب تھا۔ ہوائی جہاز اور موٹرگاڑیاں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھیں نہ ہوائی اڈے اور پکی سڑکیں - صرف ایک ریلوے لائن تھی - آمدورفت اور رسل و رسائل کا کام اونٹ، گھوڑے اور گدھے سے لیا جاتا تھا - کمہار کے بنے ہوئے مٹی کے برتن استعمال میں لائے جاتے تھے - جولاھا کھڈی پر کپڑا بنتا تھا اور یہی کپڑا استعمال کیا جاتا تھا - کھیتی باڑی کے لئے دقیانوسی اوزار تھے - ہل کھینچنے کے لئے کھیتوں میں بیلوں اور دوسرے جانوروں سے کام لیا جاتا تھا - کدال اور پھاوڑے باھر سے منگوائے جاتے تھے - رھائش کے لئے کچے مکان یا گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تھیں - زیادہ تر لوگ زراعت پیشہ تھے مگر بہت سے مویشی پالتے تھے اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے - زراعت پیشہ لوگ خام کپاس اور دیگر زرعی اجناس سستے داموں پر فروخت کرکے ضرورت کی چیزیں مہنگے داموں پر خریدتے تھے - معیار زندگی اتنا پست تھا کہ صنعتی مصنوعات کے لئے عام آدمی کے پاس نہ قوت خرید تھی، نہ ان کے استعمال کا شعور -

یہ ضروری نہیں کہ کوئی قوم ھمیشہ کے لئے پستی کے گڑھے میں پڑی رھے - ھر قوم کو قدرت ترقی کرنے کا موقع فراھم کرتی ھے - اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ھر چیز بتدریج ترقی کرتی ھے مگر اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ انقلابات زمانہ میں معجزے بھی ظہورپذیر ھوتے رھتے ھیں - ازبکستان اسی معجزے کی ایک مثال ھے - روس میں ۱۹۱۷ء کے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب نے ازبکستان کو صدیوں کی نیند سے جگایا - جب روس میں ترقی کے جدید دور کا سورج طلوع ھونےوالا تھا اسی وقت ازبکستان میں جہالت کی تیرگی دم توڑنےوالی تھی - پھر جب انقلاب کے بعد روسی عوام بلندیوں پر پرواز کے لئے پر تولنے لگے تو ازبک عوام استحصالی طاقتوں کی صدیوں پرانی زنجیروں سے آزاد ھو گئے اور ازبکستان میں ترقی کا ایسا دور آیا جس کے باعث ازبک قوم دیکھتے ھی دیکھتے فرش سے عرش پر پہنچ گئی - صنعت کا پہیہ اس تیزرفتاری سے گھومنے لگا کہ عقل انگشت بدندان رہ گئی -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## اکتوبر انقلاب کے بعد صنعتی ترقی کا دور

جب سوویت یونین کے گوشے گوشے میں بشمول ازبکستان اکتوبر انقلاب کامیابی سے ھمکنار ھو گیا تو نئی سماجی و اقتصادی تبدیلیوں کا رونما ھونا ناگزیر تھا۔ سوویت اقتدار کے وجود میں آنے کے بعد جب حکومت نے وسطی ایشیا کے پسماندہ علاقوں میں صنعتی ترقی کی طرف توجہ دی تو اس کے سامنے تین اھم مقاصد تھے:

- وسطی ایشیا کو صنعتی اعتبار سے جتنی جلدی ممکن ھو ملک کے مغربی حصوں کی سطح کے برابر لایا جائے۔
- ابتدا میں وہ صنعتیں قائم کی جائیں جن کے لئے خام مال مقامی طور پر دستیاب ھو۔
- مقامی باشندوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں تربیت دے کر صنعتی ادارے چلانے کے قابل بنایا جائے۔

اکتوبر انقلاب کے بعد ازبکستان کی صنعتی ترقی بڑی تیزی سے ھوئی۔ ۱۹۲۴ء کے مقابلے میں (جب ازبک سوویت سوشلسٹ رپبلک قائم کی گئی تھی) ازبکستان کی صنعتی پیداوار کی مجموعی صلاحیت ۱۷۶ گنی بڑھ گئی۔ حال میں جمہوریہ کے صنعتی ادارے دو دن میں اتنی مصنوعات تیار کرتے ھیں جتنی پورے ۱۹۲۴ء کے دوران میں نہیں ھوئی تھیں۔

جمہوریہ میں ۱۵۰۰ سے زیادہ بڑے صنعتی ادارے ھیں۔

صنعتی پیداوار کی خاص شاخوں کی پیداوار کی ترقی کی تصویر گوشوارہ نمبر ایک سے عیاں ھوگی۔

اب صنعتوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ھے کہ وہ کسی ایک جگہ مرکوز نہیں ھیں۔ ۱۹۱۳ء میں ۷۰ فیصد صنعتیں صرف فرغانہ وادی میں تھیں جب کہ آجکل تاشقند اور اس کا گردونواح اھم صنعتی علاقہ ھے۔ سمرقند اور بخارا علاقوں میں بھی زبردست صنعتی ترقی ھوئی ھے۔ ازبکستان کے جنوبی علاقوں میں بھی کئی صنعتیں قائم کی گئی ھیں۔ صنعتی ترقی میں بھاری صنعت اور پیچیدہ مشین‌سازی کو خاص مقام حاصل ھے۔

بجلی کی صنعت بڑی تیزی سے ترقی کر رھی ھے۔ ۱۹۱۳ء میں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

گوشوارہ نمبر ایک۔

## بنیادی صنعتی مصنوعات کی پیداوار

| | ۱۹۱۳ء | ۱۹۴۰ء | ۱۹۵۰ء | ۱۹۶۰ء | ۱۹۷۰ء | ۱۹۷۸ء |
|---|---|---|---|---|---|---|
| برقی قوت (کلوواٹ گھنٹے ارب میں) | ۰٫۰۰۳ | ۰٫۰۵ | ۲٫۷ | ۵٫۹ | ۱۸٫۳ | ۳۳٫۶ |
| تیل (ہزار ٹن میں) | ۱۳٫۲ | ۱۱۹ | ۱۳۴۲ | ۱۶۰۳ | ۱۸۰۵ | ۱۰۵۵ |
| گیس (لاکھ مکعب میٹر میں) | — | ۷ | ۵۲۲ | ۴۴۷۰ | ۳۲۰۹۴۰ | — |
| کوئلہ (ہزار ٹن میں) | — | ۳٫۴ | ۱۴۷۵ | ۳۴۱۰ | ۳۷۴۷ | — |
| فولاد (ہزار ٹن میں) | — | ۱۱٫۴ | ۱۱۹ | ۲۹۷ | ۳۸۹ | — |
| آهنی دھاتیں (ہزار ٹن میں) | — | — | ۷۶ | ۱۹۲ | ۳۲۱٫۸ | — |
| کیمیائی کھادیں (ہزار ٹن میں) | — | ۱٫۶ | ۵۲۲ | ۱۱۲۱ | ۴۰۹۱ | ۶۰۰۴ |
| ٹریکٹر (ہزار میں) | — | — | — | ۸ | ۲۱٫۱ | ۲۲٫۵ |
| کپاس چننے کی مشینیں | — | ۵ | ۴۶۴۱ | ۳۱۸۴ | ۵۹۲۱ | ۸۸۰۰ |
| کپاس میں نلائی کے آلات (ہزار میں) | — | ۱٫۹ | ۷٫۸ | ۱۰ | ۲۰٫۱ | ۲۰٫۹ |
| سوت کاتنے کی مشینیں | — | — | ۸۷۰ | ۴۱۹ | ۸۱۱ | ۱۷۸۰ |
| ایکسکویٹر | — | — | ۱۳۴ | ۷۰۰ | ۱۰۲۵ | ۱۵۰۱ |
| کرینیں | — | — | ۱۹۹ | ۶۷۰ | ۸۷۱ | ۱۳۳۴ |
| گھریلو ریفریجریٹر (ہزار میں) | — | — | — | ۶٫۵ | ۵۷٫۲ | ۷۸٫۸ |
| سیمنٹ (ہزار ٹن میں) | — | ۲۶۷ | ۳۵۶ | ۱۱۹۰ | ۳۱۹۶ | — |
| سوتی دھاگہ (ہزار ٹن میں) | ۱۷۸ | ۵۳۴ | ۶۵۰ | ۱۰۶۴ | ۱۳۸۴ | ۱۷۶۵ |
| خام ریشم (ٹن) | — | ۶۹۳ | ۷۶۲ | ۸۵۶ | ۱۱۷۲ | ۱۶۳۳ |
| سوتی پارچات (لاکھ مربع میٹر میں) | — | ۱۰۷۰ | ۱۶۱۰ | ۲۳۵۰ | ۲۱۰۰ | ۱۸۰۷ |
| ریشمی پارچات (لاکھ مربع میٹر میں) | — | ۵۰ | ۹۰ | ۲۴۰ | ۵۰۰ | ۱۱۰۹ |
| چمڑے کے جوتے (لاکھ جوڑوں میں) | — | ۳۸ | ۴۴ | ۱۱۴ | ۱۸۴ | ۲۸۰ |

3*



Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri
CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبکستان میں صرف چند چھوٹے بجلی گھر تھے۔ تاشقند کے قریب بازسو نامی پہلے پن بجلی گھر نے ۱۹۲۶ء میں کام کرنا شروع کیا۔ ابتدائی پانچسالہ منصوبوں کے دوران ازبکستان میں عموماً اور ضلع تاشقند میں خصوصاً کئی پن بجلی گھروں کی تعمیر ہوئی جہاں بجلی گھروں کا چرچک بازسو نامی سلسلہ بنایا گیا تھا۔ ازبکستان کے سب سے بڑے حرارتی بجلی گھروں میں تاشقند کا (۹۰۶ ۱ لاکھ کلوواٹ)، آنگرین کا (۶۱۲ ۶ لاکھ کلوواٹ)، نوائی کا (۸۰۳ لاکھ کلوواٹ)، تاخیہ تاش کا (ساڑھے ۳ لاکھ کلوواٹ)، چارواک کا (۶ لاکھ کلوواٹ) اور زیر تعمیر سیردریا بجلی گھر (۴۴ لاکھ کلوواٹ) ہیں۔

بجلی کی پیداوار میں حرارتی بجلی گھروں کی اہمیت رفتہ رفتہ بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ قدرتی گیس کی دریافت اور پیداوار میں اضافہ ہے۔ اس کے برعکس پن بجلی گھروں کی اہمیت گھٹتی جا رہی ہے۔ قدرتی گیس کی دستیابی کے مراکز بخارا اور کشکا دریا ہیں۔ بخارا علاقے کے مقام گیسلی کے قریب سوویت یونین کا قدرتی گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ فرغانہ، سرخان دریا اور اندیجان کے اضلاع میں بھی گیس پائی گئی ہے۔ گیس کی منتقلی کا کام بڑی بڑی پائپ لائنوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ تیل نکالنے کے خاص مرکز فرغانہ وادی اور بخارا ضلع ہیں۔ اس تیل کو صاف کرنے کے کارخانے فرغانہ اور الطائی‌آریک شہروں میں واقع ہیں۔ سرخان‌دریا اور کشکادریا کے علاقوں میں بھی تیل دریافت ہوا ہے۔

صنعتی پیمانے پر کوئلہ نکالنے کا کام حب الوطنی کی جنگ عظیم کے دوران ہی شروع ہو گیا تھا۔ کوئلے کے ذخائر زمین میں زیادہ گہرے نہیں ہیں۔

بیک آباد میں ازبک دھات‌ساز کارخانے میں آہنی دھاتیں ڈھالی جاتی ہیں اور لوہا اور فولاد تیار کئے جاتے ہیں۔ غیر آہنی دھاتوں کی صنعت خاصی ترقی‌یافتہ ہے اور پورے سوویت یونین میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس ضمن میں دو کارخانے قابل ذکر ہیں یعفی المالک اور چرچک کے کارخانے۔ ازبکستان میں غیرآہنی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دھاتوں کی مختلف قسمیں پائی جاتی ھیں۔ ان دھاتوں سے کئی طرح کا سال تیار کیا جاتا ھے۔

۱۹۷۰ء تک ازبکستان کیمیائی صنعت کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔ صنعت کیمیا کے کارخانوں میں قدرتی گیس، تیل، کوئلہ، چونے کا پتھر، گندھک، غیرآھنی دھاتوں اور کپاس کی ذیلی مصنوعات استعمال کی جاتی ھیں۔ کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لئے کیمیائی کھادیں خاص طور پر بڑے پیمانے پر ضروری ھیں۔ اس کے لئے ازبکستان کے کارخانے کثیر مقدار میں نائٹروجن، سپرفاسفیٹ اور ایمونیا کھادیں تیار کرتے ھیں۔ کیمیائی کھادیں تیار کرنے کے لحاظ سے سوویت یونین میں ازبکستان کا چوتھا نمبر ھے۔ ھائیڈرولائس‌سز، مصنوعی دھاگا اور ریشہ، ربڑ کے جوتے اور پلاسٹک کا سامان تیار کرنے کے کارخانے دن رات کام کر رھے ھیں۔

مشین سازی کی صنعت نے بڑی تیزی اور وسعت سے ترقی کی ھے۔ اس صنعت کے تحت ۲۳۰ کارخانے پیداوار دے رھے ھیں۔ صنعت مشین سازی کی وہ شاخ بہت طاقتور ھے جس کا تعلق کپاس اگانے اور خام کپاس سے سال تیار کرنے سے ھے۔ زراعت میں کام آنےوالی مشینیں مندرجہ ذیل کارخانوں میں تیار کی جاتی ھیں: تاشقند زرعی مشینوں کا کارخانہ، ازبک زرعی مشینوں کا کارخانہ، چرچک زرعی مشینوں کا کارخانہ، تاشقند میں ٹریکٹر بنانے کا کارخانہ، تاشقند کیمیائی زرعی مشینوں کا کارخانہ اور دیگر کئی کارخانے۔

بجلی کاری کی صنعت کو فروغ دینے کے لئے یہ کارخانے مشینیں بناتے ھیں: تاشقند بجلی کے کیبل بنانے کا کارخانہ، تاشقند میں بجلی کی ٹکنیک اور مشینوں کے کارخانے، قوقند بجلی کی مشینوں کا کارخانہ، اندیجان میں بجلی کے آلات اور بجلی کے انجن بنانے کے کارخانے اور چرچک اور نمنگان میں بجلی کے ٹرانسفارمر بنانے کے کارخانے۔

ھلکی اور غذائی صنعتوں کےلئے سازوسامان اور روزمرہ کی زندگی میں گھریلو استعمال کے اوزار بنانے کے کارخانوں کے نام یہ ھیں: تاشقند ٹیکسٹائل مشینیں بنانے کا کارخانہ، قوقند ٹیکسٹائل مشینیں بنانے کا کارخانہ، اندیجان میں ''کاسونار،، کارخانہ، کتہ‌قرغان اور سمرقند میں سوتی کپڑے کی صنعت کے لئے مشینیں بنانے کے کارخانے، تاشقند اور سمرقند میں ریفریجریٹر بنانے کے کارخانے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

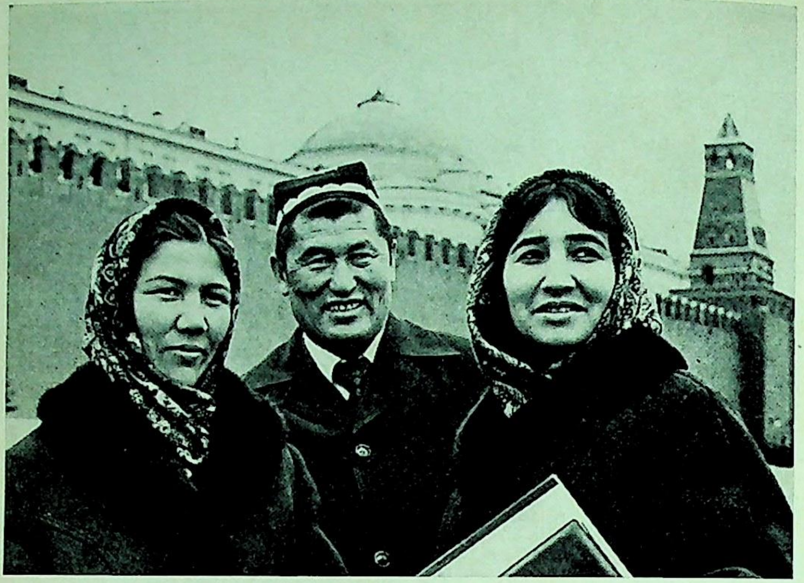

ازبک سوویت سوشلسٹ رپبلک کے نمائندے (بائیں سے دائیں طرف) اندیجان ضلع میں تیلمان نامی اجتماعی فارم کے میکینکوں کی سربراہ ترگانووا، اندیجان ضلع میں ''پراودا وستوکا'' اجتماعی فارم کے صدر ترسونوف اور اندیجان کارخانے ''الیکٹرواپارات'' کے مستریوں کے کمسومول گروپ کی سربراہ قدیرووا لال چوک میں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمام سوویت ریپبلکوں میں سوویت لوگ اس طرح سوویت یونین کی اعلی سوویت کے انتخاب کے لئے جاتے ھیں۔

ماسکو، ۱۸ اپریل، ۱۹۷۹ء۔سوویت یونین کی دسویں ← انعقاد کی اعلی سوویت کا پہلا اجلاس۔ بڑے کریملن محل کے ھال میں اعلی سوویت کے نمائندے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند ۔ تین بہنیں — سوویت یونین کی اعلی سوویت کی نمائندہ موجودہ سماتووا، ضلع سوویتوں کی نمائندہ مقصودہ عبدالسماتووا اور موہیزادہ عبدالسماتووا — اسکول نمبر ۱۱۵ کے پائنیروں کے ساتھ ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

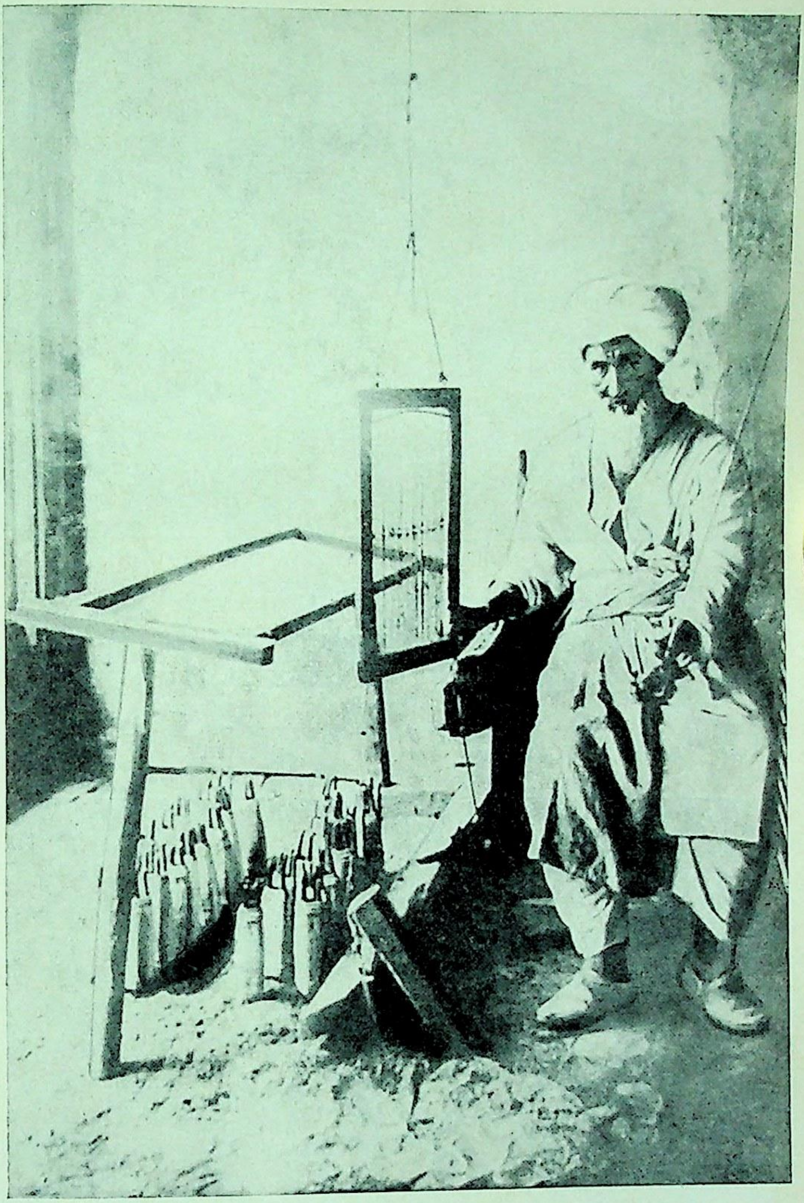

۲۰ ویں صدی کا آغاز ۔ فرغانہ کا جلاھا رنگ‌برنگ دھاگوں
سے اس طرح خوبصورت کپڑا بناتا تھا ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

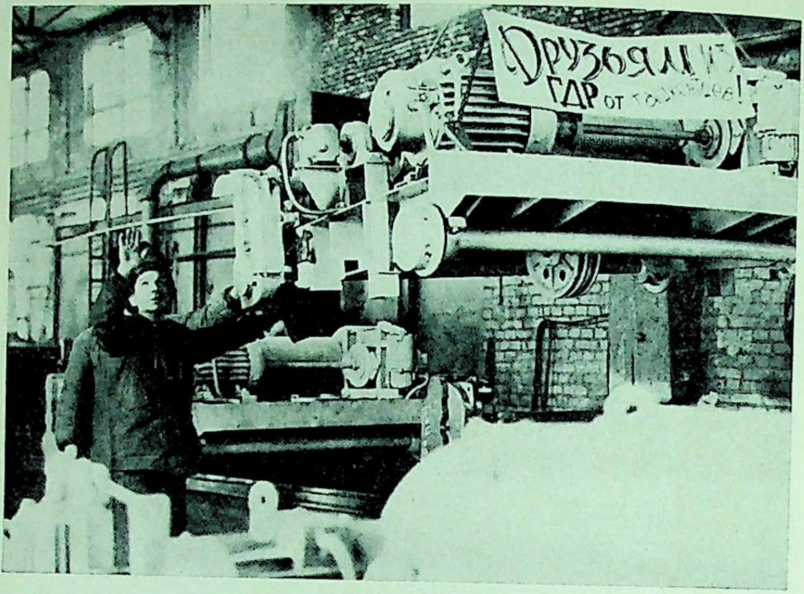

ازبکستان کے کارخانوں میں برآمد کے لئے زیادہ سامان تیار
کیا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

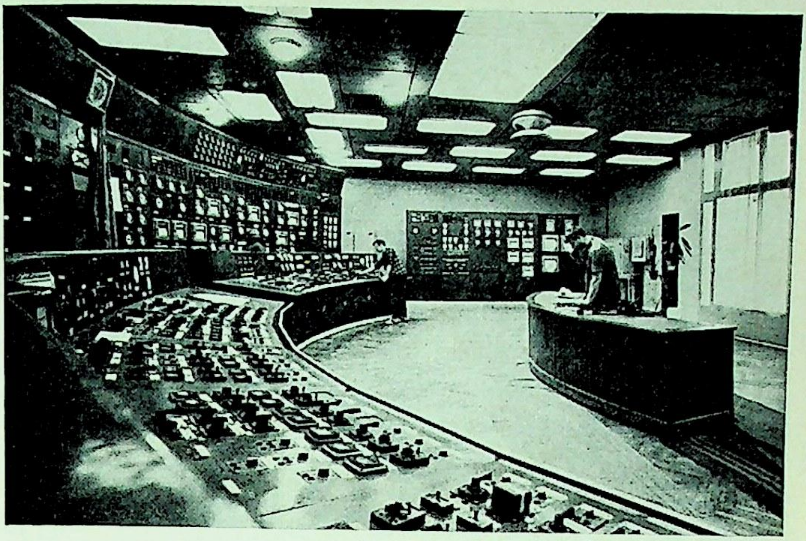

ازبکستان کے ایک بجلی گھر کے کنٹرول بورڈ کا منظر۔

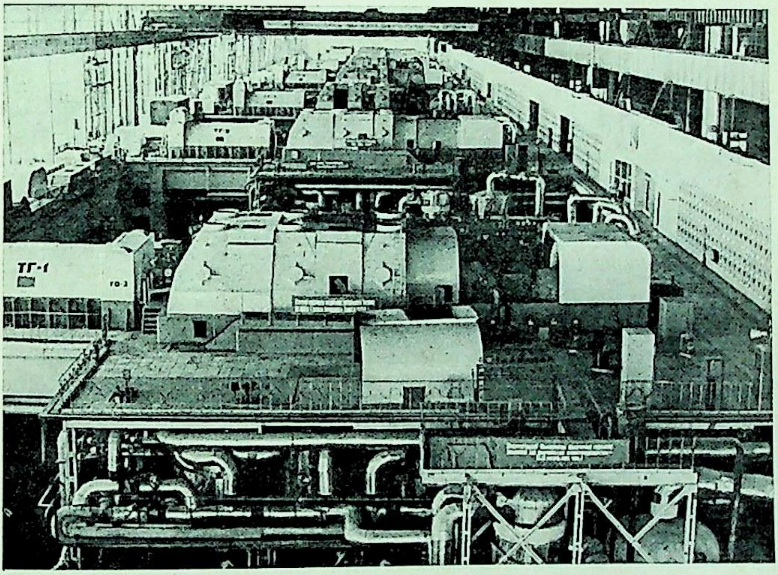


سیردرینسکایا حرارتی بجلی گھر کے مشینی هال میں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

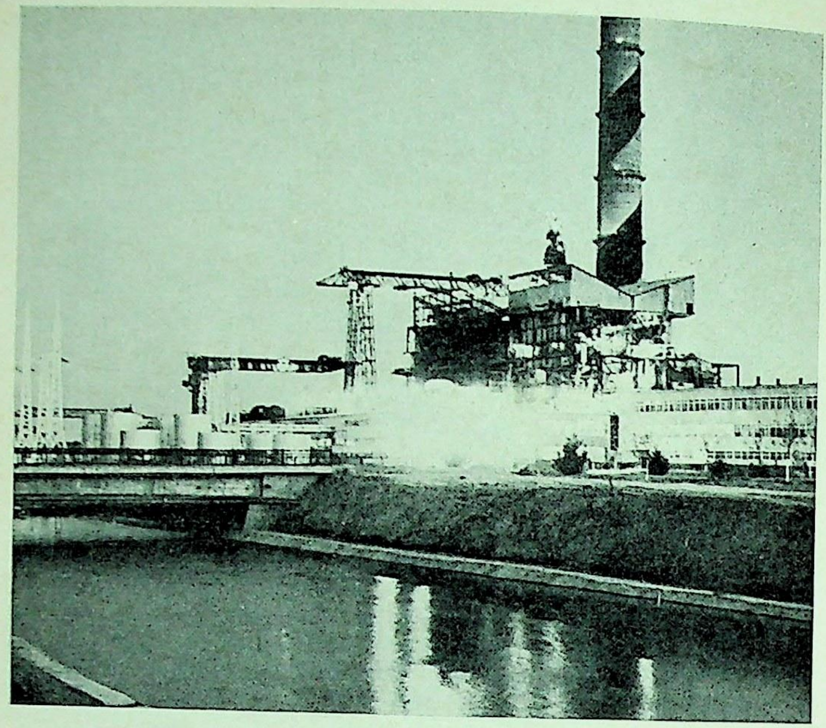

تاشقند کے حرارتی بجلی گھر کا نظارہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

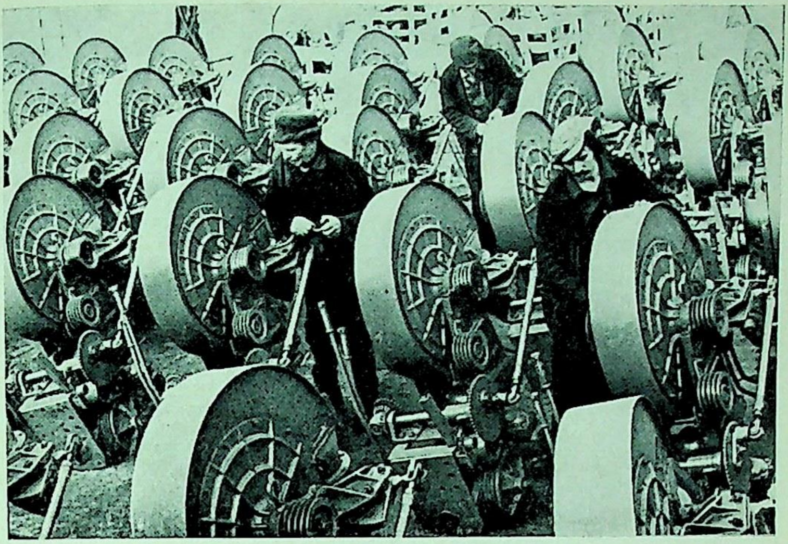

''تاش خیم سیلماش،، کارخانے کی ایک شاپ میں۔

← تاشقند کے کارخانے ''پودیمنیک،، میں بوجھ اٹھانے والے کرین تیار کئے جاتے ھیں جو کئی ملکوں کو برآمد ھوتے ھیں۔ برآمد کے شعبے کے سربراہ چیگودائیف (بائیں طرف) اور کارخانے کے نائب چیف انجینیر گونچاروف ایک آله کی جانچ کر رہے ھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

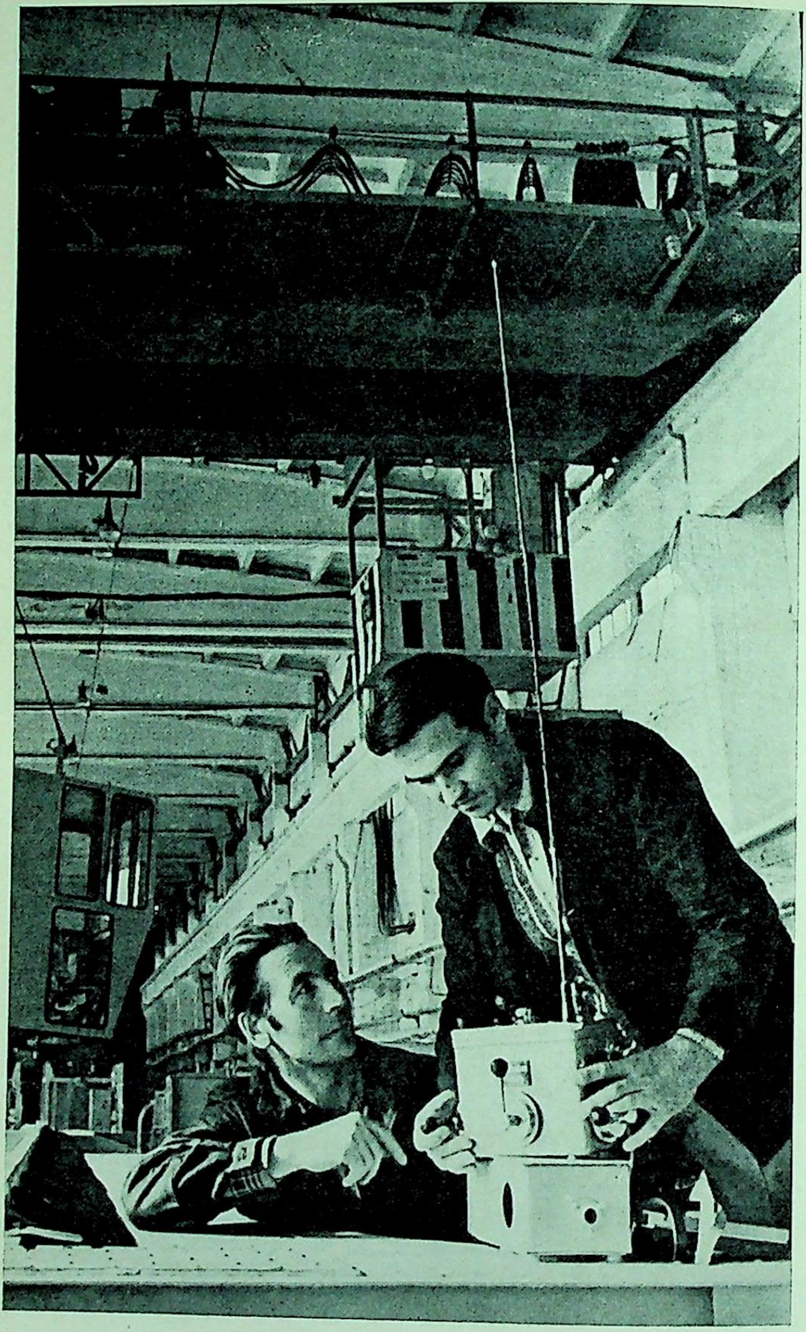

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

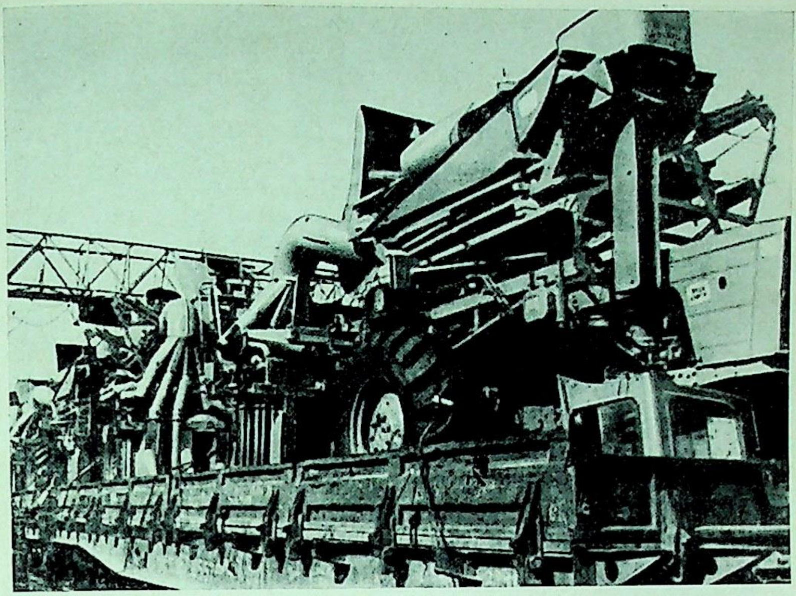

''تاش سیل ماش،، کارخانے میں کپاس چننے کی نئی قسم
کی مشینوں کی پیداوار شروع ہو گئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند کا چینی کے برتن بنانے والا کارخانہ ۔ رنگنے والی شاپ ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوشلسٹ محنت کی هیرو انعام یافته جورائیوا تاشقند ٹیکسٹائل
کارخانے نمبر ۲ میں کامیابی سے کام کر رهی هیں۔

← سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی ۲۰ ویں کانگرس کی
نمائندہ، ازبک سوویت سوشلسٹ رپبلک کی ۵۰ ویں سالگرہ
نامی نمنگان ریشمی کپڑوں کے کارخانے کی مزدور عورت یوسوپووا
کام کے اپنے تجربے کے بارے میں بتا رهی هیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بخارا۔ اکتوبر کی ۴۰ ویں سالگرہ نامی کپڑا سینے والا
کارخانہ۔ کارخانے کی ایک شاپ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

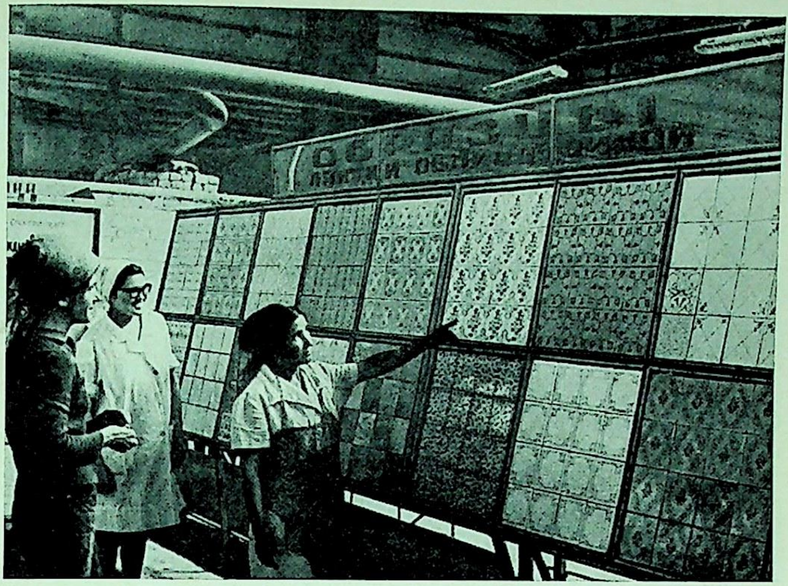

آنگرین میں مٹی کا سامان بنانےوالا کارخانہ ۔ سوویت
یونین کی ریاستی انعام یافتہ مزدور عورت پارپیئوا نوجوان
مزدوروں کو پٹریوں کے نمونے دکھا رہی ھیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

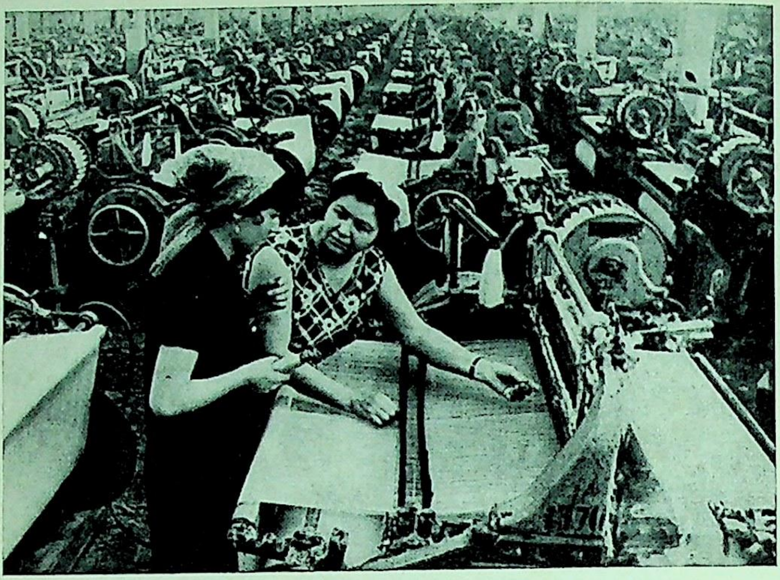

تاشقند ٹیکسٹائل کارخانے کی کپڑا بننے والی سوشلسٹ محنت کی ہیرو انعام یافتہ کازانتسیوا نوجوان مزدور عورت عبیدووا کے ساتھ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

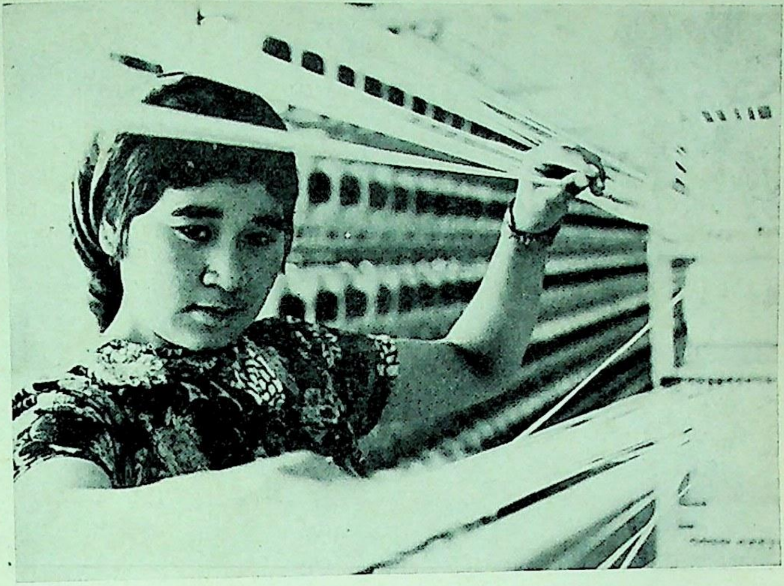

المالیک کے قالین بنانےوالے کارخانے کی ٹیکنالوجکل لائن سے پہلی قالینیں نکل رہی ھیں۔ مزدور عورت ماساتکولووا کام کر رہی ھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعمیراتی سامان تیار کرنے کی صنعت مقامی طور پر دستیاب خام مال استعمال کرتی ہے۔ اس صنعت کے کارخانے سیمنٹ، اینٹیں، چونا، ازبسٹس پائپ، سلیٹیں، سرامک، آرائشی سامان، لوہے اور سیمنٹ کی آمیزش سے تیار لنٹل، غسل خانے اور ٹوائلٹ میں کام آنے والا ساز و سامان، پلاسٹک کی بنی ہوئی مصنوعی روئی وغیرہ تیار کرتے ہیں۔

ہلکی صنعت میں کپاس بیلنے، ٹیکسٹائل، ہوزری، سلائی، چمڑا رنگنے اور جوتے بنانے کے کارخانے شامل ہیں۔ کپاس بیلنے کے ۱۰۰ سے زائد کارخانے ان علاقوں میں ہیں جہاں کپاس اگائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں یانگی یول، اندیجان، تاشلاک، بخارا اور کتہ قرغان کے کارخانے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صنعت پارچہ بافی کے لئے تاشقند اور فرغانہ کی ٹیکسٹائل ملیں، قوقند میں ہوزری کی مل اور نمنگان میں ریشمی کپڑے کی مل اتنی بڑی ہیں کہ اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ ۱۹۷۳ء میں سوتی کپڑے کا ایک بہت بڑا کارخانہ بنایا گیا۔ ریشمی کپڑے کی صنعت کے لئے مرغلان کا نام مشہور ہے۔ قوقند اور فرغانہ میں چمڑا رنگنے اور چمڑے کا سامان تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔

غذا کی اشیا مثلاً خوردنی تیل، مکھن، پنیر، دودھ، گوشت اور پھلوں اور سبزیوں کو ڈبوں میں بند کرنے کی صنعتیں بہت ترقی یافتہ ہیں۔ سوویت یونین میں نباتاتی تیل کی کل ضروریات کا ۱۳ فیصد ازبکستان پوری کرتا ہے۔ ازبکستان کی پھلوں اور سبزیوں کو ڈبوں میں بند کرنے کی صنعت پورے سوویت یونین میں اہمیت کی حامل ہے۔ اس صنعت کے کارخانے تاشقند، سمرقند اور دوسرے شہروں میں ہیں۔ مچھلی صاف کرنے کا ایک کارخانہ معین اکا میں ہے۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار اور حقائق سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ازبکستان میں صنعت کا پہیہ پورے زور سے گھوم رہا ہے۔ ازبکستان کے کونے کونے میں صنعتی کارخانوں کا جال بچھا ہوا ہے اور جابجا صنعتی علاقے قائم ہو گئے ہیں۔ مثلاً ضلع آنگرین میں المالک کا صنعتی علاقہ، ضلع فرغانہ میں مرغلان کا صنعتی علاقہ، ضلع بخارا میں نوائی کا صنعتی علاقہ وغیرہ وغیرہ۔ صنعتی علاقے ترقی کرتے کرتے صنعتی شہر بن گئے ہیں مثلاً چرچک، المالک، آنگرین، بیک آباد، نوائی، زرفشان، یانگی یول، شیرین وغیرہ۔ اگر غور سے دیکھا جائے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو صنعت کی اس طرح کی منصوبہ بندی سے ازبکستان کے ہر ضلع اور علاقہ کو ترقی کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوئے ہیں۔

سوویت اقتدار کے دوران ازبکستان میں صنعت کے ہر شعبے کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلےگا کہ ترقی‌یافتہ معیشت کے بڑے بڑے ستون مندرجہ ذیل صنعتیں ہیں: توانائی، کیمیا، کوئلہ، دھاتیں، الیکٹروٹکنیک، الیکٹرونکس اور مشین‌سازی۔ ان کے علاوہ صنعتی ترقی میں ہلکی صنعت اور غذائی صنعتیں بھی اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

## ازبکستان میں صنعتی اداروں کا انتظام

سوویت یونین میں زمین، تمام قدرتی وسائل اور تمام کارخانے اور ادارے قومی ملکیت ہیں۔

سوویت یونین میں سب کام کرنےوالوں کو محنت کے تحفظ، محنت کے اچھے حالات اور بڑھاپے میں یا معذوری کے موقع پر پنشن پانے* کی قانونی ضمانت کا حق ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ازبکستان میں صنعتی اداروں کا انتظام کیسے کیا جاتا ہے؟

کارخانہ ہو یا مل، ہر ادارے کا ایک سربراہ (ڈائریکٹر) ہوتا ہے جس کا تقرر مقامی ٹریڈیونین کی رضامندی سے متعلقہ وزارت کرتی ہے۔ ادارے کے سربراہ کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں مگر وہ تمام معاملات میں پارٹی کمیٹی کے سکریٹری اور مقامی ٹریڈیونین کمیٹی کے صدر کا صلاح مشورہ لیتا ہے۔ پارٹی اور ٹریڈیونین تنظیمیں ڈائرکٹر کو ادارے کے انتظام میں اور مصنوعات کی پیداوار کے مقررہ منصوبوں کو پورے کرنے میں ہر طرح کی مدد دیتی ہیں۔ پارٹی تنظیم کو ادارے کے سربراہوں کی نگرانی کرنے کا حق ہے۔

ٹریڈیونین تمام محنت‌کشوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔

---

*سوویت یونین میں بڑھاپے کی پنشن پانے کے لئے مردوں کی عمر ۶۰ سال ہے اور عورتوں کی ۵۵ سال۔ صنعت کی چند شاخوں میں مردوں اور عورتوں کی عمر اس سے پانچ سال کم ہے۔ (ایڈیٹر)



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر کسی مزدور کو کوئی شکایت ہو تو وہ ٹریڈیونین کے دفتر سے رجوع کرتا ہے۔ رہائشی مکانوں کا مسئلہ ہو، کسی صحت گاہ جانے کے لئے ٹکٹ کی ضرورت ہو یا ملازمت میں ترقی نہ ملنے کی شکایت ۔ سب کاموں کے لئے ٹریڈیونین ہی وہ ادارہ ہے جو متعلقہ مسائل حل کرتا ہے۔ ٹریڈیونین سب مزدوروں، ملازموں، انجینیروں وغیرہ کو ملازمت میں ترقی دینے میں مدد دیتی ہے۔

میں نے ذاتی طور پر دیکھا ہے کہ ایک ادارے کا ڈائرکٹر، پارٹی کمیٹی کا سکریٹری اور ٹریڈیونین کمیٹی کا صدر سب مل کر پیداواری منصوبوں کے اہم ترین مسائل حل کرتے تھے۔ یہ تینوں اشخاص بڑی مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اگر ڈائرکٹر اپنے فرائض پوری طرح سے انجام نہ دے تو اس کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ وہ ہر طریقے سے انصاف سے کام لیتا ہے۔ لوگوں کو شکایت کا موقع نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ سب کام کرنے والے انتظامیہ سے خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔

تمام اہم امور میں تینوں (ڈائرکٹر، پارٹی سکریٹری اور ٹریڈیونین کے صدر) کا فیصلہ متفقہ ہونا چاہئے۔ اگر کسی کام کرنے والے کو نا اہلی، بددیانتی یا اپنے فرائض منصبی میں مسلسل کوتاہی کے باعث ملازمت سے الگ کرنا مقصود ہو تو یہ کام آسان نہیں۔ کام کرنے والا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو ملازمت سے برخاست کرنے کے لئے ادارے کی ٹریڈیونین کمیٹی کی منظوری ضروری ہوتی ہے۔

متعلقہ وزارت ہر ادارے کی تجویزیں پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا پیداواری منصوبہ مقرر کرتی ہے۔ اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لئے تمام وسائل استعمال کئے جاتے ہیں۔ بالا ادارے وقتاً فوقتاً نچلے اداروں کی سرگرمی کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور اس غرض سے وہاں خاص کمیشن بھیجتے ہیں۔ پیداواری منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے ڈائرکٹر اپنے ادارے کے تمام محنت کشوں کا تعاون حاصل کرتا ہے، ادارے کی سرگرمی کے اہم ترین مسائل پر ان سے صلاح مشورہ کرتا ہے۔ پیداواری سرگرمی کے اہم ترین مسائل پر سربراہ عملے کے جلسوں اور پارٹی اور ٹریڈیونین کی تنظیموں کے جلسوں میں بحث مباحثہ کیا جاتا ہے۔ جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ پورے کئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی محنت کش مقررہ حد سے زیادہ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیداوار حاصل کرتا ہے تو نقدانعام، اعلے عہدے پر ترقی یا سند وغیرہ کی صورت میں اس کی ہمت‌افزائی کی جاتی ہے بلکہ ریڈیو، ٹی‌وی اور اخبارات میں اس کی کارکردگی کی تشہیر کی جاتی ہے۔ بصورت دیگر اگر کوئی محنت‌کش یا ادارہ اپنی مقررہ پیداواری حد پوری نہیں کرتا تو اس کو اظہار وجوہ کا نوٹس دیا جاتا ہے۔ اگر ناکامی کی وجہ محض نااہلی یا فرائض سے غفلت ہو تو سرزنش کی جاتی ہے یعنی اس کو کم تنخواہ، اس کی محنت کے مطابق، ملتی ہے۔

جس صنعتی ترقی کے بارے میں آپ نے اس باب میں پڑھا وہ راتوں رات حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہی آسمان سے نازل ہوئی بلکہ لوگوں کی لگاتار محنت کا نتیجہ ہے۔

اس محنت کے لئے لوگوں کو کیا معاوضہ ملتا ہے؟ محنت‌کش کیسے کام اور آرام کرتے ہیں؟ ٹھوس مثالیں پیش کرکے میں ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کروں‌گا۔

تاشقند میں قیام کے دوران مجھے ایسے بہت سے افراد سے ملنے اور بات‌چیت کرنے کا اتفاق ہوا جو کارخانوں اور ملوں میں کام کرتے تھے۔ میں یہاں چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

## تاشقند بجلی گھر

تاشقند زرعی انسٹی‌ٹیوٹ کے ہوسٹل میں میری رہائش کا کمرہ تیسری منزل پر واقع تھا۔ میرے کمرے کی کھڑکی مشرق کی طرف کھلتی تھی۔ کھڑکی کے ذریعے تاشقند بجلی گھر کی چمنیاں نظر آتی تھیں۔ بجلی گھر کو عرف عام میں ''تاش‌گریس،، کہا جاتا ہے۔ بجلی گھر اتنا قریب بھی نہ تھا تاہم اس کی بلند چمنیاں اور دیوقامت ٹربائین دیکھ کر ایسا لگتا تھا گویا وہ چند سو گز کے فاصلے پر ہیں۔

۱۹۷۳ء کے ستمبر کی ۲۸ تاریخ تھی۔ موسم خزاں اپنے عروج پر تھا۔ درختوں کے پتے جو ایک ماہ پہلے سرسبز تھے اب پیلے پڑ چکے تھے اور ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے بھی پتوں کی اچھی خاصی تعداد نیچے آ رہتی۔ موسمی پیشنگوئی کے مطابق آج سطلع ابر آلود



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونا چاہئے تھا ۔ آسمان پر چار پانچ چھوٹی چھوٹی بدلیاں مڑگشت کر رہی تھیں ۔ غالباً وہ گہرے بادلوں کا ہراول دستہ تھیں ۔

میں نے منہ نہار چائے کی ابھی پہلی ہی چسکی لی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی ۔

''آ جائیے، دروازہ کھلا ہے،، میں نے چائے کی دوسری چسکی لیتے ہوئے کہا ۔

دستک دینےوالے نے اندر جھانک کر کہا ''ذرا باہر تو نکل کر دیکھئے ۔ سب سوویت طلباء کپاس جمع کرنے کے لئے کھیتوں کو جا رہے ہیں ۔ ،،

یہ ماتھیس تھا افریقہ کے ملک نائجیریا کا رہنےوالا ۔ اس کا کمرہ میرے کمرے کے بالکل سامنے تھا ۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا تو واقعی بسوں کی لمبی قطار کھڑی تھی ۔ ازبک لڑکے اور لڑکیاں بسوں پر اپنے بستر اور فولڈنگ چارپائیاں رکھ رہے تھے اور خود بھی سوار ہو رہے تھے ۔ ہوتا یہ ہے کہ اکتوبر کے مہینے کے دوران ازبکستان کے تمام تعلیمی ادارے بند کرکے طلباء اور طالبات کو دوردراز کے کھیتوں میں لے جایا جاتا ہے تاکہ کپاس کھیتوں میں جمع کرنے اور کھیتوں سے کارخانوں میں منتقل کرنے میں کسانوں کی مدد کی جا سکے ۔

میں نے ایک کپ چائے ماتھیس کو بھی پیش کرتے ہوئے پوچھا :

''ماتھیس، وہ سامنے جو بجلی گھر نظر آ رہا ہے، کیا آپ وہاں کبھی گئے ہیں؟،،

''نہیں، وہاں جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا ۔ بس کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی ۔ اگر آپ دلچسپی رکھتے ہوں تو چلے چلتے ہیں ۔ سیروتفریح ہو جائےگی ۔ جب تک سوویت طلباء کپاس سے فارغ ہوکر واپس نہیں لوٹتے ہم یوں بھی فارغ ہیں ۔ ،،

چنانچہ ہم تیار ہوکر ہوسٹل سے نکل کھڑے ہوئے ۔ ہم ٹہلتے ٹہلتے دس بجے کے قریب ''تاش گریس،، کے بڑے دروازے پر پہنچ گئے ۔ یہ علاقہ بڑا خوبصورت تھا : کشادہ سڑک ۔ پھولوں کی بھرمار ۔ سایہ‌دار درختوں کی دوہری قطاریں اور پاس ہی ندی میں بہتا ہوا شفاف پانی ۔ ہم ابھی اس دلفریب منظر سے لطف‌اندوز ہو رہے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے کہ ایک عمررسیدہ شخص ہمارے پاس آیا۔ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ ہم غیرملکی ہیں۔ اس کے ازبک ہونے کی پہچان اس کے سر پر چوکور کڑھی ہوئی ٹوپی تھی۔ علیک سلیک کے بعد اس نے ہماری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

''یونہی سیر و تفریح اور بجلی گھر کو ذرا قریب سے دیکھنے کی غرض سے ادھر آنکلے ہیں اور کوئی بات نہیں،، میں نے بڑے میاں سے اس انداز میں عرض کیا گویا میں اپنے ساتھی کی بھی ترجمانی کررہا ہوں۔

''اگر آپ کو جلدی نہ ہو تو چلئے میرے ساتھ چائے کا ایک ایک کپ نوش فرمائیے،، بڑے میاں نے ہمیں دعوت دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کا بےحد شکریہ مگر ذرا بتائیے تو بجلی گھر کو اندر سے دیکھنے کی بھی اجازت مل سکتی ہے؟،، ساتھیس نے اپنے دل کی بات کا براہ راست اظہار کر دیا۔

''آپ میرے ساتھ چلئے تو۔ ،،

ہم بڑے میاں کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ہم سب آپس میں روسی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ بڑے میاں نے اپنے کیبن سے بجلی گھر کی انتظامیہ کے ساتھ ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا۔ اس کے بعد ہمیں تھوڑا سا انتظار کرنے کو کہا گیا۔ گرم گرم بغیر دودھ اور چینی کی چائے میں بادل نحواستہ حلق سے نیچے اتار رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ مقامی ازبک لوگ بیچارے چوکیداری جیسے گھٹیا کام کرتے ہیں اور بجلی گھر کے اندر بڑے بڑے انجینیر اور انتظامیہ کے سربراہ خود روسی ہوں گے۔ اتنے میں ایک خوش پوش نوجوان خاتون آئیں اور بڑی گرمجوشی سے ہمیں خوش آمدید کہا۔ یہ خاتون روسی تھیں۔ اسے دیکھ کر میرا شک یقین میں تبدیل ہو گیا کہ اس بجلی گھر میں ازبک لوگوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اب میں ایک اور بات بھی سوچ رہا تھا کہ یہ خاتون ہمیں اندر نہیں لے جائیں گی بلکہ یونہی دوچار باتیں بتاکر باہر ہی سے ٹرخا دیں گی۔ اتنے میں وہ ہم سے مخاطب ہوئیں:

''آپ صاحبان کھڑے کیوں ہیں؟ میرے ساتھ چلئے۔ ہمارے ڈائرکٹر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ،،



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم دونوں ان کی دعوت پر بہت خوش ہوئے جو ہماری توقعات کے بالکل خلاف تھی۔ دل میں سوچا، چلئے ایک غلط فہمی تو دور ہوئی۔ ہم نے اس خاتون کا شکریہ ادا کیا اور خوشی خوشی ان کے ساتھ چل دئے۔ چلتے چلتے بجلی گھر کے اندر پہلی ہی نگاہ میں جس چیز نے متاثر کیا وہ صاف ستھرا ماحول تھا۔

ہم لوگ ایک عمارت میں داخل ہوئے۔ جس دروازے پر ''ڈائرکٹر،، لکھا تھا اس کے باہر سوٹ ٹائی میں ملبوس ایک شخص ملا۔ سر پر ازبکوں والی چوکور کڑھی ہوئی ٹوپی تھی۔ عمر ۴۵ سال کے لگ بھگ ہوگی: لمبا قد، بھرا ہوا چہرہ، پرکشش شخصیت۔ اس شخص نے بڑی خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا۔ میرے السلام علیکم کہنے پر وعلیکم اسلام کہہ کر جواب دیا۔ بڑی گرمجوشی سے ہمارے ساتھ ہاتھ ملایا۔ وہ روسی خاتون جو اب تک ہمارے قریب کھڑی تھیں ہم سے مخاطب ہوکر بولیں:

''کامریڈ ظہیر مقصودوف ہمارے ڈائرکٹر ہیں۔،، خاتون کا اشارہ اس شخص کی طرف تھا جس سے ہم مل رہے تھے۔

یہ سن کر کم از کم مجھے تھوڑا سا تعجب ہوا۔ پہلی بات تو یہ کہ میری غلط فہمی کے گہرے بادل چھٹنے شروع ہو گئے کیونکہ ڈائرکٹر ازبک نکلے۔ دوسری بات یہ کہ میرے ذہن میں ڈائرکٹر کا تصور اور ہی تھا یعنی وہ کسی بڑے دفتر میں مصروف ہوں گے اور ان سے ملاقات کے لئے کچھ دیر تک ان کے دفتر کے سامنے انتظار کرنا پڑے گا۔

واقعہ دراصل یہ تھا کہ ڈائرکٹر ہمارے استقبال کے لئے خود ہی اپنے دفتر سے باہر آ گئے تھے۔ اور وہ خاتون جو ہمیں ساتھ لائی تھیں ڈائرکٹر کی سکریٹری تھیں۔ ڈائرکٹر نے مخصوص ازبک انداز میں ہمارا استقبال کرنے کے بعد اپنے دفتر کا دروازہ کھولا اور پیش کش کی:

''چلئے، تشریف رکھئے۔ ذرا اطمینان سے گفتگو کریں۔،،

وہ خاتون تو باہر ہی سے واپس چلی گئیں۔ دفتر میں کرسیوں پر بیٹھتے ہی ساتھیں مقصودوف صاحب سے معذرت چاہنے لگے: ''معاف کیجئے، ظہیر صاحب۔ ہم بغیر کسی اطلاع کے آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ ہماری آمد سے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف اٹھانی پڑی۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس وقت ہمارے پاس کوئی شناختی دستاویزات بھی نہیں ہیں - اس پر مزید یہ کہ آپ کے اہم ادارے کو دیکھنے کے لئے غیر ملکی ہوتے ہوئے ہم نے اپنے انسٹیٹیوٹ کے حکام سے کوئی باقاعدہ اجازت بھی حاصل نہیں کی - کیا ہم نے آپ کے کسی حفاظتی قانون کی خلاف‌ورزی تو نہیں کی؟،،

ماتھیس روسی زبان بولنے میں دقت محسوس کر رہا تھا تاہم ڈائرکٹر مقصودوف سمجھ گئے کہ ماتھیس کیا کہنا چاہتا ہے - وہ بولے:

''میرے عزیز دوستو، جہاں تک ضابطے کی کارروائی کا تعلق ہے تو آپ کی بات درست ہے - پیشگی اطلاع کے بغیر آپ کے آنے سے ایک بات کا افسوس ہوا تاہم ایک اچھا پہلو بھی نکلا ہے - افسوس کی بات یہ ہوئی کہ آپ کو یہاں پیدل آنا پڑا ورنہ اگر ہمیں پیشگی اطلاع ہوتی تو ہم اپنی موٹرگاڑی بھیج دیتے اور قاعدے کے مطابق آپ کا استقبال کرتے - اچھا پہلو یہ نکلا کہ اب آپ جو کچھ دیکھیں گے اگر پیشگی اطلاع دے کر دیکھتے تو شاید گمان کرتے کہ آپ کو دکھانے کے لئے ہم نے خصوصی انتظامات کئے ہیں جیسا کہ اکثر مغرب میں کہتے ہیں - اچھا تو اب بتائیے کہ اپنے اپنے وطن سے دور رہ کر آپ اداس تو نہیں ہیں؟ آپ کی تعلیمی سرگرمیاں کیسی چل رہی ہیں؟،،

''میں یہاں پڑھنے کے لئے پاکستان سے آیا ہوں،، میں نے کہا - ''مقامی دوستوں کے برادرانہ سلوک کے باعث ہمیں تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم اپنے ہی گھر میں رہ رہے ہوں - جہاں تک تعلیمی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو وہ مہربان استادوں کی مدد سے کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہیں - ہم ہر طرح سے مطمئن ہیں - ،،

ماتھیس نے بھی میرے خیالات کی تائید کی - میں نے ڈائرکٹر کے دفتر میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی - بڑا صاف ستھرا ماحول تھا - سادگی کی انتہا تھی - ایک طرف لینن کا مجسمہ رکھا تھا - میں نے ڈائرکٹر صاحب سے دریافت کیا:

''ظہیر اکا، آپ کا ملک بجلی کی پیداوار پر بہت زیادہ زور



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیتا ہے۔ اس پس منظر میں آپ اپنے بجلی گھر کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے؟،،

''نذیر بھائی، کسی بھی ترقی یافتہ ملک کی صنعتی ترقی کو ناپنے کے لئے بہترین پیمانہ یہ ہے کہ اس ملک کی بجلی کاری کا جائزہ لیا جائے۔ ہمارے ملک کی صنعتی ترقی میں تیز رفتاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے مناسب مقدار میں بجلی پیدا کرتے ہیں۔ ہماری ترقی کا یہی راز ہے۔ ہمارے ملک کے بانی ولادیمیر ایلیچ لینن سے کسی نے کمیونزم کی تعریف پوچھی تھی تو انہوں نے جو جواب دیا تھا وہ ان کی ذہانت اور دوراندیشی کا کھلا ثبوت تھا: ''سوویت اقتدار اور ملک کی بجلی کاری کمیونزم ہے۔،، لینن کا یہ مقولہ آپ کو شہر کے درودیوار پر لکھا ہوا ملے گا۔ ہم بجلی کی ان تمام پیداواری حدوں کو پورا کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں جو ہمارے قائد لیونید ایلیچ بریژنیف نے ۲۵ ویں پارٹی کانگرس میں مقرر کی تھیں۔ ہمیں مکمل یقین ہے کہ ہم اپنے قائدین کی امیدوں پر پورے اتریں گے۔

''بنیادی طور پر ہمارے ملک میں دو طرح کے بجلی گھر ہیں: حرارتی اور پن بجلی کے۔ حرارتی بجلی گھر ہر طرح کے ایندھن پر چلتے ہیں۔ ان میں تازہ ترین اضافہ ایٹمی بجلی گھروں کا ہوا ہے۔ دنیا کے سب سے پہلے ایٹمی بجلی گھر نے سوویت یونین میں ۱۹۵۴ء میں کام کرنا شروع کیا تھا۔ وسطی ایشیا میں عموماً اور ازبکستان میں خصوصاً گیس، کوئلہ اور ایندھن کے قدرتی وسائل بہت زیادہ مقدار میں دریافت کر لئے گئے ہیں۔ اس لئے حرارتی بجلی گھروں سے پیدا ہونے والی بجلی کی وافر مقدار یورپی حصوں کو بھیجی جا رہی ہے۔ ازبکستان میں پن بجلی گھر بھی ہیں جن کا دوہرا فائدہ ہے۔ ایک یہ کہ بجلی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے کھیتوں کی آبپاشی کے لئے پانی فراہم ہوتا ہے۔ نارین اور وحش دریاؤں پر چرچک، تختہ گل اور نوریک کے پن بجلی گھر قابل ذکر ہیں۔

''تاشقند کے بجلی گھر کو دوسرے بجلی گھروں سے برقی مواصلات کے نظام سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے بجلی نہ صرف مسلسل فراہم کی جاتی ہے بلکہ وولٹیج بھی یکساں رہتی ہے۔ اس بجلی گھر کے پانچ شعبے ہیں۔،،



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹیلیفون کی گھنٹی نے ڈائرکٹر کی گفتگو کو منقطع کر دیا۔ ٹیلیفون پر ڈائرکٹر صاحب کی گفتگو سے ہمیں اندازہ ہوا کہ انہیں کہیں جانا تھا مگر ہماری وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اور ماتھیس نے اشاروں ہی اشاروں میں فیصلہ کر لیا کہ جونہی وہ ٹیلیفون رکھتے ہیں ہم ان سے اجازت چاہیں گے۔

قبل اس کے کہ ہم کچھ کہتے وہ ٹیلیفون رکھتے ہی بولے:

''مجھے ایک بڑا ضروری کام ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔ میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔ آپ میرے آنے تک بجلی گھر کے مختلف شعبے دیکھیں اور لوگوں سے ملاقات کریں۔ دو پہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے۔ خوب!،،

پھر انہوں نے اپنی سکریٹری کو بلایا اور ہدایت دی:

''والیا، غیرملکی مہمانوں کو سب شعبوں میں لے جاؤ، شعبوں کے سربراہوں اور دیگر عملے سے ان کا تعارف کراؤ۔ مگر سارا پروگرام اس طرح رکھو کہ دو پہر کے کھانے تک فارغ ہو جائیں۔ میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔،،

والیا ہمیں باری باری سب شعبوں میں لے گئیں۔ پانچ میں سے تین شعبوں کے سربراہ ازبک انجینیر تھے۔ عملے کے دیگر ارکان میں بھی ازبک لوگوں کی اکثریت تھی۔ سب شعبوں میں ہمارا پرتپاک خیرمقدم کیا گیا۔ ماہرین نے فنی معلومات فراہم کیں جو زیادہ تر ہماری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ ہم تو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ کس طرح ہر کام خودکار مشینوں سے ہو رہا ہے۔ ہر جگہ ہم سے ہمارے وطنوں اور زندگی کے بارے میں سوالات کئے گئے۔ اتنے میں ساڑھے بارہ بج گئے۔ والیا نے یاد دلایا کہ کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔

کھانا کھانے کے لئے ظہیر صاحب ہمیں کینٹین میں لے گئے جو بجلی گھر کی حدود کے اندر ہی واقع تھی۔ کینٹین کے اندر بڑی صاف ستھری میز کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ سب لوگ قطار میں کھڑے ہوکر اپنا اپنا کھانا لے رہے تھے جس کی ادائیگی کاؤنٹر پر کرتے تھے۔ ظہیر صاحب نے ہم سے کہا کہ ہم اپنی اپنی پسند کا کھانا اٹھا لیں۔ تاہم ہمارے اصرار کے باوجود ہم سب کے کھانے کا بل انہوں نے خود ہی ادا کیا۔ کھانا لے کر ہم آگئے اور کھانے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں مصروف ہوگئے۔ کھانے میں بھنا ہوا گوشت، نان، شوربہ، ابلے ہوئے آلو اور پھلوں کا رس تھا۔ ارد گرد جتنے لوگ بیٹھے تھے ان میں لگ بھگ ۸۰ فیصد ازبک تھے۔ ان میں انجینیر سے لے کر عام مزدور تک سبھی شامل تھے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد ہم نے ڈائرکٹر سے رخصت چاہی۔ وہ ہمیں باہر تک چھوڑنے آئے۔ ابھی ہم الوداعی باتیں کر رہے تھے کہ کچھ مزید ازبک مرد اور عورتیں بھی قریب جمع ہو گئے۔ جس سے بات ہوتی وہی خواہاں نظر آتا کہ ہم ان کے گھر جائیں جہاں وہ ہماری تواضع ازبک پلاؤ سے کریں گے۔ دعوت کے لئے بہرحال ہم نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد سب مردوں نے سینوں پر ہاتھ رکھ کر اور تھوڑا سا آگے کی طرف جھک کر مخصوص ازبک انداز میں ''خوب،، ''خیر،، کے الفاظ سے ہمیں الوداع کہا۔ جب ہم چلنے لگے تو ڈائرکٹر صاحب بولے:

''آپ پیدل نہیں جائیں گے۔ ہماری موٹرگاڑی آپ کو چھوڑ آئے گی۔،،

جب ہم ہوسٹل پہنچے تو ہم نے آج کے واقعہ کی تفصیل اپنے دوسرے غیر ملکی دوستوں کو سنائی۔ فارسی کی مثل مشہور ہے ''شنیدن کہ بودمانند دیدن،، یعنی سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے ہمارے بعض دوست ہم پر رشک کر رہے تھے۔ ایک دو نے تو اس کا برملا اظہار بھی کر دیا۔

## تاشقند زرعی مشینوں کا کارخانہ

فلمی میلے میں شرکت کے لئے پاکستان کے فلمی فنکاروں کا وفد ۱۶ مئی کو بذریعہ ہوائی جہاز تاشقند پہنچنے والا تھا۔ غیر ملک میں اپنے ہموطنوں سے ملاقات خوشی کا باعث ہوتی ہے مگر فلمی فنکاروں سے ملاقات اور گفتگو کا موقع حاصل ہو جانا اس خوشی کو دوبالا کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے طور پر پروگرام بنا رکھا تھا کہ وفد کو دیکھنے اور ملنے کے لئے خود ایرپورٹ جاؤں گا۔ شومیٔ قسمت کہ ۱۶ مئی کو ایک ضروری کام کی وجہ سے مجھے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گھر پر ھی تاخیر ھو گئی۔ جب میں ایرپورٹ کے لئے گھر سے باھر نکلا تو ھوائی جہاز کی آمد میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ٹیکسی لےلی جائے۔ ابھی میں سڑک پر نکلا ھی تھا کہ ایک ٹیکسی نظر آئی۔ میرے اشارے پر ٹیکسی رکی۔ ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا:

''کہاں جانا ھے؟،،

''ایرپورٹ،، میں نے کہا۔

ٹیکسی میں ایک صاحب پہلے ھی ڈرائیور کے عقب والی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ڈرائیور نے ان صاحب کی طرف اشارہ کرتے ھوئے مجھ سے کہا:

''یہ صاحب راستے میں اتر جائیں گے۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ھو تو بیٹھ جائیے،،۔

مجھے جلدی تھی۔ میں ٹیکسی کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر پہلے سے بیٹھے ھوئے شخص کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پتہ چلا کہ وہ دونوں ازبک ھیں۔ میرے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ھوا شخص ازبک زبان میں باتیں تو ڈرائیور سے کر رہا تھا مگر بار بار میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں بھی ازبک زبان تھوڑی سمجھتا تھا اس لئے مجھے پتہ چل گیا کہ باتیں میرے بارے میں ھو رھی ھیں۔ آخرکار اس سے نہ رہا گیا اور مجھ سے ازبک زبان میں پوچھ ھی لیا:

''کیا آپ ازبک زبان جانتے ھیں؟،،

''یوق،، (یعنی نہیں) میں نے مختصراً کہا۔

اس پر وہ دونوں ہنس پڑے۔

''روسی البتہ جانتا ھوں،، یہ میں نے اس لئے کہا تاکہ اگر وہ چاھیں تو گفتگو جاری رہے۔

''آپ کے لہجے سے تو معلوم ھوتا ھے کہ آپ روسی زبان صرف جانتے ھی نہیں بلکہ اچھی طرح جانتے ھیں۔ ھماری آپ کے بارے میں بحث چل رھی ھے۔ میں کہتا ھوں کہ آپ ھندوستانی ھیں مگر ٹیکسی ڈرائیور کہتا ھے کہ آپ عرب ھیں۔ ھمارا مسئلہ آپ خود ھی حل کر دیں،، اس شخص نے میرے اور قریب آکر پوچھا۔

''بھائی، میں پاکستانی ھوں،، میں نے جواب میں کہا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''کیا آپ انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتے ھیں؟،، ڈرائیور نے پوچھا۔
''جی ھاں۔ ،،

جب ھماری گفتگو کا سلسلہ چل نکلا تو میں نے ان کو یہ بھی بتایا کہ آج ھمارے ملک کے فلمی فنکار آرہے ھیں۔ یہ سن کر وہ لوگ بہت خوش ھوئے۔ ٹیکسی ڈرائیور تو گاڑی چلا رہا تھا مگر دوسرا شخص جو اب تک اپنا نام حمید بتا چکا تھا فلمی فنکاروں کے معاملے میں بڑی دلچسپی دکھا رہا تھا۔ اس نے کہا:

''نذیر بھائی، آپ کے ملک کے فلمی فنکاروں سے میں بھی ملنا پسند کروں گا۔ تاھم اس وقت شہر کے مرکز میں جا رہا ھوں۔ وھاں سے ''سیبیر،، نامی کپڑے دھونے کی مشین خرید کر گھر واپس لوٹنے کی جلدی ھے۔ ،، اس کے بعد حمید نے مجھے اپنے گھر کا پتہ اور ٹیلیفون دیا اور بتایا کہ وہ تاشقند زرعی مشینوں کے کارخانے میں ویلڈر کی حیثیت سے ملازم ھے۔

جب ھم شہر کے مرکز پہنچے تو حمید اتر گیا اور میں ایرپورٹ چلا گیا۔

دو روز بعد ھماری ملاقات پھر ھوئی۔ میں نے فلمی فنکاروں سے اس کا تعارف کرایا۔ فوٹو لئے گئے۔ اس نے فلمی فنکاروں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی مگر فنکاروں کی مصروفیات نے دعوت قبول کرنے کی اجازت نہ دی۔ حمید کو بہت مایوسی ھوئی جس کا اس نے مجھ سے خاص ذکر کیا۔ جب ھم وھاں سے چل دئے تو حمید نے مجھ سے کہا:

''وہ لوگ تو نہیں آ سکے، آپ ھی ھمارے گھر چلئے۔ ،،

''حمید بھائی، میں آپ کے گھر ضرور چلوں گا مگر آج نہیں۔ بلکہ آپ کے کارخانے میں بھی جاؤں گا جہاں آپ ملازم ھیں۔ میں دیکھنا چاھوں گا کہ آپ کس طرح کام کرتے ھیں اور آپ کا کارخانہ کون کون سی مشینیں تیار کرتا ھے،،۔ پھر مجھے خیال آیا کہ آج ''دوستی،، سینما میں ایک پاکستانی فلم بھی دکھائی جانے والی ھے۔ اس لئے میں نے حمید سے پوچھا:

''مگر فی الحال یہ بتائیے کہ آپ میرے ساتھ چلیں گے؟،،
''کہاں؟،،
''فلم دیکھنے۔ ،،



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''کونسی فلم؟''

''ہمارا فلمی وفد اپنے ساتھ ایک فلم بھی لایا ہے۔ اس کا خصوصی شو ہوگا۔ فلم کا نام ہے ''اک گناہ اور سہی''۔ بتائیے کیا ارادہ ہے؟''

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔ مجھے پاکستانی اور ہندوستانی فلمیں بہت پسند ہیں۔ میں اس سے پہلے بھی دو پاکستانی فلمیں ''صاعقہ'' اور ''بدنام'' دیکھ چکا ہوں۔ ہمیں آپ کی موسیقی بھی بہت پسند ہے۔ میری بیوی کو کچھ پاکستانی اور ہندوستانی گانے بھی یاد ہیں۔''

... کئی دن گذر گئے۔ ایک روز میں ''تاش سیل ماش'' (تاشقند زرعی مشینوں کا کارخانہ) پہنچ گیا۔ تاشقند میں سڑکوں پر ہر جگہ ٹیلیفون بوتھ لگے ہوتے ہیں جہاں دو کاپک کا ایک یا ایک ایک کاپک کے دو سکے ڈال کر شہر میں کسی جگہ بھی ٹیلیفون کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بعض جگہوں پر تو ایسے بھی بوتھ ہیں جہاں سے ڈائرکٹ ڈائلنگ کی وساطت سے ۱۵ کاپک کا سکہ ڈال کر ماسکو یا دوسرے شہروں کو براہ‌راست ٹیلیفون پر بات کی جا سکتی ہے۔ یہ بات ضمنی گئی ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ کارخانے کے باہر ایک ٹیلیفون بوتھ سے میں نے حمید کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ حمید نے میرے لئے کارخانے میں داخلے کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔

کارخانے کے اندر پہنچ کر حمید نے میرا تعارف کارخانے کے نائب ڈائرکٹر سے کرایا۔ نائب ڈائرکٹر بھی ازبک تھے اور نعمت اللہ نام رکھتے تھے۔ میری درخواست پر وہ مجھے کارخانے کے تمام شعبے دکھانے پر راضی ہو گئے۔ حمید اپنے کام پر چلا گیا اور نائب ڈائرکٹر صاحب مجھے بتانے لگے۔

''ہمارے کارخانے میں جو مشینیں بنائی جاتی ہیں ان کی اکثریت کا تعلق کپاس اگانے اور کپاس چننے سے ہے۔ زمین ہموار کرنے، ہل چلانے اور فصل میں نلائی کرنے کے کئی آلات دوسری فصلوں کی کاشت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ ہماری اپنی فونڈریاں ہیں۔ ڈیزائن کا الگ شعبہ ہے جو پرانی مشینوں میں پیدا شدہ خامیوں، نئی ایجادات اور مشینیں استعمال کرنے‌والوں کی شکایات



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے نئے ڈیزائن بناکر پیداواری شعبے کو دے دیتا ھے۔ مشینیں تیار کرنے سے پہلے اور تیار کرنے کے بعد ماھرین اور انجینیر ھر طرح سے ان کی آزمائش کرتے ھیں جس کے بعد مطمئن ھوکر مشینوں کو منظور کرتے ھیں...،،

اس کے بعد وہ مجھے پہلے ڈیزائن کے کمرے میں لے گئے جہاں محنت کو آسان سے آسان تر بنانے کے لئے نئی نئی مشینوں کے خاکے تیار کئے جاتے تھے۔ پھر ھم اس بھٹی کے قریب چلے گئے جہاں لوھے کو پگھلا کر سانچے میں ڈھالا جاتا تھا اور ضرورت کے پرزے تیار کئے جاتے تھے۔ ھم اس جگہ بھی گئے جہاں پرزوں کو جوڑ کر مشینوں کو مکمل کیا جاتا تھا۔ نائب ڈائرکٹر نے بتایا اور میں نے خود بھی دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے الگ الگ آدمی تھے۔ اس کا فائدہ یہ بھی تھا کہ ھر ایک اپنے کام میں ماھر تھا۔ ھم وھاں سے نکلے تو سامنے ویلڈنگ کا شعبہ تھا۔ ایک شخص جس نے مستریوں والا اوورکوٹ پہن رکھا تھا اور آنکھوں پر شیلڈر لگاکر چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا اپنے کام میں منہمک تھا۔ وہ اپنے کام میں اتنا مصروف تھا کہ اس کو ھماری موجودگی کا بھی احساس نہ ھوا۔ کچھ تو مشین چلنے اور گیس نکلنے کی آواز کا شور تھا اور کچھ ھم بھی اس کے کام میں مداخلت نہ کرنے کی نیت سے سرگوشی کے انداز میں باتیں کررھے تھے۔ ویلڈنگ کرنے والے مستری کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ وھاں آنکھوں کو چندھیا دینے والی اتنی تیز روشنی نکل رھی تھی کہ ھم نے وھاں سے چلنے کا فیصلہ کیا۔ چلنے سے پہلے نائب ڈائرکٹر نے پوچھا:

''اس مستری کو پہچانا آپ نے؟،،

''نہیں تو۔ ،،

''یہ آپ کا دوست حمید ھی تو ھے!،،

یہ سن کر مجھے تعجب ھوا اور خوشی بھی۔ بہرحال اس کے بعد نعمت اللہ مجھے اور آگے لے گئے اور ایک ایک کرکے سب شعبے دکھاتے رھے۔ آخر میں وہ مجھے اس شعبے میں لے گئے جہاں مشینوں کو روغن کرکے متعلقہ محکموں کے حوالے کرنے کے ائے تیار کیا جا رھا تھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کارخانے کی پوری سیر کے دوران میں نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ زیادہ‌تر کام خود کار مشینوں سے ہو رہا تھا تاہم انسانی محنت کی عظمت اپنی جگہ اہم ہے۔

اس کے بعد نائب ڈائرکٹر مجھے اپنے دفتر لے گئے۔ چائے وغیرہ سے میری تواضع کی۔ چائے پینے کے دوران بھی ہماری گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

میں نے ان سے کہا:

''نعمت اکا، میں بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے کارخانے کے کچھ حصے دکھائے اور میں واقعی متاثر بھی ہوا ہوں۔ کچھ سوالات میرے ذہن میں ابھر رہے ہیں۔ اجازت ہو تو پوچھوں؟،،

''ضرور پوچھئے اور بے‌تکلفی سے پوچھئے۔،،

''اچھا تو بتائیے۔ آپ کے کارخانے میں کل کتنے ملازمین ہیں؟،،

''کل ملا کر پانچ ہزار کے قریب ہوں گے۔،،

''ان میں ازبک کتنے ہیں؟،،

''۷۰ فیصد سے زائد ازبک ہیں۔ مگر آپ نے یہ سوال کیوں پوچھا؟ ہمارے ہاں اس نقطۂ نظر سے کوئی نہیں سوچتا۔ بلکہ قومیت کا مسئلہ تو کب کا حل ہو چکا ہے۔ مجھے ازبک ہونے پر فخر ہے مگر ہم دوسری قوموں سے بھی اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اپنی قوم سے۔ مثال کے طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ میری بیوی قرغیزی ہے...،،

''آپ نے تو تفصیل سے بتانا شروع کر دیا ورنہ یہ جملۂ معترضہ تھا۔ میری اصل دلچسپی کا موضوع تو آپ کے کارخانے میں بننے والی مشینیں ہیں۔ وقت تھوڑا ہے اس لئے ذرا اختصار سے مشینوں کے بارے میں اور کچھ بتا دیجئے؟،، میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے ان سے پوچھا۔

''ہمارے ہاں ازبکستان میں ایک بات بڑی مشہور ہے کہ انقلاب سے پہلے یعنی اب سے صرف ساٹھ سال پہلے ازبک کاشتکاروں کے لئے ہل، کدال، پھاوڑے اور بیلچے اسٹاک‌ہوم سے منگوائے جایا کرتے تھے۔ دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ یہ بات درست تھی۔ آج صورت حال یہ ہے کہ زراعت کے لئے مشینیں بنانے کے لحاظ سے ازبکستان کسی بھی ترقی‌یافتہ یورپی ملک سے پیچھے نہیں یعنی صرف تعداد کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ معیار اور کوالٹی کے اعتبار



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھی - اگر صرف کپاس کے لئے مشینوں کو لیا جائے تو ازبکستان ساری دنیا میں سر فہرست ہے - نت نئی ایجادات کے باعث ان مشینوں کی ساخت اور کارکردگی دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے - اس کے ساتھ ساتھ نئی سے نئی مشینیں وجود میں آرہی ہیں - کپاس کے کھیت تیار کرنے، ہل اور سہاگہ چلانے، بوائی نلائی اور چنائی کرنے گویا کاشت سے لے کر برداشت تک ایسا کوئی کام نہیں ہے جس کے لئے ہم نے مشینیں ایجاد نہ کر لی ہوں - یہی نہیں بلکہ کسان ان تمام مشینوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں...،،

ہماری گفتگو شاید اور بھی جاری رہتی مگر میں نے نائب ڈائرکٹر سے رخصت چاہنے کا فیصلہ کیا - جب ہم اٹھے تو کارخانے کے سب لوگ چھٹی کرکے گھروں کو جا چکے تھے البتہ میرا دوست حمید میرے انتظار میں باہر کھڑا تھا - میں نے نائب ڈائرکٹر کا پھر شکریہ ادا کیا، اس کے بعد میں اور حمید سیدھے اس کے گھر چلے گئے -

## تاشقند ٹیکسٹائل مل

دو طرح کے دوستوں سے مل کر ہمیشہ روحانی خوشی ہوتی ہے - ایک وہ جو مشکل وقت میں کام آئے اور دوسرا وہ جو کوئی لالچ نہ رکھتا ہو - تاشقند میں ایک ازبک نوجوان میرا ایک ایسا ہی دوست تھا - وہ تھا الغ بیک جس کے خلوص پر میں نے ہمیشہ اعتماد کیا - وہ تو میری خوش‌قسمتی رہی کہ تاشقند میں قیام کے دوران مجھ پر کبھی کوئی مشکل وقت نہ آیا - تاہم میں ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ الغ بیک مجھ سے کوئی لالچ نہ رکھتا تھا -

الغ بیک ہمیشہ فرصت کا وقت پاکر میرے پاس آ جاتا - ہم دیر تک چائے پیتے رہتے اور سائنسی اور نجی قسم کی گفتگو کرتے رہتے - وہ شہر میں اپنے والدین کے ساتھ رہتا تھا - ہماری مشرقی تہذیب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب دوستوں کے دل مل جائیں تو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ دوستی کی بنیادیں گہری سے گہری ہوتی جاتی ہیں - یوں تو تاشقند میں میرے دوستوں کی فہرست کافی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طویل تھی مگر الغ بیک کا شمار میں اپنے قریب ترین دوستوں میں کرتا تھا - میں اس کے گھر کئی مرتبہ جا چکا تھا اور اس کے والدین اور گھر کے دوسرے افراد مجھے اچھی طرح جانتے تھے -

ازبک عوام کا تہذیبی اور ثقافتی ورثہ بڑا منفرد ہے - دیہاتی زندگی میں ازبک لوگ اب بھی پرانے رسم و رواج اور مشرقی تہذیب پر سختی سے قائم ھیں مگر شہروں میں رہنے والے ازبک لوگوں نے جدید سوویت زندگی سے اپنے آپ کو ہم‌آہنگ کرلیا ہے - الغ بیک کے گھر کا ماحول تقریباً یورپی تھا - روزمرہ کی زندگی میں، لباس اور رہن سہن کے لحاظ سے الغ بیک ازبک کم اور یورپی باشندہ زیادہ لگتا تھا - اس کی شادی بھی بالکل نئے رواج کے مطابق ہوئی تھی - اس کی شادی کی تقریب میں میں نے بھی شرکت کی تھی - اس کی شادی کو اب ایک سال پورا ہو چکا تھا - وہ خود ہمارے انسٹی‌ٹیوٹ میں پی ایچ‌ڈی کا طالب علم تھا اور اس کی بیوی سعیدہ تاشقند ٹیکسٹائل مل میں کام کرتی تھی -

تاشقند ٹیکسٹائل مل دیکھنے کی اپنی خواہش کا اظہار میں کئی بار الغ بیک سے کر چکا تھا - الغ بیک کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ وہ خود بھی مجھے مل دکھانا چاھتا تھا - بس کسی مناسب موقع کی تلاش تھی - ایک روز ہم دونوں میرے کمرے میں بیٹھے تھے کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی - میں نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا تو اس جانب سے سعیدہ کی آواز آئی - چنانچہ میں نے رسیور الغ بیک کو دے دیا - ٹیلیفون پر بات ختم کرنے کے بعد الغ بیک نے بتایا :

"سعیدہ مل سے بول رہی تھی - وہ کہتی ہے کہ آج بعد دوپہر ان کے ھاں کوئی پارٹی ہے - ہم دونوں کو بھی دعوت دی گئی ہے - مل دیکھنے کا اچھا موقع رہے گا - سعیدہ نے گھر سے ایک چیز بھی منگوائی ہے - اس لئے ابھی چلتے ھیں - کچھ وقت گھر میں بھی لگ جائے گا، اس کے بعد مل پہنچتے پہنچتے دو بج جائیں گے - "

جب ہم مل کے گیٹ پر پہنچے تو سعیدہ اپنی ایک سہیلی کے ہمراہ ہمارا انتظار کر رہی تھی - مل میں ہمارے داخلے کے اجازت نامے انہوں نے پہلے ھی بنوا رکھے تھے - مل میں داخل ہونے کے بعد سعیدہ نے کہا :



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''پارٹی شروع ہونے میں کچھ دیر ہے - نذیر بھائی، آپ چاہیں تو اس وقت تک مل کی سیر کر لیں - ''

بھلا میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش خبری ہو سکتی تھی - چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ سعیدہ اور الغ بیک تو پارٹی کا انتظام کرنے چلے جائیں گے اور سعیدہ کی سہیلی مجھے مل دکھائے گی -

سعیدہ کی سہیلی اوسط قد کی خوبصورت لڑکی تھی، نقش و نگار خالص ازبک، دبلا پتلا جسم، گول مٹول چہرہ، انگاروں کی مانند دھکتے ہوئے سرخ رخسار، بڑی بڑی آنکھیں، سیاہ لمبی دو چوٹیاں - حسن و جمال اور شرم و حیا کی اس پتلی کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ یہ مل کیا دکھائے گی یہ تو بولتی ہی نہیں - جب الغ بیک اور سعیدہ چلے گئے تو بھی وہ خاموش رہی - آخر میں میں نے مہر سکوت توڑا :

''آپ کا تعارف؟''

''جی مجھے جمیلہ کہتے ہیں - میں سعیدہ کے ماتحت کام کرتی ہوں - ''

''اور مجھے...'' قبل اس کے کہ میں اپنا تعارف شروع کرتا جمیلہ جھٹ سے بولی :

''میں آپ کو جانتی ہوں - اس سے پہلے میں نے آپ کو سعیدہ کی شادی پر دیکھا تھا - سعیدہ اور الغ بیک تو اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں - ''

مجھے تعجب ہوا اور خوشی بھی - جمیلہ روسی زبان میں بات کر رہی تھی مگر ازبک لہجہ حاوی تھا - وہ شکل سے جتنی بھولی بھالی لگتی تھی گفتگو میں اتنی ہی تیز نکلی - میں نے سوچا کہ اگر وہ میرے بارے میں کافی معلومات رکھتی ہے تو کیوں نہ اس کے بارے میں بھی دریافت کیا جائے -

''جمیلہ آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں تو اپنے بارے میں بھی اچھی طرح بتائیے تاکہ حساب برابر ہو جائے - ''

اس پر وہ ذرا مسکرائی اور چلتے چلتے رک گئی - پھر میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی - اس مرحلے پر آہو چشم جمیلہ نے آنکھیں گھما گھما کر ادھر ادھر دیکھا - مجھے ایک دم یوں لگا گویا اس کی آنکھیں نہیں بلکہ کھلے سمندر میں ہچکولے کھاتی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو کشتیاں ہیں۔ نہ جانے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے کیوں کہا:

''مجھے آپ کے ملک کی فلمیں اور میوزک بہت پسند ہیں۔ اور آپ لوگ خود بھی کتنے اچھے ہیں۔''

''شکریہ۔ مگر یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں'' میں نے حیران ہوکر کہا۔

''آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔'' پھر قدرے توقف سے بولی:

''میرے والدین ضلع جیزاک کے ایک گاؤں میں رہتے ہیں۔ میں اسی گاؤں میں پیدا ہوئی اور وہیں دسویں جماعت تک تعلیم پائی۔ میری ایک سہیلی اس مل میں کام کرتی تھی۔ ایک دفعہ میں اس سے ملنے کےلئے تاشقند آئی اور یہیں کی ہوکر رہ گئی۔ میں نے بھی مل میں ملازمت اختیار کرلی اور ہوسٹل میں رہنے لگی۔ اب مجھے اپنے گاؤں سے تاشقند شہر زیادہ پسند ہے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ میں پولی‌ٹیکنیکل انسٹی‌ٹیوٹ میں تعلیم بھی حاصل کر رہی ہوں۔''

''بہت خوب!''

وہ حیران ہوکر بولی:

''اس میں بہت خوب کی کیا بات ہے۔ میری طرح اور بھی بہت سی لڑکیاں دیہاتوں اور قصبوں سے آکر یہاں اس مل میں کام کرتی ہیں، ہوسٹل میں رہتی ہیں اور شبانہ کلاسوں میں پڑھتی ہیں۔ جونہی میں تعلیم مکمل کر لوں‌گی مجھے اسی مل میں یا کسی اور ادارے میں بڑا عہدہ مل جائےگا...''

یہ کہتے کہتے وہ یکایک رک گئی اور میری طرف متوجہ ہوکر پوچھنے لگی:

''ایک بات تو بتائیے۔ آپ کو ہمارا ازبکستان پسند آیا؟''

''پسند ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ پسند آیا'' میں نے لفظ ''بہت'' پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کو ازبکستان میں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند آئی؟''

جمیلہ کے سوال کا جواب بڑا طویل بنتا تھا اس لئے میں نے ''فہرست بڑی طویل ہے'' کہہ‌کر ٹال دیا۔ مگر جمیلہ نے تو شاید میرا انٹرویو لینے کی ٹھان لی تھی۔ اس نے فوراً اگلا سوال داغ دیا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''کیا آپ کے ملک میں بھی لڑکیاں ہماری طرح کام کرتی اور پڑھتی ہیں؟''

''جی ہاں، مگر اتنے بڑے پیمانے پر نہیں۔'' میں اس کے ہر سوال کا جواب مختصر سے مختصر دینا چاہتا تھا۔

''کیا آپ کو یہاں کی لڑکیاں بھی پسند ہیں؟'' نہ جانے جمیلہ نے یہ سوال کس نقطۂ نظر سے پوچھا تھا۔

جی میں تو آیا کہ لینن انعام یافتہ عظیم پاکستانی شاعر فیض احمد فیض کا یہ شعر پڑھ دوں:

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

مگر آداب محفل نے اجازت نہ دی۔ اس لئے ٹالنے ہی میں عافیت سمجھی۔

''مہربانی کرکے چلئے، مل دکھائیے، وقت کم ہے، الغ بیک اور سعیدہ اور پارٹی بھی تو آپ کو یاد ہوں گے۔'' میری درخواست پر جمیلہ مل دکھانے کےلئے تیز تیز قدم بڑھانے لگی۔ اس نے کہا:

''ساری مل دیکھنے کےلئے بہت زیادہ وقت درکار ہوگا۔ اس لئے میں آپ کو صرف اپنا شعبہ دکھاتی ہوں۔ بہرحال چلتے چلتے آپ جھانک کر دوسرے شعبے بھی دیکھتے چلیں۔''

مختلف شعبوں میں جھانک کر دیکھنے سے میں نے دو باتیں نوٹ کیں: ایک یہ کہ ہر جگہ مزدور یا کارکن بہت تھوڑی تعداد میں نظر آئے یعنی میری توقع سے بہت کم۔ دوسری بات یہ کہ تقریباً تمام کارکن عورتیں تھیں۔ میں نے ان دونوں باتوں کا ذکر جمیلہ سے بھی کیا۔ جمیلہ نے کچھ سوچ کر کہا:

''مل میں تمام کام خودکار مشینوں سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے زیادہ کارکنوں کی ضرورت نہیں۔ کارکن زیادہ‌تر نگرانی کا کام کرتے ہیں۔ اگر کسی مشین میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ مشین فوراً رک جاتی ہے اور سرخ بتی جل اٹھتی ہے۔ جونہی مستریوں کو اس کی اطلاع پہنچتی ہے وہ فوراً آکر مشینوں کو درست کر دیتے ہیں۔ رہی بات کارکنوں میں خواتین کے زیادہ تناسب کی تو جواب بڑا آسان ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ محض اتفاق تھا کہ آپ نے جو جگہیں دیکھیں وہاں صرف عورتیں تھیں ورنہ دوسرے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہت سے شعبوں میں مردوں کا تناسب زیادہ ہے۔ اصول یہ ہے کہ جہاں مشکل کام کےلئے جسمانی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مرد کام کرتے ہیں اور جہاں جسمانی طاقت کی ضرورت کم یا محض نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں عورتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ ویسے مجموعی طور پر عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی اجرتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ،،

جمیلہ کی معلومات سے بھرپور گفتگو شاید اور جاری رہتی مگر اس کی بات کا سلسلہ اس وقت منقطع ہو گیا جب اس کی ایک سہیلی نے اطلاع دی کہ پارٹی میں ہمارا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جمیلہ جلدی مجھے اس شعبے میں لے گئی جہاں وہ خود کام کرتی تھی۔ وہاں پہنچ کر جمیلہ نے بتایا:

''میں یہاں نگران کی حیثیت سے کام کرتی ہوں۔ ہمارا گروپ چالیس لڑکیوں پر مشتمل ہے اور سعیدہ ہم سب کی انچارج ہے۔ ہم یہاں دن میں صرف چھ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری شفٹ آ جاتی ہے۔ کل چار شفٹیں ہوتی ہیں اور اس طرح مل ۲۴ گھنٹے کام کرتی ہے۔ ہماری آج کی شفٹ دو بجے ختم ہو گئی تھی۔ اب ہم فارغ ہیں۔ ،،

''اس دوران آپ کے کھانے پینے کا کیا بندوبست ہوتا ہے؟،،

''مل میں کئی کینٹین ہیں۔ ان میں بڑا عمدہ کھانا کھانے کے اوقات میں ملتا ہے۔ دکانوں کے مقابلے میں نرخ بھی رعائتی ہیں۔ تاہم اکثر ہم کھانے پینے کی چیزیں گھر سے بنا لاتی ہیں۔ چائے کا دور تو بس مستقل طور پر چلتا رہتا ہے۔ ہم اکثر پارٹیاں کرتی رہتی ہیں... ارے، ارے، رکئے ذرا۔ وہ جگہ دیکھئے جہاں ہم کام کرتے ہیں۔ ،،

''آپ خود کیا کام کرتی ہیں؟،، میں نے اس کے کام کی نوعیت جاننے کےلئے پوچھا۔

''دھاگے کو رنگ دے کر ہمارے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ رنگ دیے دھاگے کے گولوں کی میں جانچ پڑتال کرتی ہوں۔ جو ناقص ہوتے ہیں ان کو الگ کرکے واپس کر دیتی ہوں اور جو درست پائے جاتے ہیں ان کو آگے بھیج دیتی ہوں۔ وہ دیکھئے ایک لڑکی میری سیٹ پر بیٹھی کتنی پھرتی سے ہاتھ چلا رہی ہے۔ ،،



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''بس اتنا سا کام !،،

''بڑی ذمہ‌داری اور مہارت کا کام ھے !،،

''مگر اتنے سے معمولی کام کے بدلے حکومت نے آپ کو مفت تعلیم دلوائی اور دلوا رھی ھے - رھائش کےلئے مکان دے رکھا ھے - مکان میں پانی، گیس، بجلی اور دیگر سہولتیں ھوں‌گی - گذر اوقات کےلئے اجرت ملتی ھے - ملازمت اور پنشن کی ضمانت ھے - آپ کے سب حقوق محفوظ ھیں - اس کے علاوہ بہترین ذرائع آمد و رفت ھیں - یہ صاف ستھرا ماحول اور خوبصورت شہر ...،،

''یہ آپ کیا بہکی بہکی باتیں کر رھے ھیں - میرا تو سر درد کرنے لگا - آپ اپنا فلسفہ اپنے پاس رکھئے - میں تو بس اتنا جانتی ھوں کہ میں ملک کےلئے کام کرتی ھوں اور ملک کا فرض ھے کہ یہ سب چیزیں مجھے فراھم کرے - ،،

میں نے دل میں سوچا کہ جمیلہ تصویر کا دوسرا رخ جانتی ھی نہیں - شاید اسی لئے اس کو میری باتیں بہکی بہکی لگتی ھیں - جو چیزیں جمیلہ کی زندگی کا حصہ بن چکی ھیں وہ چیزیں سوویت یونین سے باھر کروڑوں انسانوں کے خواب میں بھی نہ آتی ھوں‌گی - تصویر کے دوسرے رخ کا احساس دلانے کی غرض سے میں نے کہا :

''جمیلہ، اگر مل آج آپ کو ملازمت سے برخاست کردے تو آپ کی کیا حالت ھوگی؟،،

''میری تو سمجھ میں نہیں آ رھا کہ آپ کیسی باتیں کر رھے ھیں ! معلوم ھوتا ھے آپ ابھی ابھی خلا سے وارد ھوئے ھیں - ٹریڈیونین آخر کس مرض کی دوا ھے !؟ اگر آپ ٹریڈیونین کے بارے میں جاننا چاھتے ھوں تو یہ سوال پھر کسی وقت پوچھئے - میرے ایک سوال کا جواب بھی تو آپ کی طرف واجب الادا ھے ! آپ میرے سوال کا جواب دیں یا نہ دیں میں ٹریڈیونین کے بارے میں ضرور بتاؤں‌گی - بس آپ خود پوچھنا نہ بھولئے‌گا - ،، اتنا کہنے کے بعد وہ رکی اور دور کھڑی سعیدہ کی طرف اشارہ کرکے بولی ''وہ دیکھئے، آپ کی بھابی ھمیں کوس رھی ھے - ،،

جب ھم سعیدہ کے قریب پہنچے تو وہ مجھے تو کیا کہتی نگاھوں ھی نگاھوں میں جمیلہ کی خوب خبر لی -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کمرے میں پارٹی کا انتظام کیا گیا تھا وہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ میز پر خوردونوش کے سامان کا انبار بڑے سلیقے سے لگا ہوا تھا۔ میز کے گرد جو ۲۰ کے قریب لوگ بیٹھے تھے ان میں الغ بیک واحد مرد تھا، باقی سب لڑکیاں تھیں۔ ان میں اکثریت ازبک لڑکیوں کی تھی تاہم روسی اور قزاخ لڑکیاں بھی خال خال نظر آ رہی تھیں۔ دو کرسیاں پاس پاس خالی پڑی تھیں۔ میں اور جمیلہ ان پر بیٹھ گئے۔

سعیدہ نے اعلان کیا:

''میری عزیزترین سہیلی جمیلہ کی آج سالگرہ ہے۔ اس پارٹی کا انتظام اسی سلسلے میں کیا گیا ہے۔ یہ ہماری خوش‌قسمتی ہے کہ اس خوشی کے موقع پر ہمارے پڑوسی ملک پاکستان کا ایک باشندہ اور الغ بیک کا قریبی دوست ہماری خصوصی دعوت پر اس وقت ہمارے ساتھ شامل ہے...''

سالگرہ کا نام سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سوویت باشندے اپنے دوستوں کی سالگرہ پر پھول پیش کرتے ہیں اور تحفے تحائف دیتے ہیں۔ ادھر سعیدہ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے جمیلہ کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کر رہی تھی ادھر میں عجیب و غریب مخمصے میں پھنسا ہوا تھا۔ سارا قصور الغ بیک اور سعیدہ کا تھا جنہوں نے اس کی پیشگی اطلاع نہ دی۔ خواہ کچھ بھی تھا اس مشکل صورت‌حال سے آبرومندی کے ساتھ نکلنے کا مسئلہ اپنی جگہ تھا۔ سب لڑکیاں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ وہ باری باری اٹھتیں اور جمیلہ کو اس کی ۱۹ ویں سالگرہ پر مبارک‌باد دیتیں۔ سب کی ہنسی روکے نہیں رکتی تھی۔ ایک میں تھا کہ ساری خوشیاں آج مجھ سے روٹھ گئی تھیں۔

الغ بیک میرے پہلو میں بیٹھا تھا۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں اپنی بےبسی اور خفگی کا اظہار کیا۔ الغ بیک نے معنی‌خیز مسکراھٹ کے ساتھ میرے کان میں کہا: ''جس کرسی پر آپ بیٹھے ہیں اس کے پیچھے ایک گلدستہ ہے اور ایک بنڈل بھی رکھا ہے۔ یہ بنڈل ہی وہ چیز ہے جو ہم یہاں آتے ہوئے ہمارے گھر سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ بنڈل میں چیکوسلواکیہ کا بنا ہوا کرسٹل گلاس کا گلدان ہے۔ اس لئے گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔''



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی اثنا میں سعیدہ نے جمیلہ کو مبارکباد دینے کےلئے میرا نام پکارا اور ساتھ ہی وہ گلدستہ اور بنڈل اٹھاکر مجھے دئے۔ میں نے وہ دونوں چیزیں جمیلہ کو پیش کیں اور روائتی انداز میں سالگرہ کی مبارکباد دی اور اس کی تندرستی اور خوشیوں بھری زندگی کےلئے اپنی دلی تمناؤں کا اظہار کیا۔ سعیدہ نے اصرار کیا کہ میں کوئی پاکستانی گانا سناؤں۔ گانے کے بجائے میں نے اپنی تازہ غزل سناکر ان کی فرمائش پوری کی۔

جب پارٹی ختم ہو گئی تو سعیدہ، جمیلہ اور ان کی سہیلیاں برتن سمیٹنے میں مصروف ہو گئیں۔ الغ بیک نے رازدارانہ انداز میں مجھ سے پوچھا:

''کہو، کیسا رہا پروگرام؟ مزہ آیا؟''

''ہاں، پروگرام اچھا تھا اور مزہ بھی آیا مگر ایک دفعہ تو مجھے دن کو تارے نظر آنے لگے تھے۔ بہرحال شکریہ۔''

اس پر الغ بیک نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر کہا:

''شکریہ تو آپ کا کہ آپ ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔'' اس کے بعد الغ بیک نے سگریٹ سلگائی اور میرے قریب آکر کہا: ''اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج آپ جمیلہ کے مہمان ہیں۔ یہاں سے اٹھکر ہم تو گھر چلے جائیں گے۔ کچھ ضروری کام ہیں۔ البتہ جمیلہ آپ کے ساتھ فلم دیکھنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ ضرور جائیے گا۔''

ہم سب لوگ مل سے باہر آ گئے۔ وہاں سعیدہ کے والد عبداللہ حیدر اپنی ''وولگا'' کار میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ عبداللہ حیدر بھی اسی مل میں ایک میکینکل سپروائزر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اپنی کار پر گھر سے آتے جاتے تھے۔ سعیدہ اور الغ بیک کار میں بیٹھکر چلے گئے۔ میں، جمیلہ اور اس کی چار سہیلیاں قریب ہی ان کے ہوسٹل گئے۔ وہاں جمیلہ نے تحفے اور دوسرا سامان رکھا۔ پھر میں، جمیلہ اور اس کی سہیلیاں سب ایک پاکستانی فلم دیکھنے چلے گئے۔ فلم تھی: ''امراؤ جان ادا''۔ مگر روسی زبان میں ترجمہ کرکے اس کا نام ''رقاصہ'' رکھا ہوا تھا۔ فلم کے بعد راستے میں کچھ دیر تک فلم پر تبصرہ ہوتا رہا۔ باتوں باتوں میں مجھے اپنا سوال یاد آ گیا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''جمیلہ، حسب وعدہ ٹریڈیونین پر کچھ روشنی ڈالئے۔ ''

جمیلہ شاید ابھی تک فلم کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی اس لئے میرا سوال اس کو عجیب سا لگا۔ ''اچھا، تو آپ سوال بھولے نہیں۔ خیر... ہاں، مگر میں آپ کو ٹریڈیونین کے بارے میں کیا بتاؤں؟ آپ سوال پوچھیں تو جواب تو دے سکتی ہوں مگر میں کوئی پروفیسر تو ہوں نہیں جو آپ کو لیکچر دوں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ اپنی موجودہ ملازمت میں نے ٹریڈیونین کی وساطت سے حاصل کی تھی۔ اس وقت میں ٹریڈیونین کی اس شاخ کی ممبر ہوں جو ہماری مل میں قائم ہے۔ میں ماہانہ برائے نام چندہ دیتی ہوں۔ گذشتہ برس ٹریڈیونین کی معرفت میں اپنی سالانہ چھٹیاں گذارنے کےلئے یالٹا گئی تھی اور ایک ماہ تک وہاں رہی تھی۔ اس سال ٹریڈیونین کے رعائتی ٹکٹ پر میں دس دن کےلئے سیر و تفریح کےلئے بلغاریہ جا رہی ہوں۔ ایک بات اور بتا دوں۔ مل کا ڈائرکٹر ٹریڈیونین کی اجازت کے بغیر مجھ کو برخاست نہیں کر سکتا۔ ٹریڈیونین کمیٹی میں کئی مستقل کمیشن کام کرتے ہیں جن کے کارمنصبی کا مقصد ہمارے مفادات کی حفاظت ہے۔ ٹریڈیونین تنظیم کے بڑے حقوق اور امکانات ہیں۔ ''

ٹریڈیونین کے بارے میں جمیلہ اس سے زیادہ بتا بھی کیا سکتی تھی۔ وہ تو ایک نوجوان مزدور تھی۔ ظاہر ہے اس کا علم اور تجربہ محدود تھا۔ ٹریڈیونین کے بارے میں جمیلہ کی تمام باتیں اس کے ذاتی تعلقات پر مبنی تھیں۔ اس نے بڑے سادہ الفاظ اور کھلے انداز میں جو کچھ بتایا اس سے ٹریڈیونین کے بارے میں میری تشنگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ پھر میں نے ان سے رخصت لی۔

اگلے چند روز میں میں نے ٹریڈیونین کے موضوع پر روسی زبان میں کئی کتابوں کا مطالعہ کیا اور کئی سوویت لوگوں سے بحث کی۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ سوویت معاشرے میں ٹریڈیونین ملازموں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتی ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ ٹریڈیونین ملازمت کے امیدواروں کو ملازمت دلاتی ہے، ان کی رہائش کا بندوبست کرتی ہے، ملازمین کے لئے علاج معالجہ، سیر و تفریح، کھیل کود اور کنٹرول ریٹ پر اشیا



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی فراہمی کا انتظام کرتی ہے۔ ملازمین کی اجرت، بونس اور پنشن کے معاملات میں پیش آنےوالے تمام مسائل کے حل میں ٹریڈیونین بغیر کسی معاوضے کے مدد کرتی ہے۔

آخر میں یہ بھی بتا دوں کہ سوویت یونین میں ٹریڈیونینیں مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے ساتھ ساتھ پیداواری منصوبوں کو پورا کرنے میں، محنت کے بند و بست کے انتظام میں اداروں کے سربراہوں کی مدد بھی کرتی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# چوتھا باب

# زمین اور کسان

## اکتوبر انقلاب سے قبل ازبکستان کی زراعت

اکتوبر انقلاب سے قبل ازبکستان کی ساری مزروعہ زمینوں اور ذرائع آبپاشی پر تین قابض تھے۔ ایک بائی، دوسرے کولاک اور تیسرے الیشان۔ بائی اور کولاک ہماری اصطلاح میں وہ بڑے بڑے زمیندار، جاگیردار اور خوش حال کسان تھے جو وسیع و عریض رقبوں کے پشت در پشت مالک چلے آ رہے تھے۔ ان رقبوں پر وہ خود کاشتکاری نہیں کرتے تھے بلکہ دوسروں سے کراتے تھے۔ جو لوگ ان کی زمینوں پر کھیتی باڑی کرتے ان میں سے بعض ان کے ذاتی ملازم ہوتے، بعض بٹائی پر کاشت کرتے یعنی فصل کا آدھا یا آدھے سے زیادہ حصہ اپنے مالک کو دیتے اور بعض ان کے زرخرید غلام ہوتے تھے۔ وہ بیچارے روکھی سوکھی روٹی کھا کر اور پھٹی پرانی لنگوٹی پہن کر کھیتوں میں کام کرتے رہتے۔ ان کی تقدیر کا مالک وہ بائی یا کولاک ہوتا جس کے وہ غلام ہوتے تھے۔ وہ اتنے مجبور تھے کہ اپنی مرضی سے شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ازبک زبان میں الیشان پیر کو کہتے ہیں۔ بعض زمینداروں نے اپنی زمینوں کے کچھ حصے خانقاہوں، مزاروں اور مسجدوں کے نام وقف کر رکھے تھے۔ اکثر مرید اپنے پیر سے خوش ہو کر یا اس سے مرعوب ہو کر زمین کا بڑا رقبہ اس کو دے دیتے تھے۔ ازبکستان میں سنی عقیدے کے مسلمان تھے اس لئے پیری مریدی کا بڑا رواج تھا۔

زمین کا مالک کولاک ہوتا یا بائی، الیشان ہوتا یا کوئی دوسرا مذہبی پیشوا، زمین کاشت کرنے والوں کی جانب ان کا رویہ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک جیسا ہوتا تھا۔ ان کو زمین سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں دلچسپی تھی نہ کاشتکاروں کی حالت بہتر بنانے سے کوئی غرض۔ جو پیداوار زمین سے حاصل ہو جاتی وہ اسی پر اکتفا کرتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

اس وقت نہروں سے پانی حاصل کرکے آبپاشی کا رواج بہت کم تھا بلکہ فصلوں کی آبپاشی کا زیادہ تر انحصار بارشوں پر ہوتا تھا۔ بارش بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہو جاتی تو فصل اچھی ہوتی ورنہ قحط کی سی شکل رہتی۔ بہت سے لوگوں کا پیشہ بھیڑیں اور مویشی پالنا تھا۔ چارے کی تلاش میں وہ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے۔ زمین کی کوئی حدبندی نہ تھی۔ کسان جہاں خالی جگہ دیکھتے فصل کی کاشت کر لیتے۔ کھیتوں میں کاشتکاری بڑے دقیانوسی طریقوں سے کی جاتی تھی۔ کسانوں کے پاس ہزاروں سال پرانی طرز کا لکڑی کا ہل ہوتا تھا۔ ہل کھینچنے کے لئے اس کے آگے گدھا، گھوڑا یا اونٹ جوتا جاتا تھا۔ لوہے کے بنے ہوئے کدال، بیلچے یا درانتی نایاب چیزیں سمجھی جاتی تھیں۔ اناج کو بھوسے سے الگ کرنے کے لئے انسانی ہاتھوں یا جانوروں کے پاؤں سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک محدود رقبے پر کپاس اگائی جاتی تھی مگر پورے ازبکستان میں بلکہ وسطی ایشیا میں کپڑے کا کوئی کارخانہ نہ ہونے کے باعث ساری کپاس خام مال کی صورت میں باہر بھیج دی جاتی تھی۔ کپاس کی فروخت سے جو آمدنی حاصل ہوتی اس سے امیر طبقہ اپنے لئے عیش و عشرت کا سامان منگوا لیتا یا تاجر پیشہ طبقہ خوب ہاتھ رنگتا۔ اس کے برعکس زراعت پیشہ طبقہ جاہل اور غریب تھا۔ کسان اکثر وبائی بیماریوں کا شکار رہتے جس کی وجہ سے موت کا مہیب سایہ ہر وقت ان کے سروں پر منڈلاتا رہتا تھا۔

## سوویت اقتدار کے دور میں زرعی ترقی

ازبکستان میں کل ۳ کروڑ ۲۵ لاکھ ہیکٹر رقبہ زراعت اور دیگر زرعی اداروں کے استعمال میں ہے۔ اس میں سے ۲ کروڑ ۵۵ لاکھ ہیکٹر رقبہ مزروعہ ہے جس میں سے ۳۸ لاکھ ہیکٹر رقبے پر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصلیں، ۲ کروڑ ۱۴ لاکھ ہیکٹر رقبے پر چراگاھیں اور ۲ لاکھ ہیکٹر رقبے پر باغات ھیں۔

ازبکستان میں ۵۷۲ ریاستی اور ۹۵۳ اجتماعی فارم قائم ھیں۔ فارموں میں ایک لاکھ ۴۸ ہزار ٹریکٹر استعمال کئے جاتے ھیں جبکہ ۱۹۴۰ء میں کل ۲۳ ہزار ٹریکٹر تھے۔ اس کے علاوہ ۲۸ ہزار ۷ سو کپاس چننے کی مشینوں، ۶ ہزار ۸ سو گندم کاٹنے کی کمبائنوں اور ۴۶ ہزار ایک سو ٹرکوں سے کام لیا جا رہا ھے۔ اس کے مقابلے میں ۱۹۴۰ء میں ٹرکوں کی تعداد صرف ۵ ہزار ۹ سو تھی۔

زراعت میں برقی قوت اور کیمیائی کھاد کا استعمال بڑھتا جا رہا ھے۔ اس کے سبب محنت کی کارگزاری بھی بڑھ رھی ھے۔

ازبکستان میں زراعت کا انحصار اب زیادہ‌تر نہری پانی پر ھے، اس لئے نہری آبپاشی کا نظام خاص توجه کا مستحق ھے۔ سوویت اقتدار کے تحت پرانے آبی راستوں کو مرمت کیا گیا اور کئی نئی نہریں تعمیر کی گئیں۔ ان میں عظیم فرغانه نہر، عظیم اندیجان نہر، شمالی فرغانه نہر، جنوبی بھوکی استیپی نہر، آمو بخارا نہر اور قرشی نہر بڑی نہروں میں شمار کی جاتی ھیں۔ جو آبی ذخیرے تعمیر کئے گئے ان کے نام یه ھیں: کته قرغان، جنوبی سرخان دریا، چمقرغان، کیوسزار، پاچکمر، تویه‌بوگز اور چرواک۔ پورے سوویت یونین میں جتنے علاقے پر آبپاشی کی جاتی ھے اس کا ۲۲ فیصد ازبکستان میں ھے۔

ازبکستان کی بنیادی زرعی فصل کپاس ھے۔ ۱۹۷۸ء کے جائزے کے مطابق سوویت یونین میں کپاس کی جو کل فصل پیدا ھوئی ھے اس کا ۶۵ فیصد ازبکستان سے حاصل ھوا ھے۔ کپاس اگانے کا زیادہ‌تر رقبه فرغانه، چرچک آھن گاران، زرفشان وادیوں میں واقع ھے۔ بھوکی استیپی اور دوسرے علاقوں میں کپاس کی کاشت کے لئے بہت سے نئے وسیع رقبے استعمال کئے گئے ھیں۔

دوسری صنعتی فصلیں بھی ازبکستان میں اگائی جاتی ھیں مثلاً سوویت یونین میں پیدا ھونےوالی پٹسن کی ساری فصل صرف ازبکستان کے ضلع تاشقند میں اگائی جاتی ھے۔ ضلع سمرقند کی تحصیل ارغوت میں تمباکو پیدا ھوتا ھے۔ ضلع سرخان دریا کی تحصیل دھناؤ میں گنا اگایا جاتا ھے۔ سمرقند، قشقه دریا اور جیزاک اضلاع کے بارانی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاقوں میں گندم اور جو کی فصلیں اگائی جاتی ہیں - نہری آبپاشی کے علاقوں میں دوسری غلہ کی فصلیں مثلاً چاول، مکئی وغیرہ پیدا ہوتی ہیں - پورے سوویت یونین میں جتنا چاول پیدا ہوتا ہے اس کا ۱۴ فیصد ازبکستان میں اگایا جاتا ہے - سبزیاں، تربوز اور خربوزہ اگانے کے لئے ضلع تاشقند کی کالینن، اورجونیکیدزے اور بوستان‌لیک تحصیلیں اور ضلع سمرقند کی تحصیل سمرقند سب سے موزوں ہیں - پورے وسطی ایشیا کے باغات اور انگوروں کا ۶۰ فیصد ازبکستان میں ہے - ازبکستان میں آلو بخارا، زردآلو، سیب، ناشپاتی، انار، انجیر، بادام، انگور اور دیگر کئی اقسام کے پھل بکثرت اگائے جاتے ہیں -

ازبکستان میں اہم فصلوں کی مجموعی پیداوار میں اضافہ گوشوارہ نمبر ۲ میں دکھایا گیا ہے -

گوشوارہ ۲ -

اہم فصلوں کی مجموعی پیداوار (ہزار ٹن میں)

| نام فصل | ۱۹۱۳ | ۱۹۴۰ | ۱۹۵۰ | ۱۹۶۰ | ۱۹۷۰ | ۱۹۷۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| خام کپاس | ۵۱۷ | ۱۳۸۶ | ۲۲۲۶ | ۲۸۲۴ | ۴۴۹۵ | ۵۵۰۰ |
| کل اناج - اس میں شامل : | ۱۰۱۹ | ۶۰۱ | ۴۲۵ | ۷۰۴ | ۹۸۰ | ۲۵۲۶ |
| (الف) چاول | ۲۱۰ | ۱۲۶ | ۶۲ | ۵۸ | ۱۸۵ | ۴۰۹ |
| (ب) مکئی | ۳۹ | ۳۴ | ۵۹ | ۷۱ | ۶۷ | ۱۰۴۰ |
| آلو | ۴۶ | ۱۱۳ | ۱۱۱ | ۱۶۳ | ۱۸۰ | ۲۱۷ |
| سبزیاں | ۱۲۹ | ۳۱۱ | ۱۶۲ | ۳۷۷ | ۷۸۱ | ۲۱۲۶ |
| تربوز | ۱۸۳ | ۳۲۴ | ۱۴۶ | ۲۶۴ | ۵۴۹ | ۸۴۶ |
| انگور | ۱۳۸ | ۱۳۰ | ۸۴ | ۱۸۶ | ۲۹۰ | ۴۶۶ |

ریشم کے کیڑے پالنا ایک قدیم پیشہ ہے - جن علاقوں میں کپاس اگائی جاتی ہے وہاں ریشم کے کیڑے بھی پالے جاتے ہیں -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پورے سوویت یونین میں ریشم کے کویوں کی کل پیداوار کے ۵۸ فیصد ازبکستان میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ اس وقت شہتوت اور ریشم کے کیڑوں کی نئی اور بہتر اقسام دریافت ہوئی ہیں۔

مویشی پالنے میں قراقلی بھیڑیں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ ان جانوروں کی تعداد کے لحاظ سے تو پورے سوویت یونین میں ازبکستان پانچویں نمبر پر ہے مگر قراقلی کھالیں پیدا کرنے میں تیسرے نمبر پر ہے۔ قراقلی بھیڑیں صحرائی اور نیم‌صحرائی علاقوں میں پالی جاتی ہیں۔ پہاڑوں پر یا دامن کوہ کے بارانی علاقوں میں گوشت کے لئے مویشی، بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں۔ وہ علاقے جہاں نہری آبپاشی کا انتظام ہے وہاں گوشت اور دودھ کے لئے مویشی، گوشت اور چربی کے لئے بھیڑیں اور بکریاں، اور گوشت اور انڈوں کے لئے مرغیاں پالی جاتی ہیں۔ اسی طرح مخصوص مقاصد کے لئے گھوڑوں اور اونٹوں کی افزائش نسل بھی کی جاتی ہے (گوشوارہ نمبر ۳ میں جانوروں سے حاصل ہونےوالی اشیا دکھائی گئی ہیں)۔

گوشوارہ ۳۔

جانوروں سے حاصل ہونےوالی اشیا (ہزار ٹن میں)

| نام اشیا | ۱۹۱۳ | ۱۹۴۰ | ۱۹۵۰ | ۱۹۶۰ | ۱۹۷۰ | ۱۹۷۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| گوشت | ۸۹ | ۸۲ | ۵۷ | ۱۷۸ | ۲۰۸ | ۴۸۲ |
| دودھ | ۲۳۱ | ۴۵۱ | ۳۰۰ | ۸۴۷ | ۱۳۳۳ | ۲۰۰۲ |
| انڈے (تعداد کروڑ میں) | ۹٫۲ | ۱۳٫۳ | ۹٫۵ | ۴۵٫۸ | ۸۶ | ۱۳۱٫۶ |
| اون | ۵٫۹ | ۶٫۸ | ۱۱٫۷ | ۲۳٫۴ | ۲۲ | ۲۶٫۲ |

مویشیوں اور جانوروں کی دیکھ بھال اور افزائش نسل کے بہترین انتظامات ہیں جن کی نگرانی ماہرین کرتے ہیں۔ گوشت، دودھ، انڈے اور کھالیں زیادہ مقدار میں حاصل کرنے کے لئے نئے نئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

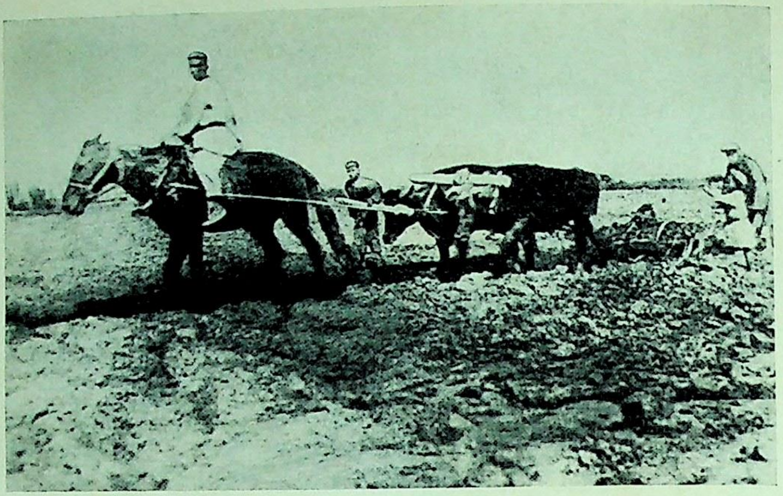

ازبکستان میں ۱۹۱۷ء سے قبل کاشتکاری کا طریقہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبکستان میں ۱۹۱۷ء سے قبل کپاس کی کاشتکاری۔

سوویت اقتدار کے پہلے برسوں میں کھیتوں کی آبیاری شروع ہوئی۔ ←

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

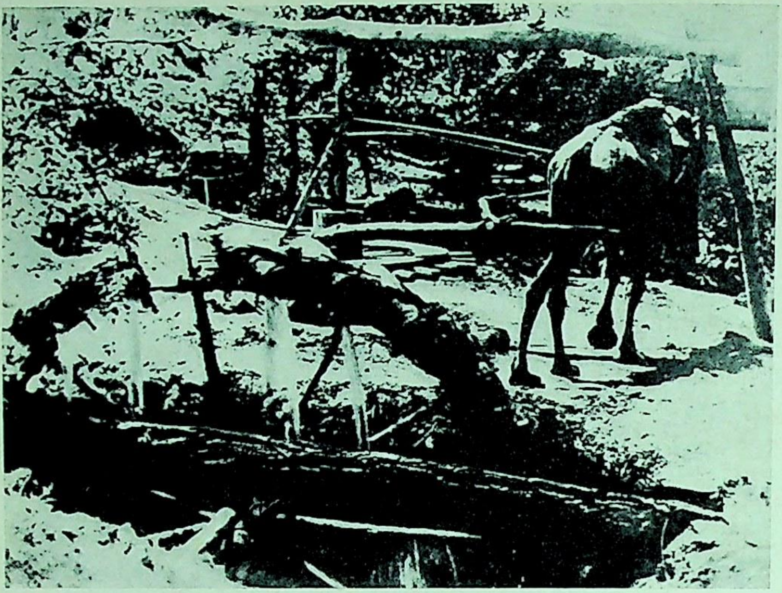

ازبکستان میں ۱۹۱۷ء سے قبل کھیتوں کو پانی اس طرح پہنچایا جاتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

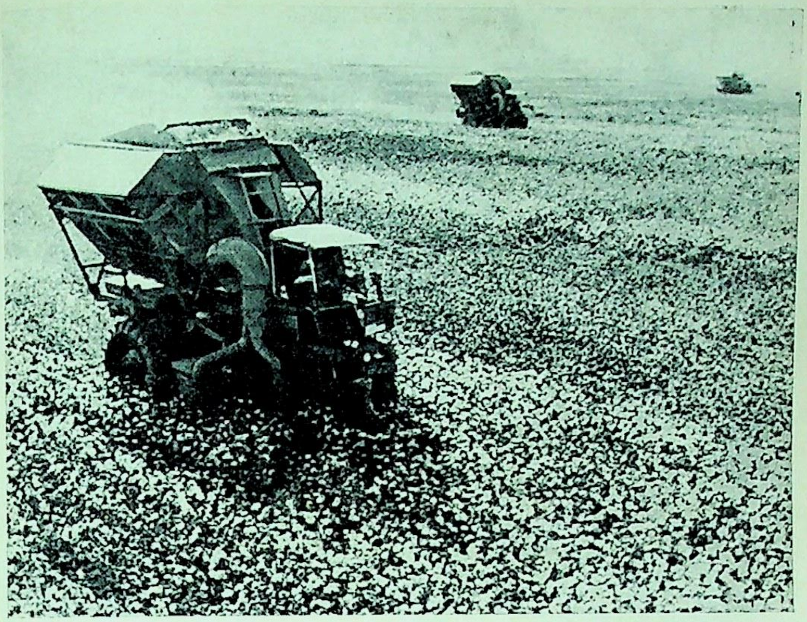

خوارزم علاقے کے کوشکوپیر ضلع میں کالینن نامی اجتماعی فارم میں کپاس کا مشینوں کے ذریعے چننا۔

ازبک زمین کے پھل - نیبو چننے والی بوریئیوا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک۔ پہاڑوں کا نظارہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل کاٹنے کی مہم ازبکستان کے کھیتوں میں شروع ہوئی۔
بائیں سے دائیں طرف: سیگزبائیف نامی اجتماعی فارم کے
کمبائن چلانےوالے ماندریکن، خالبائیف اور ماہر زراعت
بوخاروف کٹائی کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

← تاشقند علاقے کے پسکینت ضلع میں اخونبائیف نامی
اجتماعی فارم میں کپاس کا چننا شروع ہوا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

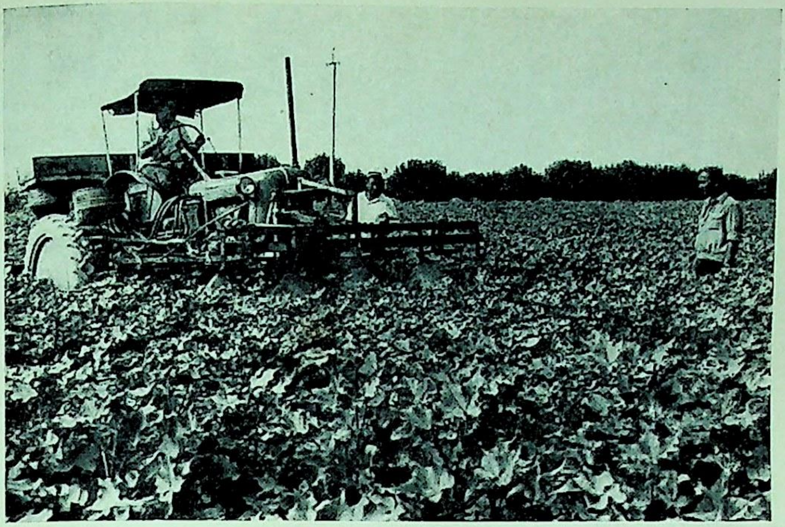

فرغانہ علاقہ ۔ تاش‌لاق ضلع میں پارٹی کی ۲۲ ویں کانگرس نامی اجتماعی فارم کے میکینک ایرگائیف کپاس کی کاشت کر رہے ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## ریاستی اور اجتماعی فارم

سوویت یونین کی زراعت میں دو قسم کے فارم تشکیل کئے گئے ہیں: ریاستی اور اجتماعی۔

دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی سوویت یونین میں ریاستی اور اجتماعی فارموں کی کارکردگی کے بارے میں صرف سطحی علم تھا۔ ایک دن انسٹی ٹیوٹ میں میں نے ایک ازبک پوسٹ گریجویٹ طالب علم سے اس موضوع پر بات چیت کی۔ میں نے اس سے پوچھا:

''ریاستی اور اجتماعی فارم میں کیا فرق ہے؟،،

''کارخانوں، کانوں اور دوسرے صنعتی اداروں کی طرح ریاستی فارم ریاست کے ادارے ہوتے ہیں اور اجتماعی فارم خودانتظامی پیداواری کوآپریٹو انجمنیں ہوتے ہیں۔

''ریاستی فارم کے تمام ذرائع پیداوار سرکاری ملکیت ہوتے ہیں۔ ریاستی فارموں کے کارکن وہی حقوق رکھتے ہیں جو کارخانوں کے مزدوروں کو حاصل ہیں، وہ اسی طرح کے سماجی بیمے اور پنشن سے استفادہ کرتے ہیں، وہ مزدور طبقے کا ایک حصہ ہیں۔ ریاستی فارم کی ساری پیداوار ریاست کی ملکیت ہوتی ہے۔ عام طور پر ریاستی فارم اجتماعی فارموں سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔

''ریاستی فارم کے مقابلے میں اجتماعی فارم کی ساخت اور اس کو چلانے کا انتظام کافی مختلف ہوتا ہے۔ زمین کے علاوہ وہ تمام ذرائع پیداوار اجتماعی فارموں کے ممبر کسانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں۔ اجتماعی فارم یا مویشی سے حاصل کردہ پیداوار اجتماعی فارم کی ملکیت ہوتی ہے۔ اس پیداوار کو فروخت کرنے کا فیصلہ کسان خود کرتے ہیں۔ پیداوار کا ایک حصہ تو وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے بچا رکھتے ہیں۔ باقی پیداوار حکومت کو فروخت کر دی جاتی ہے جس کا فیصلہ اجتماعی فارم کی انتظامیہ خود کرتی ہے۔ فروخت کے لئے پیش کی جانےوالی پیداوار یا تو اجتماعی فارم کی مارکیٹ میں لے جائی جاتی ہے یا پھر کوآپریٹو تنظیم کے تجارتی شعبے کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ بعض اجتماعی فارم شہروں، قصبوں یا منڈیوں میں اپنی مستقل دوکانیں رکھتے ہیں۔

''اجتماعی فارم کے قواعد وضوابط ہوتے ہیں جو اجتماعی فارم



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا کاروبار چلانے کے لئے قانونی درجہ رکھتے ھیں - اجتماعی فارم کے ممبر کسانوں کا مشترکہ جلسہ وھاں کی انتظامیہ کا اعلیٰ‌ترین ادارہ ھوتا ھے - اس جلسے میں بورڈ اور بورڈ کا صدر منتخب کئے جاتے ھیں - بورڈ اور اس کا صدر اجتماعی فارم کا روزمرہ کا کاروبار چلاتے ھیں اور سرکاری اداروں، قومی تنظیموں اور دوسرے اجتماعی فارموں کے ساتھ رابطہ رکھتے ھیں - ممبر کسانوں کے مشترکہ جلسے میں معائنہ کمیشن بھی منتخب کئے جاتے ھیں - ان معائنہ کمیشنوں کا بورڈ اور صدر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ھوتا بلکہ یہ کمیشن فارم کے اعلی ترین ادارے یعنی عام جلسے کے سامنے براہ راست جوابدہ ھوتے ھیں -

''اجتماعی فارم باقاعدہ منصوبے کے تحت کام کرتے ھیں - یہ منصوبہ ریاستی فارم کے منصوبے سے مختلف ھوتا ھے - حکومت اجتماعی فارم کو یہ نہیں بتاتی کہ کیا اور کتنا پیدا کرنا ھے اور پیداوار کا کتنا حصہ اپنے پاس رکھنا ھے اور کتنا فروخت کرنا ھے - تاھم حکومت بہت پہلے یہ ضرور جاننا چاھتی ھے کہ اجتماعی فارم کتنی پیداوار حکومت کے ھاتھ فروخت کرنے کا منصوبہ رکھتا ھے - ایک بات یاد رھنی چاھئے کہ قومی معیشت میں ریاستی اور اجتماعی فارموں کا حصہ برابر ھے - اس سے معلوم ھو جانا چاھئے کہ اجتماعی فارم کتنی اھمیت کے حامل ھیں - اجتماعی فارم بڑے پیمانے کے مشین‌بند زرعی ادارے بن گئے ھیں - آج‌کل ایک اجتماعی فارم کی ملکیت میں اوسطاً ۶ ھزار ۵ سو ھیکٹر (۱۶ ھزار ایکڑ) زمین اور کوئی ۵ ھزار مویشی ھیں -

''تجربے سے یہ بات ثابت ھوگئی ھے کہ اجتماعی فارموں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کئے بغیر حکومت کو پہلے سے طےشدہ مقررہ مقدار میں پیداوار حاصل ھو جاتی ھے - ھر اجتماعی فارم حکومت کے ساتھ پہلے ھی سے وعدہ کر لیتا ھے کہ فلاں سال حکومت کے ھاتھ فلاں مقدار میں پیداوار فروخت کرےگا - یہ مقدار ''مقررہ منصوبہ،، کہلاتی ھے - مقررہ منصوبے میں درج مقدار اتنی ھوتی ھے جو اجتماعی فارم آسانی سے فراھم کر سکتا ھے اور حکومت کے لئے یہ مقدار قابل اطمینان ھوتی ھے - منصوبے سے زیادہ پیداوار بھی حکومت مقررہ قیمتوں سے زیادہ پر خرید لیتی ھے - اس سے زیادہ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیداوار حاصل کرنے کے لئے اجتماعی فارم کی همت افزائی هوتی هے۔
''جوں جوں اجتماعی فارم ترقی کر رهے هیں اور ملکی معیشت مضبوط هو رهی هے حکومت کسانوں کی فلاح و بہبود کے نئے اقدامات کر رهی هے مثلاً کسانوں کی تنخواهوں میں اضافه کیا جا رها هے، ان کو پنشن کی سہولت دی جا رهی هے اور سب اجتماعی فارموں کو ان کے حقوق کی ضمانت دی جا رهی هے۔ ان اقدامات سے اجتماعی اور ریاستی فارموں کو ایک سطح پر لایا جا رها هے اور دیہات اور شہروں میں رهنےوالے باشندوں کے معیار زندگی میں فرق کو کم کیا جا رها هے۔''

میں نے یه مکالمه پورے طور پر درج کیا هے۔ سوویت یونین کے زراعتی اداروں کے بارے میں ان عام باتوں کی میں نے ازبکستان کے سرکاری اور اجتماعی فارم جاکر تصدیق کی۔ یه تمام باتیں صحیح ثابت هوئیں۔

## نورمراد کا گاؤں

میرا سائنسی تجربات کا کام بہت زیاده تھا اس لئے میرے پروفیسر نے ایک ازبک طالب علم نورمراد کو میری مدد پر مامور کر رکھا تھا۔ نورمراد انسٹی ٹیوٹ میں آخری سال کا طالب علم تھا۔ تحقیقی مقاله لکھنے میں میں نے اس کی مدد کی اور سائنسی تجربات کے مشاهدات نوٹ کرنے میں اس نے میری اعانت کی۔ یوں هم دونوں کا کچھ عرصه کے لئے مفاد مشترک رها۔

هم زیاده وقت سائنسی تجربات کرنے میں مصروف رهتے اور هماری گفتگو سائنس کے گرد گھومتی رهتی مگر هم اکثر چائے یا کھانے کے وقت نجی گفتگو بھی کر لیتے۔ خصوصاً جب دوسرے ازبک دوست شامل هو جاتے تو محفل خوب گرم رهتی۔ بعد میں هم زیاده بےتکلف هوگئے تو شام کے وقت اس کے یا میرے کمرے میں مل بیٹھتے۔

نورمراد کی عمر ۲۴ سال تھی اور وه غیرشادی شده تھا۔ وه اکثر اپنے خاندانی حالات بیان کرتا رهتا۔ وه اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے بارے میں باتیں کرتا۔ جب میرا خط گھر سے آتا تو میں بھی اپنے حالات بےتکلفی سے بتاتا۔ نورمراد کا تعلق ایک اجتماعی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فارم سے تھا۔ اپنے اجتماعی فارم کی نامزدگی اور خرچے پر وہ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کو واپس جاکر اپنے اجتماعی فارم پر کام کرنا تھا۔ نورسراد کے گھروالے بھی اب ہماری دوستی سے آگاہ تھے۔ نورسراد کا اکثر تقاضا رہتا کہ میں اس کے گاؤں چلوں۔ دل سے تو میں بھی جانا چاہتا تھا۔ بس کسی مناسب موقع کی تلاش تھی۔

آخرکار نورسراد کی تعلیم مکمل ہو گئی۔ میں نے اس کو الوداعی دعوت دی۔ نورسراد کی روانگی کے وقت ہم نے باہمی عہد کیا کہ ہم اپنی دوستی کو ملاقاتوں یا خط و کتابت کے ذریعے جاری رکھیں گے۔

نورسراد کے چلے جانے کے بعد ایک عرصے تک مجھے ایک اچھے اور مخلص دوست کی کمی کا احساس رہا۔ ایک دن ڈاک کے ذریعے مجھے نورسراد کا خط ملا۔ اس نے لکھا:

''نذیر بھائی، السلام علیکم۔

''آپ کا تازہ‌ترین خط چند روز قبل یہاں موصول ہو گیا تھا۔ یادآوری کا شکریہ۔ ہم یہاں اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی دعا سے ہم خیریت سے ہیں۔ ہمارا ''یکم مئی،، نامی اجتماعی فارم اس سال کپاس کی زیادہ پیداوار حاصل کرکے آس پاس کے اجتماعی فارموں پر سبقت لے جائے گا۔

''میں آپ کو ایک خوش‌خبری سنانا چاہتا ہوں۔ میری شادی ۲۰ اگست کو طے پائی ہے۔ تفصیلی پروگرام اور باقاعدہ دعوت نامہ ہمارے رواج کے مطابق عنقریب آپ کو میرے والدین کی طرف سے مل جائے گا۔ آپ کو یہاں لانے کے لئے شادی سے ایک روز قبل میرا چھوٹا بھائی انور آپ کے پاس آئے گا۔ آپ ہمیں مایوس نہ کریں، ضرور تشریف لائیں۔ ہم آپ کے منتظر رہیں گے۔

آپ کا نیازمند نورسراد۔،،

نورسراد کا خط میں نے بار بار پڑھا۔ سوچ کا دھارا یکسر بدل گیا۔ خوشی اور بےتابی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ۲۰ اگست



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تک ابھی پورے دس دن باقی تھے۔ کبھی نورسراد کے لئے تحفہ کے بارے میں سوچتا اور کبھی اس کے گھروالوں سے ملنے کے جذبات کو محسوس کرتا۔ انتظار کی گھڑیاں بڑی لمبی ہوتی ھیں۔ یوں محسوس ہونے لگا گویا ۲۰ اگست میں پورا سال باقی ھے۔ تصور ھی تصور میں اپنے ملک کے شادی بیاہ کے رسم و رواج میں کھو گیا: ''سنگنی... بارات... بینڈ باج... حق مہر... جہیز... رخصتی... ولیمہ...،،

... ۱۹ اگست کو صبح گیارہ بجے کے قریب نور سراد کا بھائی انور میرے پاس آگیا اور بتایا کہ حسب وعدہ مجھے لینے آیا ھے۔ دو پہر کا کھانا اس نے میرے ساتھ کھایا۔ اس کے بعد ہم ڈین کے دفتر میں چلے گئے جہاں سے میں نے نور سراد کی شادی کا دعوت نامہ دکھاکر نور سراد کے گاؤں جانے کی اجازت مانگی۔ مجھے لکچروں سے فرصت ملی۔

ٹھیک دو بجے ہم دونوں بس میں بیٹھ کر تاشقند سے روانہ ہو گئے۔ بس ایرکنڈیشنڈ اور بڑی آرام‌ده تھی۔ پہلے تو تاشقند کے نواحی علاقے آئے۔ کوئی تیس کلومیٹر گئے ہوں‌گے کہ چھوٹا سا شہر یانگی‌یول آیا۔ جس شہر یا قصبے کے پاس سے ہم گذرتے میرے دریافت کرنے پر انور مراد اپنی دانست کے مطابق جواب دیتا۔ البتہ جب میں اس کے اجتماعی فارم یا بیاہ شادی کے بارے میں کچھ پوچھتا تو وہ ایک ھی جواب دیتا:

''نذیر بھائی، آپ زیادہ بےچین نہ ہوں۔ تھوڑی دیر کی بات ھے، اس کے بعد آپ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔،،

آخرکار ہماری بس گلستان شہر پہنچ گئی۔ تاشقند سے ۱۲۰ کلومیٹر دور یہ شہر بڑا خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ گلستان سے ۲۵ کلومیٹر اور آگے جاکر ہم بس سے اتر گئے۔ جس جگہ ہم بس سے اترے ''یکم مئی،، نامی اجتماعی فارم بالکل سڑک پر واقع تھا۔ بس سے اتر کر انور وہاں کھڑے دو نوجوانوں سے باتیں کرنے لگا۔ چاروں طرف پھیلے ہوئے کپاس کے کھیتوں کو دیکھ دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ ھلکی ھلکی ہوا چل رہی تھی جس سے کپاس کے پودے یوں جھوم رہے تھے گویا جھک‌جھک کر ہمارا استقبال کر رہے ہوں...



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب ہم ان کے گھر پہنچے تو سب سے پہلے نور مراد اور اس کے والد کامل عثمانوف سے بغلگیر ہوکر ملے۔ اس کے علاوہ نورمراد کے دوست، اہل خانہ اور خواتین بھی مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ نور مراد کی والدہ نے بڑھ کر میرے کندھے پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ سارے گھر میں شادی کا سماں تھا۔

نور مراد کا گھر پہلی ہی نظر میں مجھے بڑا جاذب نظر لگا۔ در و دیوار عمدہ کاریگری کا نمونہ تھے۔ کشادہ صحن۔ خوبصورت باغیچہ۔ سامنے باغیچے میں رنگ برنگ کے پھول۔ پھولوں کے اس پار سبزیوں کی کیاریاں اور سب سے آخر میں پھل دار درختوں کی دو قطاریں۔ کچھ پھل‌دار پیڑ صحن میں بھی تھے۔ انگور کی بیلیں انگوروں سے لدی ہوئی تھیں۔ سیب کے درختوں پر سرخ سیب لٹک رہے تھے جن کو دیکھ‌کر میرے منہ میں پانی آگیا... میں اس سے پہلے بھی ازبکستان کے کئی دیہاتوں میں جا چکا تھا۔ کشادہ سڑکیں، خوبصورت مکان، صاف ستھرا ماحول، درختوں کی بھرمار اور ہر گھر کے ساتھ ملحقہ باغیچہ ــ ہر دیہات کی مشترکہ خصوصیات ہیں۔ مگر نور مراد کا گھر کچھ زیادہ ہی دلفریب معلوم ہو رہا تھا۔

میری آمد پر جمع ہونےوالے بچوں کو نور مراد کی والدہ محبت خانم نے پہلے ہی بھگا دیا تھا۔ نور مراد کے دوست اور دیگر نوجوان بھی اجازت لےکر اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو محبت خانم نور مراد سے مخاطب ہوئیں:

''مہمان کو خان تختہ پر لے چلو۔ میں پلاؤ اور گرم گرم نان لےکر آتی ہوں۔ ہاں، دیکھو 'رضاست، انگوروں کے تین چار گچھے اور کچھ سیب اور انار توڑ لاؤ۔''

یہاں بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ازبک اور اردو زبانوں میں ایک اندازے کے مطابق کم و بیش دس ہزار الفاظ مشترکہ ہیں۔ مثلاً مہمان، خان تختہ، دسترخوان، پلاؤ، نان، انار، گوشت، شوربہ وغیرہ وغیرہ۔

ہم خان تختہ کے گرد بیٹھ گئے۔ کامل عثمانوف نے اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ کر گدیلے سے ٹیک لگالی اور مجھے انھوں نے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ میری دوسری طرف نور مراد نے جگہ لے لی اور کامل عثمانوف کے دوسرے پہلو میں محبت خانم کی جگہ ابھی خالی تھی۔ نور مراد نے دسترخوان سے کپڑا اٹھایا تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ٹافیوں سے لے کر غیر موسمی پھلوں تک دنیا بھر کی کھانے کی چیزوں کی بھرمار تھی تاہم پلاؤ، کلچوں اور گرم گرم چائے کی ابھی کمی تھی۔ نور مراد کے والد ابھی تک میری اور میرے گھروالوں کی خیریت دریافت کر رہے تھے۔ کبھی وہ میری تعلیم اور کبھی میرے ملک کے بارے میں پوچھتے۔ اتنے میں محبت خانم بھی چائے لے کر آ گئیں۔ ان کے کرتے اور دوپٹے کو دیکھ کر مجھے اپنی والدہ یاد آ گئیں۔ میں ابھی کوئی بات پوچھنے ھی والا تھا کہ محبت خانم بولیں:

''نذیر بیٹا، ھم نے سوچا کہ نور مراد نے اب تعلیم مکمل کر لی ھے، شادی بھی ھو جانی چاھئے۔ ھماری ھونے والی بہو بڑی شریف اور خوبصورت لڑکی ھے۔ ھمارے ھی گاؤں میں لیڈی ڈاکٹر ھے۔ وہ اسی سال تاشقند میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سے تعلیم مکمل کر کے آئی ھے۔ ھم اس کے والدین کو اچھی طرح جانتے ھیں مگر سب سے بڑی بات یہ ھے کہ نور مراد اور رضیہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ھیں۔ آج کل کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی پسند کی شادیاں کرتے ھیں ورنہ ھمارے وقتوں میں لڑکی اور لڑکے کی پسند تو درکنار ایک دوسرے کو شادی سے پہلے دیکھنا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ میں اپنی ھی مثال دیتی ھوں...،،

کامل عثمانوف فوراً محبت خانم کی طرف دیکھ کر کھانسے اور مونچھوں کو تاؤ دیا۔ محبت خانم نے فوراً موضوع بدل لیا۔

''... نور مراد اور رضیہ کی اچھی ملازمتیں ھیں پھر بھی میں نے گھر کے استعمال کی چیزیں، بستر، برتن وغیرہ بنا رکھے ھیں تاکہ ان کو ازدواجی زندگی کے آغاز سے ھی ان بکھیڑوں میں نہ پڑنا پڑے۔ رضیہ کی والدہ نے بتایا ھے کہ اس نے بھی کافی سامان تیار کر رکھا ھے۔ ھم سمجھتے ھیں کہ حقیقی زندگی کا یہی تقاضا ھے ورنہ پرانے وقتوں میں بڑے غلط رسم و رواج تھے۔ سوویت اقتدار سے پہلے رواج یہ تھا کہ لڑکا لڑکی کے والدین کو بھاری رقم نقدی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی صورت میں دیا کرتا تھا۔ کیا اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ لڑکی کو خریدا جاتا تھا؟..''

کامل عثمانوف نے مداخلت کرتے ہوئے محبت خانم کی بات کاٹ دی۔ شاید وہ سمجھے کہ محض کھانسنے سے کام نہیں چلے گا۔ بولے:

''نذیر، نور مراد کی والدہ کی یہ پرانی عادت ھے کہ بات بات پر پرانے اور نئے وقتوں کا موازنہ کرنے بیٹھ جاتی ھے۔ کئی بار کہا ھے کہ نوجوان نسل کے سامنے ایسی باتیں مت کیا کرو۔ بس ایک نہیں مانتی۔''

میرا ووٹ محبت خانم کی طرف تھا چنانچہ میں نے کہا:

''نہیں، کامل اتا* محبت آپا کو نہیں ٹوکنا چاھئے۔ وہ بالکل درست کہتی ھیں۔ آپ نوجوان نسل کو اپنا ماضی ضرور بتائیں خصوصاً جہالت اور پسماندگی کا حقیقی نقشہ پیش کریں تا کہ ان کو پتہ چلے کہ آپ پہلے کیا تھے اور اب کیا ھیں ورنہ نئی نسل تو یہی سمجھے گی کہ ھمیشہ سے ھی حالات ایسے تھے۔''

میری بات سن کر کامل عثمانوف کی پیشانی کے بل کچھ سیدھے ہوئے اور وہ کہنے لگے:

''چلئے، آپ کی بات ھماری نوجوان نسل کےلئے درست سہی مگر آپ کے سامنے تو ایسی باتیں نہیں ھونی چاھئیں۔''

''کامل اتا، آپ کی مرضی ھے۔ ویسے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا،، میں نے کہا۔

نورمراد جو اب تک خاموش تھا اس مرحلے پر اپنے والدین سے مخاطب ھوا:

''میں اور نذیر ایک سال تک ایک ھی ھوسٹل میں رہ چکے ھیں۔ اس کی باتوں سے میں نے نتیجہ نکالا ھے کہ ھمارے ھاں کے رسم و رواج تقریباً ایک جیسے ھیں۔ زیادہ سے زیادہ انیس بیس کا فرق ھوگا۔ اس کی وجہ یہ ھے کہ ھمارا اور ان کا تاریخی اور ثقافتی

---

* ازبک زبان میں کسی بزرگ سے مخاطب ھوتے ھوئے نام کے ساتھ لفظ اتا کا اضافہ کر لیتے ھیں۔ اتا کے لفظی معنی باپ کے ھیں۔ (ایڈیٹر)



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ورثہ مشترکہ ہے - اس لئے آپ فضول بحث میں وقت ضائع نہ کریں - جلدی جلدی کھانا ختم کریں - ہمیں کچھ دوستوں سے بھی ملنا ہے -،،

ہم نے سیر شکم ہوکر کھانا کھایا - پھر میں اور نور مراد اس کے دوستوں کی محفل میں چلے گئے - رات دیر تک ہم ٹیلیویژن دیکھتے رہے - میں نے محسوس کیا کہ نورمراد کے گھر میں شادی بیاہ کی جو رسومات ادا کی جا رہی ہیں وہ سب ہم سے ملتی جلتی ہیں -

اگلی صبح کو ہم نے ناشتہ کیا - ہر طرف شادی کی گہما گہمی تھی - شادی کی اصل تقریب تو شام کو ادا ہونےوالی تھی تاہم صبح سے ہی مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی - ہر نئے آنےوالے مہمان سے میرا تعارف کرایا جاتا - کہیں موسیقی بج رہی تھی تو کہیں کھانے پکانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں- بچے نئے نئے کپڑے پہن کر گھوم رہے تھے - کھانے پینے کی چیزیں اور ملبوسات ہاتھوں میں لےکر عورتوں کا گھر میں داخل ہونا اور باہر نکلنا ان تمام باتوں کی نشاندھی کر رہا تھا جو میں دیکھ تو نہیں رہا تھا مگر محسوس کر رہا تھا کیونکہ ہمارے ہاں بھی یہی کچھ ہوتا ہے - سارا کام برادری کے لوگ کر رہے تھے - نورمراد کے والد منتظم اعلی تھے اور صرف اہم امور میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا - کوئی خاص کام ان کے ذمہ نہیں تھا - فرصت پاکر میں ان کے قریب گیا اور کہا :

،، کامل اتا، اگر آپ مصروف نہ ہوں تو ذرا کپاس کے کھیتوں کو چلیں؟ اپنی فصل تو دکھائیں - ،،

کامل عثمانوف فوراً راضی ہو گئے - انہوں نے کچھ ضروری ھدایات دیں اور ہم باہر کھیتوں کو نکل گئے -

کھیتوں میں پہنچ کر میں نے کپاس کی عمدہ فصل کی تعریف کی - کامل عثمانوف میری بات سن کر چلتے چلتے رک گئے - انہوں نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو دوہرا کرکے پہلے ایک مونچھ کو اور پھر دوسری مونچھ کو نیچے سے سیدھا کیا - اس کے بعد اپنی ازبک ٹوپی کو تھوڑا سا پیچھے کی طرف سرکایا - انہوں نے کھیتوں پر نگاہ ڈالی اور ہاتھوں سے کھیتوں کی طرف اشارہ کیا :

،،اتنی اچھی فصل کو جب میں دیکھتا ہوں تو میرے جسم میں خون دوگنا ہو جاتا ہے - ان کھیتوں میں پچھلے سال بھی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کپاس کی فصل تھی۔ پچھلے سال کی فصل حاصل کرنے کے بعد ہم نے کھیتوں میں ٹریکٹروں سے ہل چلا دیا تھا۔ سردیوں میں یہاں برف پڑی رہی۔ جب برف پگھلی تو اس نمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے ٹریکٹروں سے زمین تیار کر لی۔ جو فصل آپ دیکھ رہے ہیں ہم نے مشینوں کے ذریعے لائنوں میں کاشت کی تھی۔ ہم نے اس سال کپاس کی قسم 'تاشقند نمبر ۳، کاشت کی ہے۔ اس کو ولٹ کی بیماری نہیں لگتی۔ ہمارے سائنس‌دانوں کا یہ بڑا کارنامہ ہے۔ ہمارے ملک کے کپاس کے سب سے بڑے ماہر شکور ابراہیم نے پچھلے دنوں ریڈیو اور ٹیلی‌ویژن پر اعلان کیا تھا کہ کپاس کی یہ قسم اس وقت بہترین ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پودے ایک میٹر اونچے ہیں۔ ہر پودے پر پندرہ بیس گوگڑے لگے ہیں۔ پھول آنا بند ہو چکے ہیں۔ ہر پودے پر تین تین چار چار گوگڑے کھل چکے ہیں۔ ہر گوگڑے کی کپاس کا وزن آٹھ دس گرام ہوگا۔ ہم نے فصل کو کل دو پانی دئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بارش بھی ہو گئی تھی۔ ہماری کپاس کی فصل کو کوئی کیڑا نہیں لگتا۔ جب سب گوگڑے کھل جائیں گے تو اس علاقے کے سب اجتماعی فارموں کی کپاس کی فصل پر ہوائی جہاز سے دوائی چھڑک کر پتے گرا دئے جائیں گے۔ صرف کپاس باقی رہ جائے گی۔ اس وقت ایسا لگتا ہے گویا کھیتوں میں سفید چادر بچھی ہوئی ہے یا کسی نے دھرتی کے قلعی کر دی ہے۔ کپاس مشینوں سے چنی جائے گی۔ اس کے باوجود جسمانی طاقت کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ ہماری مدد کے لئے ہر سال سرکاری بسوں پر شہروں سے طلباء آجاتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے بہت زیادہ مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ہم ان کے لئے خوراک اور رہائش کا بندوبست کرتے ہیں اور ان کو محنت کا معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ یکم نومبر سے پہلے پہلے ساری فصل کھیتوں سے کارخانوں میں پہنچا دی جائے...،،

اتنا کہنے کے بعد وہ ایک دم رک گئے۔ جیب سے نسوار کی ڈبیا نکالی۔ نسوار کی ایک چٹکی نچلے ہونٹ اور دانتوں کے درمیان رکھی۔ ایک بار تھوکا اور پھر اپنے دانت اس آئینے میں دیکھنے لگے جو ڈبیا پر لگا ہوا تھا۔ غالباً وہ کچھ مزید کہنا چاہتے ہوں گے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر ان کو نسوار کی ڈبیا کے ساتھ مصروف دیکھ کر میں نے بات کو آگے بڑھانا چاہا:

''نور مراد کی زبانی مجھے پہلے ھی معلوم ھو چکا ھے کہ آپ کا اجتماعی فارم اس پورے علاقے میں بہترین فارم سمجھا جاتا ھے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کے فارم پر فی ھیکٹر پیداوار کتنی ھوتی ھے؟''

''ھمارے فارم میں اس سال کوئی چار ھزار ھیکٹر رقبے پر کپاس کاشت کی گئی ھے۔ گذشتہ برس ھمارے فارم کی فی ھیکٹر پیداوار ۴۸ سینٹنیر * رھی۔ اس سال تو فصل اور بھی اچھی ھے۔ امید ھے کہ ۵۰ سینٹنیر فی ھیکٹر پیداوار ھو جائےگی۔ ھمارے فارم کا ریکارڈ ھے کہ ھم نے تقریباً ھمیشہ ھی پلان سے زیادہ فصل پیدا کی بلکہ اکثر وعدہ سے بھی بڑھ گئے۔ ھم جتنی بھی پیداوار حکومت کو بیچنا چاھیں حکومت مقررہ قیمت پر خرید لیتی ھے۔ صرف ایک سال ایسا ھوا تھا کہ انتہائی خراب موسمی حالات کے باعث فصل تباہ ھو گئی تھی۔ حکومت کے محکمۂ بحالیات نے ھمیں مالی امداد کی پیش کش کی مگر ھم نے شکریہ کے ساتھ امداد لینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے ھمارے فارم کے اپنے محفوظ فنڈ کافی تھے...''

کامل عثمانوف مجھے جو باتیں بتا رہے تھے میں ان سب کا اپنے طور پر تجزیہ کرتا جا رھا تھا۔ میں نے ان سے ایک وضاحت طلب کی:

''آپ نے ابھی اس سے پہلے ذکر کیا ھے کہ آپ کے فارم پر زمین اور فصل سے متعلق تمام کام مشینوں سے کئے جاتے ھیں۔ آپ یہ مشینیں کرایہ پر لیتے ھیں؟''

''نہیں تو۔ ھمارے فارم کی اپنی ھر طرح کی زرعی مشینیں موجود ھیں جو ھم نے فارم کے سرمایہ سے خرید رکھی ھیں۔ ھمارے اپنے انجینیر اور کاریگر ھیں۔ ھر اجتماعی فارم کے پاس اپنی اپنی ورکشاپ ھے۔ اور پھر ورکشاپ تک ھی محدود کیوں۔ ھمارے اجتماعی فارم میں ھمارا اپنا اسکول، اپنا ھسپتال اور اپنی لائبریری

---

* ایک سینٹنیر سو کلوگرام کے برابر ھے۔ (ایڈیٹر)



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ چار پانچ سال ہوئے ہم نے اپنے فنڈ سے اپنے گاؤں کی تمام سڑکوں کو پکا کر لیا تھا۔ آپ یہاں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر گھر میں ٹیلیویژن لگے ہیں...،،

ہم چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں پانی کا ایک خشک نالہ تھا۔ یکایک میرے ذہن میں سوال ابھرا:

''قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نالے میں جو پانی آتا ہے اس سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ کیا میرا اندازہ درست ہے؟،،

''آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ کوئی پندرہ سال پہلے حکومت نے سرکاری خرچ پر قرشی نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ ہمارے اجتماعی فارم کو اس نہر کا پانی اس نالے کے ذریعے ملتا ہے جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ اس پانی کے بدلے ہم حکومت کو کوئی آبیانہ یا ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ اس ضمن میں آپ کے لئے جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہمارے اجتماعی فارم کے کھیتوں کو پانی دینے کے لئے جو ٹولی مامور ہے میں اس کا سربراہ ہوں۔ فصل کو پانی دینے کا کام بڑی ذمہ‌داری کا ہے۔ فصل کی بوائی کے وقت نمی کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ میں اپنی ٹولی کے ارکان سے اکثر کہتا رہتا ہوں کہ فصل کو پانی صرف اسی وقت دیا جائے جب موزوں وقت ہو۔ بے‌وقت پانی دینے سے پانی ضائع ہوتا ہے اور فصل پر خراب اثر پڑتا ہے مثلاً بڑھتی ہوئی فصل کو خواہ مخواہ زیادہ پانی دینے سے پودے بڑے ہوجاتے ہیں اور پھل کم آتا ہے۔ جب فصل پھل لے چکے تو پانی ضرور دینا چاہئے، اس سے پیداوار اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

''نذیر بیٹا، میں جو باتیں بتا رہا ہوں وہ سب تجربے کا نچوڑ ہیں۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دنیا بہت آگے نکلتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہم بھی قدم قدم پر سائنسی معلومات کا سہارا لیتے ہیں۔ اب تو ہم تمام کام اپنے زرعی ماہر کی ہدایت کے مطابق کرتے ہیں۔ ہمارے زرعی ماہر کی قابلیت سے آپ سے زیادہ بھلا کون واقف ہوگا...،،

میں یہ سن کر ٹھٹک گیا۔ میں نے حیران ہوکر کہا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''میں تو آج پہلی مرتبہ آپ کے گاؤں آیا ہوں۔ میں یہاں نور مراد کے علاوہ اور کسی کو جانتا ہی نہیں۔''

''وہی تو ہمارا زرعی ماہر ہے!''

میں نے بڑے میاں کی توجہ ان کھنڈرات کی طرف مبذول کرائی جو بالکل ہمارے سامنے تھے اور جہاں ہم کھیتوں میں گھومتے پھرتے پہنچ گئے تھے۔ میرا سوال سن کر بڑے میاں نے تیوری چڑھا لی اور بولے:

''رہنے دیجئے۔ میں تو دوسروں کو ماضی کو یاد کرنے سے منع کرتا رہتا ہوں۔ یوں بھی آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہوگی۔''

''نہیں، کامل اتا، تفصیل نہ سہی مختصراً ہی کچھ بتائیے''، میں نے اصرار کرتے ہوئے پوچھا۔

کامل اتا بزرگانہ انداز میں میری طرف متوجہ ہوئے۔ ''کافی دیر ہو گئی ہے۔ چلئے، گاؤں چلیں۔''

میں دیکھ رہا تھا کہ میرے سوال کا جواب دینے سے وہ دانستاً گریز کر رہے ہیں۔

''شاید آپ کا اس سے کوئی ذاتی واقعہ وابستہ ہوگا جس کی وجہ سے آپ نے کوئی براہ راست جواب دینا پسند نہیں کیا۔''

وہ بےساختہ بولے: ''نہیں، نہیں۔ اس میں کوئی راز کی بات نہیں۔ یونہی پرانے وقت کو یاد کر کے طبیعت خراب ہوتی ہے۔ میں کچھ مستقبل کے بارے میں سوچنے کا زیادہ عادی ہوں۔ آپ اصرار کرتے ہیں تو سنئے۔

''ہمارا موجودہ گاؤں انقلاب کے بعد تعمیر ہوا ہے۔ انقلاب سے پہلے ہمارا گاؤں اسی جگہ واقع تھا جہاں آپ یہ کھنڈرات دیکھ رہے ہیں۔ اس جگہ گارے مٹی کا صرف ایک مکان تھا۔ یہ مکان آس پاس کی سب زمینوں کے مالک بائی کا تھا۔ اس مکان کے ارد گرد اس کے بہت سے مزارع اور ملازم رہتے تھے۔ ان کے مکانوں کے نشانات اس لئے نہیں ہیں کہ وہ سب کی سب گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تھیں۔ ایسی ہی ایک جھونپڑی میں میرے والدین رہا کرتے تھے۔ میں خود بھی جھونپڑی میں پیدا ہوا تھا۔

''زراعت کا انحصار بارش پر ہوتا تھا اور بہت تھوڑا سا رقبہ زیرکاشت تھا۔ کپاس کی فی ہیکٹر پیداوار زیادہ سے زیادہ پانچ چھ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سینٹنیر ہوا کرتی تھی۔ سب لوگ بائی کے ذاتی ملازم ہوا کرتے تھے۔ بائی جس سے ناراض ہوتا اس کو جو سزا وہ چاھتا، دیتا تھا۔ جدید زمانے کی سہولتوں کا تو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لوگوں کا معیار زندگی بہت پست تھا۔ اگر کوئی بیماری گاؤں میں آ جاتی تو کئی کئی جانوں کا نذرانہ لے کر جاتی۔ بیماری کی حالت میں عام لوگ ملا سے تعویذ لیتے لیکن جب بائی بیمار پڑتا تو حکیم کا علاج کراتا۔ سارے گاؤں میں صرف ملا ھی لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ لوگ کاشتکاری کرتے تھے۔ جب کھیت میں فصل پک جاتی تو بائی ساری فصل جمع کر کے اٹھا لے جاتا اور تھوڑی سی کاشتکار کےلئے چھوڑ جاتا۔ ایک دفعہ ایک کاشتکار نے احتجاج کیا تو بائی نے اس کاشتکار کو مارا پیٹا اور پھر اپنی زمینوں سے خارج کر دیا۔ بائی ملا کے ذریعے لوگوں کو نیک بننے کی نصیحت کراتا رہتا تھا مگر اس کی اپنی زندگی بڑی گناہآلود تھی۔ کھنڈرات کے پاس چنار کے جو درخت کھڑے ھیں، ملا نے ان سے طرح طرح کے عجیب و غریب قصے منسوب کر رکھے تھے۔ لوگ چنار کے درختوں سے بڑے خائف رہتے تھے۔ انقلاب کے بعد بائی یہاں سے فرار ہو گیا۔ کسان زمینوں پر قابض ہو گئے۔ بعد میں بائی کی زمینوں پر مشتمل ھمارا اجتماعی فارم تشکیل دیا گیا۔ ،،

کامل اتا کی گفتگو میں بڑے انہماک سے سن رہا تھا۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ ھم کب گھر واپس آ گئے۔

گھر میں سرنائی، نے، نقارے اور دیگر ازبک سازوں پر چار پانچ نوجوان شادی کی دھنیں بجا رہے تھے۔ دولہا کو تیار کیا جا رہا تھا۔ نورسراد کی والدہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔ نور سراد کی بہنیں اپنے بھائی کی شادی کی خوشی میں شادی بیاہ کے گیت گا رہی تھیں۔ بارات تیار ہو رہی تھی۔ شام کے قریب بارات دلہن کے گھر گئی جو اسی گاؤں میں واقع تھا۔ بارات کی آمد پر دلہن کے والدین اور عزیز و اقارب نے دولہا اور بارات کا استقبال کیا۔ نکاح پڑھایا گیا۔ ہلکے مشروبات سے بارات کی خاطر تواضع کی گئی۔ شام گئے تک رخصتی ہو گئی۔ دلہن کی والدہ نے افسردہ جذبات کے ساتھ اپنی بیٹی کو رخصت کیا۔ مشرقی تہذیب کی یہ خصوصیت دیکھ کر میرے جذبات بھی امڈ آئے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رات کا کھانا یعنی ولیمہ دولہا کے گھر تھا جس میں دلہن کے والدین بھی مدعو تھے۔ دولہا اور دلہن اور ان کے نوجوان ساتھی اپنی مخصوص جگہوں پر کرسیوں پر بیٹھ گئے اور سامنے میزوں پر دسترخوان لگے تھے۔ اسی طرح دیگر مہمان بھی کرسیوں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ مجھے بھی دولہا اور دلہن کے قریب کرسی پیش کی گئی مگر میں نے دور اس خان‌تختہ کے گرد کامل اتا کے پہلو میں بیٹھنے کو ترجیح دی جہاں دوسرے بزرگ مرد بیٹھے تھے۔ کامل اتا نے ان سب کے ساتھ میرا تعارف کرایا۔

''یہ سب ہمارے فارم کے پنشن‌یافتہ کسان ہیں۔ ،، اور پھر ذرا مسکرا کر کہا: ''عنقریب میں بھی ان کی صف میں شامل ہو جاؤں گا۔ ،،

کھانا شروع ہوگیا۔ تین ازبک گوئیے بھی آ گئے۔ وہ مخصوص ازبک سازوں پر طربیہ اور مزاحیہ گانے گانے لگے۔ ان میں سے دف بجانےوالا باربار میری طرف دیکھتا اور مزاحیہ انداز میں جھوم جھوم کر دف بجاتا۔ حاضرین نے بڑھ بڑھ کر ان کو ایک، تین اور پانچ روبل کے نوٹوں کے حسب توفیق انعامات دئے۔ ان میں سے ایک گویا نوٹ لےکر ہاتھ اوپر اٹھاتا اور انعام دینےوالے کا نام پکارتا اور پھر یہ کرنسی نوٹ اپنی ٹوپی میں ٹھونس لیتا۔ انعامات کا یہ سلسلہ اتنا طویل ہو گیا کہ گویوں کی جیبیں نوٹوں سے بھر گئیں۔ اس پر مجھے اپنے وطن میں شادی بیاہ کا منظر یاد آ گیا۔ ہمارے ملک میں بھی بالکل اسی طرح کا رواج ہے۔

اگلی صبح کو ناشتے کے بعد محبت خانم مجھے شادی کا سامان دکھانے کےلئے مکان کے اندر لے گئیں۔ جہیز کے سامان میں ضرورت کی ہر چیز تھی: زیورات، ملبوسات، بستر، چادریں، کراکری، ٹی‌وی، ریفریجریٹر وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایک گائے بھی دلہن کے والدین نے اپنی بیٹی کو دی تھی۔ محبت خانم تو صرف جہیز کی چیزیں دکھا رہی تھیں مگر میں ان کے گھر میں ان کی روزمرہ کی چیزوں کو بھی دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ان کا مکان چار کمروں پر مشتمل تھا۔ پرانا مگر پائیدار فرنیچر ڈرائنگ روم کی زینت بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر دو قالین لٹک رہے تھے۔ ایک طرف ٹی‌وی اور ریڈیوگرام رکھے تھے۔ دروازوں پر پردے تھے۔ اگر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کامل اتا اوپر سے نہ آ جاتے تو شاید دیکھنے دکھانے کا سلسلہ ابھی اور جاری رہتا۔ وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئے۔

پیالی میں چائے ڈال کر کامل اتا بولے:

''خدا کرے دنیا میں امن قائم رہے تاکہ ہماری آئندہ نسلیں خوشحال زندگی گزار سکیں... چند سال بعد آکر دیکھئےگا ہمارا گاؤں جنت بن چکا ہوگا۔''

میری چائے ختم ہوگئی تو کامل اتا نے میری پیالی میں اور چائے انڈیلی۔ وہ خود چائے نہیں پی رہے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے منہ میں نسوار رکھی تھی۔ کامل اتا کی رات کی ایک بات اب تک میرے ذہن میں سوالیہ نشان بنی ہوئی تھی۔ میں نے اس بات کی یوں وضاحت طلب کی:

''آپ نے رات فرمایا تھا کہ آپ عنقریب پنشن پر جانےوالے ہیں۔ کچھ اور پنشن یافتہ کسان بھی بیٹھے تھے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ کی حکومت بوڑھے کسانوں کو بھی پنشن دیتی ہے۔''

''اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ یہ تو ہمارا قانونی حق ہے۔ ہم ساری زندگی اجتماعی فارم کی خدمت کرتے ہیں، بڑھاپے میں ہم کو پنشن ملتی ہے۔ کیا آپ کے ملک میں کسانوں کو پنشن نہیں دی جاتی؟ اگر نہیں دی جاتی تو ہمارے لئے تعجب کی بات ہے۔ ہم اپنی پیداوار حکومت کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں۔ اس سے حاصل ہونےوالی آمدنی فارم اور فارم پر رہنےوالوں پر خرچ ہوتی ہے۔ فارم کا سارا کاروبار انتظامیہ چلاتی ہے جس کے بورڈ کا میں بھی ممبر ہوں۔ اجتماعی فارم کے بورڈ کا صدر جورابائیف اور پارٹی کمیٹی کا سکریٹری شفقت مرزائیف بڑے قابل انسان ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ وہ ہمارے فارم کی سربراہی کر رہے ہیں...''

کامل عثمانوف جب اجتماعی فارم کے بارے میں بتا رہے تھے، میں میزبان کی نظریں بچا بچا کر ان کے کمرے کی ایک ایک چیز دیکھ رہا تھا۔ دیوار پر لٹکی ہوئی ایک تصویر پر میری نگاہ اٹک کر رہ گئی: تصویر کامل اتا کی معلوم ہوتی تھی۔ تصویر میں وہ فوجی وردی میں ملبوس تھے اور ان کے ساتھ ایک نوجوان بھی فوجی وردی زیب تن کئے تھا۔ وہ بظاہر یورپی معلوم ہوتا تھا۔

6—1932



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

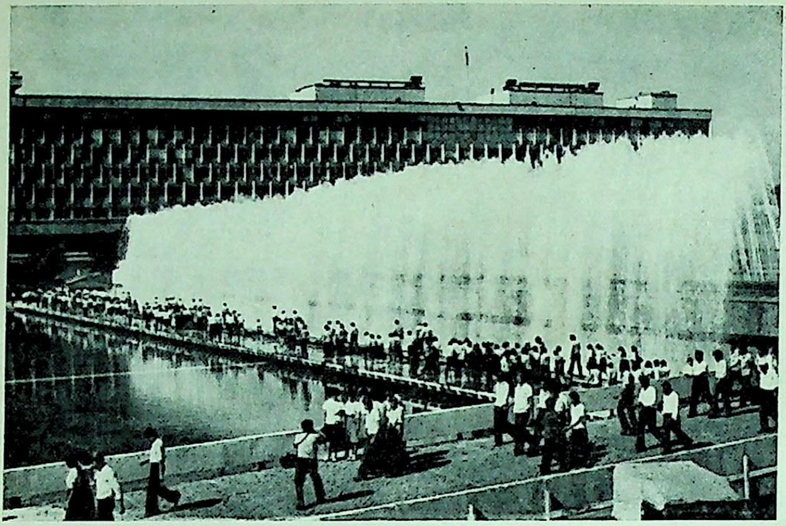

تاشقند کے فوارے جن کے پاس تاشقند کے رهنےوالے چلچلاتی
دهوپ سے بچ کر آرام ایتے هیں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

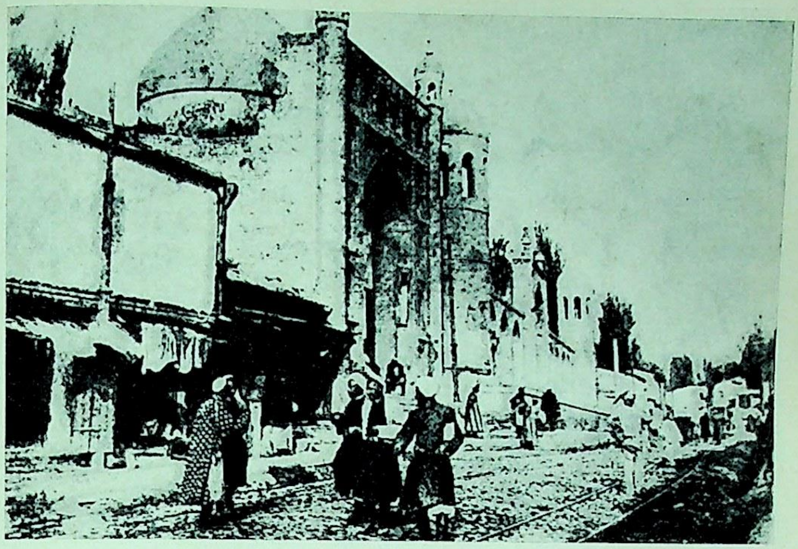

تاشقند۔ انقلاب سے قبل شیخ انتاؤر مدرسہ کی تصویر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

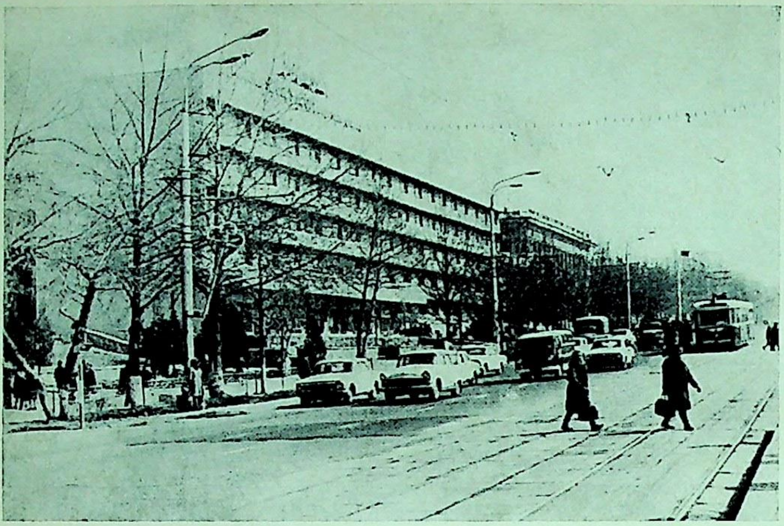

جدید زمانے کا تاشقند۔ علی‌شیر نوائی شاہراہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

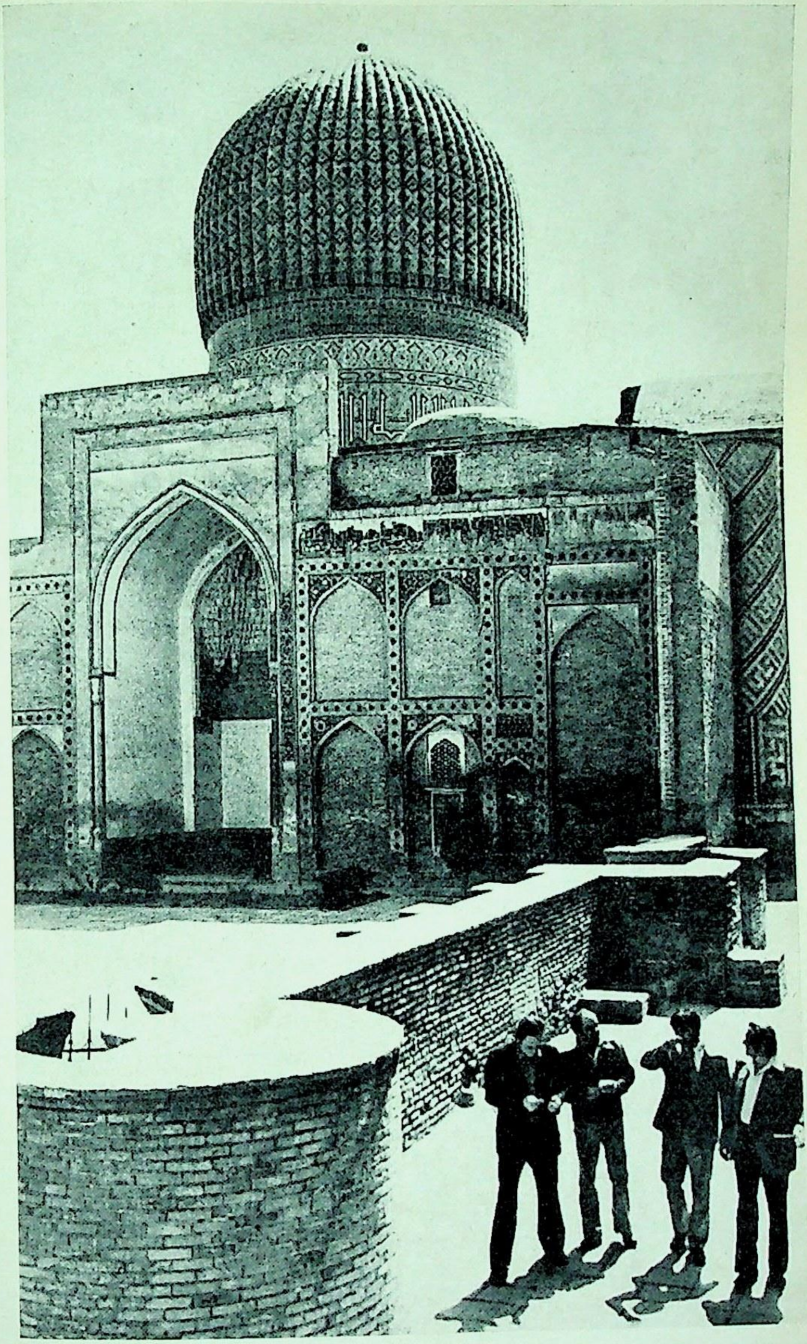

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمرقند - معماری کے مجموعے ریگستان کی ازسرنو تعمیر -
مصور طلا کاری مدرسہ کے گنبد کی محراب پر ایک تصویر
ازسرنو بنا رہے ھیں -

← سمرقند - گورامیر مقبرہ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمرقند کے گائڈ ریگستان چوک میں سیاحوں کا خیرمقدم کر
رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

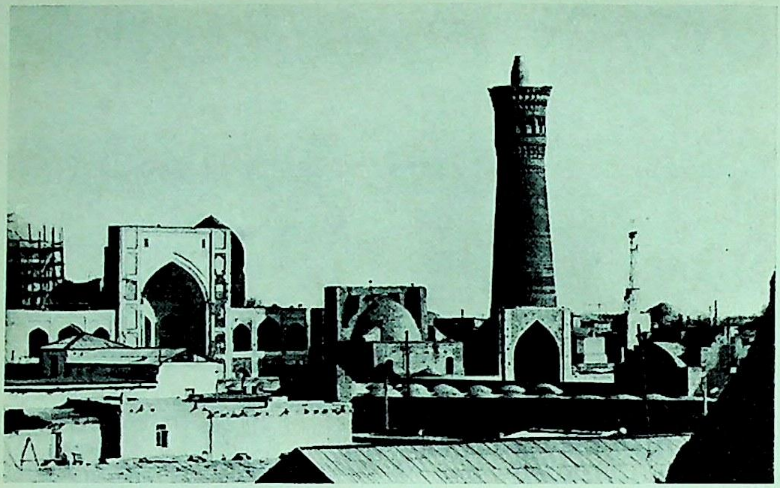

قدیم بخارا کی لاجواب یادگاریں احتیاط سے محفوظ رکھی
جاتی ہیں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

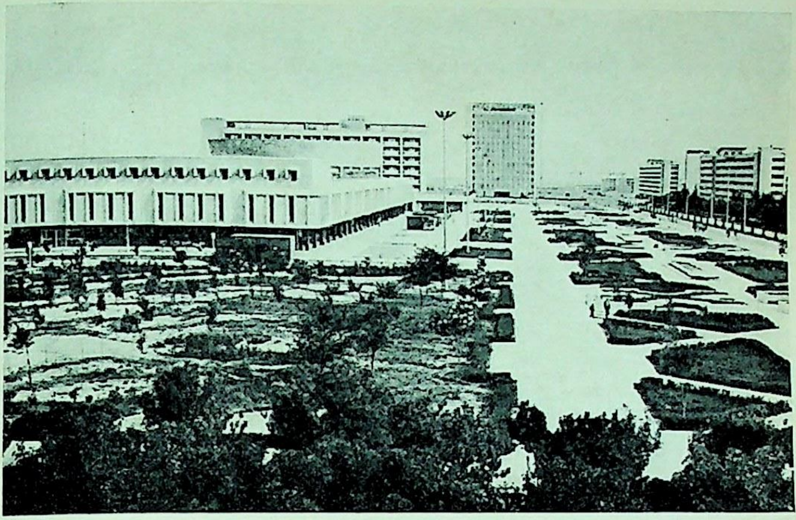

ازبک سوویت سوشلسٹ ریپبلک کا شہر نوائی۔ ۱۸ سال ہوئے اس کی پہلی عمارتیں ابھریں۔ نوائی کیمیادانوں، علم توانائی کے ماہروں اور معماروں کا شہر ہے۔

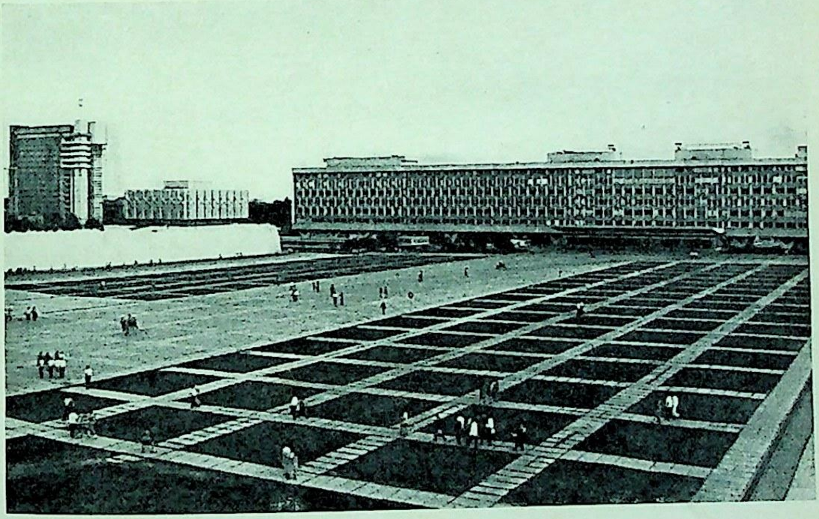

تاشقند۔ لینن نامی چوک۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کامل اتا کھڑکی کا پردہ ہٹانے کے بعد واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھے تو میں نے مسکرا کر کچھ کہے بغیر ان کی توجہ اس تصویر کی طرف مبذول کرائی گویا میں پوچھ رہا ہوں: تصویر تو خاموش ہے، آپ ہی کچھ کہئے؟

کامل اتا مسکرا دئے۔ حسب معمول دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت دوہری کر کے باری باری دونوں مونچھوں کے نیچے گھمائی۔ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولے:

''وقت یاد آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ موت ہماری آنکھوں کے سامنے رقص کرتی تھی مگر ہم نے بھی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سردھڑ کی بازی لگانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ ہمارے ساتھی ہماری نظروں کے سامنے جام شہادت نوش کرتے تھے۔ ہم نے عہد کر رکھا تھا کہ گولی کھائیں گے تو صرف چھاتی پر۔ ہم سخت سردی میں بھی دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ نہ صرف اپنا دفاع کیا بلکہ آگے بڑھ بڑھ کر دشمن پر وار بھی کئے۔ بم، توپیں اور گولیاں ہمارے حوصلے پست نہ کر سکیں۔ بچہ بچہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار تھا۔ شروع سے لے کر آخر تک ہمیں اپنی فتح کا مکمل یقین رہا... اور پھر وقت آ گیا جب دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے ہم برلن تک پہنچ گئے۔ یوں فاشزم کو شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔''

میں دیکھ رہا تھا کہ یہ باتیں کرتے ہوئے کامل عثمانوف کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ تھا۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر مسلسل کہہ رہے تھے:

''یہ اس وقت کا ذکر ہے جب فاشسٹ جرمنی نے ہمارے ملک کے پرامن شہریوں پر چڑھائی کی تھی۔ ہمارے ملک نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ باقی سارے ملک کی طرح ازبکستان نے بھی ملکی دفاع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میں خود محاذ جنگ پر لڑتا رہا۔ میرے کئی ساتھی میرے سامنے شہید ہوئے۔ میں نے جنگ میں جو کچھ دیکھا وہ بذات خود ایک طویل داستان ہے۔''

کھڑکی سے باہر جھانکنے کے بعد انہوں نے تصویر پر ایک نگاہ ڈالی اور ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''جس نوجوان کو آپ تصویر میں میرے ساتھ دیکھ رہے ھیں وہ روسی ھے۔ اس کا نام نیکولائی ھے۔ ھمارا تعارف محاذ جنگ پر ہوا تھا۔ پھر ھم فتح سے ھمکنار ھونے تک ایک ساتھ رہے اور دن بدن ھماری دوستی پختہ ھوتی گئی۔ نیکولائی بڑا ملنسار اور مخلص شخص ھے۔ وہ منسک کے قریب ایک گاؤں کا رھنےوالا تھا۔ فاشسٹوں نے نیکولائی کے گاؤں کو روند ڈالا تھا اور اس کے بیوی بچوں کو ھلاک کر دیا تھا۔ بیوی بچوں کی ھلاکت کی خبر نیکولائی کو محاذ پر ھی مل گئی تھی۔ غم و اندوہ کے باوجود نیکولائی نے حوصلہ نہ ھارا اور ھتھیلی پر جان رکھ کر لڑتا رھا۔

''جنگ ختم ھونے کے بعد ھم نیکولائی کے گاؤں گئے تھے۔ گاؤں میں زندہ بچ رھنےوالوں نے نیکولائی کو ان واقعات کی تفصیلات بتائیں جو فاشسٹوں کے حملہ کے وقت پیش آئے تھے۔ پھر ھم نے گاؤں والوں کی نشاندھی پر نیکولائی کے بیوی بچوں کی قبروں پر پھول چڑھائے۔ میں نے نیکولائی سے بہت کہا کہ وہ ازبکستان میں ھمارے گاؤں میں چلا آئے۔ پہلے تو وہ مان گیا مگر پھر نہ جانے اس نے کیا سوچا کہ ارادہ بدل لیا۔ بعد میں اس نے شہر اوفا میں مستقل رھائش اختیار کر لی۔ ھماری خط و کتابت ھوتی رھتی ھے اور اکثر تحفے تحائف ایک دوسرے کو بھیجتے رھتے ھیں۔ نیکولائی ایک زرعی ماھر اور ماسکو کی تیمیریازف نامی زرعی اکیڈمی کا تعلیم یافتہ ھے۔

''جنگ کے بعد میں گھر واپس آ گیا۔ میری شادی ھو گئی اور جب ھمارے گھر نورمراد پیدا ھوا تو اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ نیکولائی کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے نورمراد کو زراعت کی تعلیم دلواؤں گا۔ آج لوگ جب نور مراد کو زرعی ماھر کہتے ھیں تو مجھے نیکولائی یاد آنے لگتا ھے۔ نور مراد کو دوسرے لوگ تو نورمراد ھی کہتے ھیں مگر میں اس کو نیکولائی کے نام سے پکارتا ھوں۔ نیکولائی نے لکھا تھا کہ وہ نورمراد کی شادی پر آئے گا مگر ناگزیر وجوھات کے باعث وہ نہ آسکا۔ کسی مناسب موقع پر میں اور نورمراد اس کے پاس جائیں گے۔''

کامل عثمانوف کی گفتگو کا ایک ایک لفظ میرے لئے بڑا دلچسپ تھا۔ مگر رخصت کا وقت آپہنچا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم صحن میں نکل آئے۔ صحن میں انگور کی بیلوں پر انگوروں کے گچھے بڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ انگور کی بیلوں کے پیچھے سرائے تھی۔ میرے پوچھنے پر کامل اتا نے بتایا کہ سرائے میں بندھی ہوئی دو گائیں، تین بھیڑیں اور ایک گھوڑا ان کی ذاتی ملکیت ہیں۔ ہم ابھی یہی باتیں کر رہے تھے کہ محبت خانم ہاتھ میں بڑا سا بنڈل لے کر میرے پاس آئیں اور کہا:

''ہماری طرف سے یہ چھوٹا سا تحفہ ہے۔ اس میں ایک چائے دانی اور چھ پیالیاں ہیں۔ پیالیوں اور چائے دانی پر کپاس کے پھول بنے ہوئے ہیں جو ہمارے ازبکستان کا قومی نشان ہیں۔،،

میں نے یہ تحفہ لے لیا اور شکریہ ادا کیا۔

کامل اتا اور ان کے گھروالوں سے رخصت ہوکر ہم سڑک کی طرف چل دئے۔ نور مراد اور اس کے ساتھی میرے ہمراہ تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ جب سے میں ان کے گاؤں آیا ہوں نور مراد پہلی دفعہ کھل کر باتیں کر رہا ہے۔ بہر حال مجھے معلوم تھا کہ مشرقی تہذیب میں نوجوان اپنے بزرگ والدین کی موجودگی میں باتیں کرنا پسند نہیں کرتے۔ ہم باتیں کرتے کرتے سڑک پر پہنچ گئے۔ کوئی پانچ دس منٹ بعد تاشقند کو جانےوالی بس آگئی اور ہمارے اشارے پر رک گئی۔ نور مراد اور اس کے دوستوں سے بغل گیر ہوکر میں رخصت ہوا۔ میں دور تک مڑمڑ کر نور مراد اور اس کے دوستوں کو دیکھتا رہا۔

نور مراد کی والدہ نے جو چائےدانی اور پیالیاں تحفے میں دی تھیں وہ آج بھی میرے گھر کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ چائے دانی اور پیالیوں پر جب بھی میری نظر پڑتی ہے تو ازبکستان میں گزارے ہوئے وقت کا ایک ایک لمحہ میری نگاہوں کے سامنے آنے لگتا ہے۔

## ''پیتومنیک،، — ایک ریاستی فارم

ایک روز شام کو جب میں اپنے کمرے میں آیا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک رقعہ لٹک رہا ہے۔ میں نے رقعہ لیا، دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوکر رقعے کو پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''نذیر بھائی!

در دولت پر چار مرتبہ حاضری دے چکا ہوں۔ دو بار کل آیا تھا اور دو دفعہ آج، مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ضروری کام تھا۔ آپ جیسے ہی یہ رقعہ پڑھیں ہمارے گھر آ جائیں اور ضرور آئیں۔ آپ کا انتظار رہے گا۔

طاہر۔''

میں نے فوراً دروازہ بند کیا، سڑک پر آیا، ٹیکسی روکی اور طاہر کے گھر کو روانہ ہو گیا۔ طاہر کا گھر میرے ہوسٹل سے آٹھ دس کلومیٹر دور تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو منزل مقصود کا پتہ بتایا اور خود ہر چیز سے بےنیاز ہوکر سوچنے لگا: طاہر کو ایسا کونسا ضروری کام پڑ گیا۔ اس نے لکھا کیوں نہیں کہ کیا کام ہے۔ اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت تھی تو بےتکلف مانگ سکتا تھا۔ یا پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانخواستہ اس کے گھر میں کوئی بری خبر ہے۔ آخر میں میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ چند منٹ کی بات ہے، ان کے گھر پہنچ کر سب معلوم ہو جائے گا۔

طاہر ایک دوکان میں سیلزمین تھا۔ دو سال قبل اسی دوکان میں ہمارا تعارف ہوا۔ چند ہی ملاقاتوں کے بعد ہم گہرے دوست بن گئے۔ اس نے میرے پاس آنا جانا شروع کر دیا تھا اور میں بھی کئی مرتبہ اس کے گھر گیا۔ وقت گزرتا گیا اور ہماری دوستی کی بنیادیں گہری اور مضبوط ہوتی گئیں۔ طاہر غیرشادی‌شدہ تھا۔ اس کی مادری زبان ازبک تھی مگر وہ ایک روسی اسکول کا پڑھا ہوا تھا اس لئے روسی زبان پر عبور رکھتا تھا۔ طاہر کے گھر میں اس کی والدہ تھیں۔ والدہ کا نام تو نورجہاں تھا مگر ہم اکثر ان کو خالہ نوریہ کہتے۔ چھوٹی بہن تھی جس کا نام دلبر تھا مگر آسانی کےلئے سب اس کو دیلیا کہتے۔ والد کا نام علی‌شیر تھا۔

میں اپنے خیالات میں منہمک تھا کہ اتنے میں ٹیکسی طاہر کے گھر کے سامنے جاکر رکی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو فارغ کیا اور فوراً بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ گھر میں داخل ہونے کے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعد سب سے پہلے میری ملاقات طاہر سے ہوئی۔ میں نے جھٹ سے پوچھا: ''کیوں بھئی طاہر، خیریت تو ہے؟''

طاہر جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی والدہ نورجہاں میری آواز سن کر کمرے سے باہر نکل آئیں اور مجھ سے مخاطب ہوئیں:

''نذیر، بہت اچھا ہوا، تم آ گئے۔ اگر تم تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میں طاہر کو پھر تمہارے پاس بھیجنےوالی تھی۔ پورا ہفتہ ہو گیا کہ شکل نہیں دکھائی۔ چلو، جوتے اتارو اور اندر چل کر بیٹھو۔ باہر سردی ہے۔''

میں نے اپنا سوال پھر دھرایا، مگر اب کی مرتبہ میں طاہر سے نہیں بلکہ اس کی والدہ سے مخاطب تھا: ''خالہ نوریہ، پہلے تو یہ بتائیے کہ طاہر میرے پاس کس کام سے چار مرتبہ گیا؟ خیریت تو ہے نا؟''

اب تک ہم جوتے اتارکر کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ خان تختہ کے گرد گدیلوں پر بیٹھتے ہوئے خالہ نورجہاں نے کہنا شروع کیا:

''نذیر، میری بڑی بہن شمسیہ کا بیٹا خدابیردی فوج میں دو سال کی لازمی ملازمت پوری کرکے واپس گھر لوٹا ہے۔ ہم لوگ اس سے ملنے کے لئے پرسوں ان کے گاؤں جا رہے ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلیں۔''

جب خالہ نوریہ بات ختم کر چکیں تو طاہر، اس کے والد علی‌شیر اور بہن دیلیا نے بھی خالہ نوریہ کی تائید میں گاؤں چلنے کےلئے کہا۔ انکار تو درکنار میں گاؤں جانے کا خود خواہشمند تھا۔ میں تو اس وقت ان کے خلوص اور محبت بھرے جذبات کو دیکھ کر بےحد متاثر ہورہا تھا۔ میں نے بس اتنا کہنے پر اکتفا کیا: ''جو پروگرام آپ کا وہی میرا۔''

دیلیا جلدی جلدی چائے بنا لائی۔ مجھے ہوسٹل میں ضروری کام تھا اس لئے چائے پی کر میں نے ان سے رخصت لی اور ہوسٹل چلا آیا۔

حسب وعدہ میں صبح سویرے ہی طاہر کے گھر پہنچ گیا۔ وہ لوگ شمسیہ آپا کے ہاں جانے کےلئے پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ خالہ نورجہاں نے بتایا کہ طاہر کے والد علی‌شیر کی طبیعت ناساز ہے اس



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لئے وہ گھر پر ہی رہیں گے۔ چنانچہ میں، طاہر، خالہ نوریہ اور دیلیا کار میں بیٹھ کر تاشقند سے روانہ ہو گئے۔

راستے میں ہم ایک پٹرول پمپ پر گاڑی میں پٹرول لینے کے لئے رکے۔ میں کار میں سے نکل کر ٹہلنے لگا۔ ایگ ازبک نوجوان میرے قریب آیا اور پوچھا:

''آپ غیر ملکی ہیں؟''

''جی ہاں، پاکستانی ہوں۔''

''کیا یہاں پڑھتے ہیں؟''

''بالکل ٹھیک سمجھے آپ۔''

اس نے کچھ اور تعارفی سوالات بھی پوچھے۔ اس کے بعد کچھ اور ازبک لوگ بھی جمع ہو گئے۔

میں نے شدت سے محسوس کیا کہ ازبک لوگ پاکستان کو اپنا قریبی ہمسایہ سمجھتے ہیں اور دوستی کے بےحد خواہاں ہیں۔ بعض نے میرا پتہ لے لیا اور بعد میں خطوط بھی لکھے۔ جب ہم کار میں سوار ہوئے تو سب نے بڑے جذباتی انداز میں ''خوب، خیر، مائلے،'' جیسے الوداعی الفاظ سے رخصت کیا۔

طاہر کار چلا رہا تھا۔ جب ہماری کار تاشقند سے سمرقند کو جانےوالی چوڑی سڑک پر فراٹے بھرتی ہوئی جا رہی تھی طاہر نے مجھ سے پوچھا:

''ریڈیو اور اخبارات میں اکثر ذکر ہوتا ہے کہ سرمایہ‌دار ملکوں میں پٹرول کا بحران رہتا ہے اور پٹرول کی قیمت بڑھتی رہتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟''

''بالکل ٹھیک ہے۔ مگر کیا کیا جائے؟'' میں نے اپنی بےبسی کا اظہار کرتے ہوئے جواباً کہا۔

''اس کے برعکس آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے ملک میں پٹرول ہر وقت دستیاب رہتا ہے اور قیمتیں بھی مستحکم ہیں۔''

طاہر کی بات میں غور سے سن ضرور رہا تھا مگر میرے لئے اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہ تھی۔ قیمتوں میں استحکام، افراطزر اور بحرانوں سے پاک معیشت جیسی باتوں سے میں پہلے ہی بخوبی آگاہ تھا۔

یانگی‌یول سے دس کلومیٹر آگے جاکر ایک قصبہ آیا جس کا



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام تھا پختہ ۔ پختہ ایک ریلوے اسٹیشن بھی تھا ۔ پختہ سے ہم دائیں جانب کو ایک سڑک پر مڑے ۔ پکی اینٹوں کی بنی ہوئی اس سڑک پر تین کلومیٹر جانے کے بعد یہ سڑک ایک گاؤں میں جاکر ختم ہو گئی ۔ گاؤں زیادہ بڑا نہ تھا ۔ گاؤں کا نام تھا پیتوسنیک ۔ اس گاؤں میں چالیس پچاس گھر ہوں گے ۔ شمسیہ آپا اسی گاؤں میں رہتی تھیں ۔ ہماری کار شمسیہ آپا کے گھر کے سامنے جاکر رکی ۔ گاؤں میں کچھ اور بھی کاریں اور موٹر سائیکل کھڑے نظر آئے جو گاؤں والوں کے اپنے تھے ۔

شمسیہ آپا ہمارے استقبال کے لئے گھر سے باہر نکل آئیں ۔ وہ ہمیں دیکھ کر سرتاپا خوشی کا مجسمہ بنی ہوئی تھیں ۔ ان کی زبانی سب سے پہلے تو یہ پتہ چلا کہ ان کے بیٹے کی فوج سے واپسی کی جو خبر تاشقند پہنچی تھی وہ بالکل درست تھی ۔ پوچھنے پر یہ بھی پتہ چلا کہ ان کے خاوند یولداش کھیتوں میں کام پر گئے ہوئے ہیں اور بیٹا پختہ گیا ہوا ہے ۔

شمسیہ آپا کا مکان تین کمروں پر مشتمل تھا اور قریب ہی ایک سرائے تھی ۔ سرائے اور مکان کے درمیانی حصے میں انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں جو سرد موسم کے باعث اب خشک تھیں ۔ مکان کے سامنے آدھے ایکڑ کا قطعہ تھا ۔ جب سے ان کا لڑکا فوج میں گیا ہوا تھا ان کی بیٹی شاھدہ اکثر دن کے وقت اپنی ماں کے پاس آ جاتی تھی ۔ شاھدہ کے سسرال اسی گاؤں میں تھے ۔

مکان کو گرم رکھنے کےلئے انگیٹھی وغیرہ کا انتظام تھا ۔ طاھر نے فوراً کپڑے بدلے اور جلانے کےلئے لکڑیاں پھاڑنے لگا ۔ نوریہ اور دیلیا شمسیہ آپا کا ھاتھ بٹانے لگیں ۔ شمسیہ آپا نے فوراً پڑوسیوں کے ایک بچے کی معرفت کھیتوں میں اپنے خاوند یولداش کو اطلاع کر دی کہ گھر میں مہمان آئے ھیں ۔ ہمارے بیٹھنے کا انتظام مکان کے ایک کمرے میں کیا گیا اور انگیٹھی میں لکڑیاں جلا دی گئیں جس سے سارا مکان گرم ھوگیا ورنہ شمسیہ آپا اپنے لئے ایک ھی کمرہ گرم رکھتی تھیں جو دونوں میاں بیوی کےلئے کافی تھا ۔ ایک کمرے میں دسترخوان بچھا دیا گیا ۔ یہ دسترخوان ایک فٹ اونچی ٹانگوں والی ایک کشادہ میز پر تھا ۔ میز کے چاروں طرف گدے بچھے تھے ۔ ہم لوگ ان گدوں پر بیٹھ گئے ۔ کسی نے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوکڑی مار لی اور کسی نے میز کے نیچے ٹانگیں پسار لیں - اب جو شمسیہ آپا نے دنیا بھر کی کھانے پینے کی چیزیں دسترخوان پر سجانا شروع کیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک دوردراز گاؤں میں مہمانوں کےلئے اتنا اچھا اور جلدی انتظام کر لیا گیا - کئی چیزیں وہ ریفریجریٹر سے نکال لائیں -

یولداش کو جیسے ہی ہماری آمد کی خبر ملی تو وہ اپنی ٹولی کے سربراہ سے اجازت لےکر گھر آ گئے - یولداش بڑے تپاک سے ہم سے ملے - ان کا مزدوروں والا چغہ، پاؤں میں لانگ بوٹ، سر پر گرم ٹوپی، بڑھی ہوئی داڑھی اور گٹھیلے ھاتھ ازبکستان کے ایک کسان کی پہچان تھے - یولداش بھی چائے میں ہمارے ساتھ شامل ہو گئے - ہم ابھی چائے پی رہے تھے کہ شاھدہ بھی آ گئی - جب چائے پی چکے تو یولداش اور میں باتوں میں مصروف ہو گئے اور باقی سب لوگ کہیں باھر سرائے کی طرف چلے گئے - میں نے یولداش سے پوچھا :

''آپ کی وہ جگہ کتنی دور ہوگی جہاں آپ کام کر رہے تھے؟،،

''ایک کلومیٹر سے بھی کم فاصلہ ہے،، یولداش نے جواب دیا -

''تو چلیں اس جگہ؟ آپ کی ٹولی کے دوسرے کسانوں اور سربراہ سے ملاقات کریں - میں آپ کے کھیت دیکھنا چاھتا ہوں،، میں نے اپنی خواھش کا اظہار کرتے ہوئے کہا -

یولداش نے پہلے تو پس و پیش سے کام لیا لیکن میرے اصرار پر راضی ہو گئے -

جب ہم پگڈنڈی پر چل رہے تھے یولداش نے اپنے فارم کے بارے میں بتانا شروع کیا :

''ہمارا آبائی گاؤں یہاں سے ۲۰ کلومیٹر دور ہے - وھاں ایک دفعہ بڑا زبردست قحط پڑا تھا جس کے باعث بہت سے انسان اور جانور مر گئے - میرے دادا وہ گاؤں چھوڑ کر یہاں آ گئے - یہاں کوئی گاؤں نہ تھا البتہ جانوروں کا چارہ سارا سال رھتا تھا اس لئے قحط کا اندیشہ نہ تھا - اسی طرح کئی اور قزاخ، تاتاری اور ازبک خاندان روزی کی تلاش میں یہاں آکر آباد ہوتے گئے - یہی وجہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں کئی قومیتوں کے لوگ ھیں تاھم ازبکوں کی اکثریت ہے - انقلاب کے بعد جب سوویت حکومت برسراقتدار آئی تو اس نے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمارے گاؤں کے اردگرد کی زمینوں پر مشتمل ریاستی فارم بنا دیا۔ ہم سب لوگ فارم کے ملازم ہو گئے۔ ہمیں نئے مکان بنا کر دئے گئے۔ ہمارے بزرگ ان پڑھ ہوا کرتے تھے مگر نئی نسل کےلئے اسکول کھل گئے۔ میں اپنے گاؤں کے اسکول کے اولین طالبعلموں میں سے ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ تعلیم بالغان کے منصوبے کے تحت میرے دادا بھی بڑھاپے میں تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ میرے والد نے تو تعلیم‌بالغان کے پروگرام کے تحت پانچ جماعتیں پڑھ لی تھیں۔ میں خود آٹھ جماعت مکمل کرنے کے بعد کام میں لگ گیا...،،

یولداش آگے آگے چل رہے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے قدم پر قدم ٹکا کر چل رہا تھا۔ رات سخت بارش ہوئی تھی جس کے باعث زبردست پھسلن تھی۔ ایک جگہ میرا پاؤں پھسلا اور میں گرتے گرتے بچا۔

''میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ کھیتوں میں نہ چلیں۔ راستہ خراب ہے۔ اگر آپ نے لانگ بوٹ اور چغہ نہ پہنے ہوتے تو آپ کے کپڑے خراب ہو جاتے۔ اب بھی وقت ہے، آپ سوچ لیں۔ اگر آپ کو چلنا دشوار ہو تو واپس چلتے ہیں۔،،

''نہیں، نہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں،، میں نے پاؤں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہا۔

''ھاں، تو میں کیا کہہ رہا تھا؟..،، یولداش نے دماغ پر زور دیتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

''آپ تعلیم بالغان کی بات کر رہے تھے،، میں نے لقمہ دیا۔

''نہیں، وہ بات تو ختم ہو گئی تھی۔ اب میں آپ کو اپنے فارم کے بارے میں بتاتا ہوں۔ ہمارا فارم انگور اگانے کے لئے مخصوص ہے۔ ہمارے فارم کا ڈائرکٹر، پارٹی سکریٹری اور ماہر زراعت بہت قابل آدمی ہیں۔ ڈائرکٹر تو میرا ہم‌جماعت ہے۔ اتفاق سے ان میں سے کوئی بھی آج یہاں نہیں ہے ورنہ میں آپ کی ان سے ملاقات کراتا۔ وہ دن رات یہی منصوبے بناتے رہتے ہیں کہ کس طرح انگور کی زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جائے۔ وہ اس فارم پر انگور کی بہترین اقسام اگانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ آج بھی ڈائرکٹر اور ماہر زراعت ''انگشت نسواں،، اور ''رضاست،، نامی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انگوروں کی بیلیں لانے کےلئے تاشقند گئے ہوئے ہیں۔ انگور کی ''رضامت،، قسم کا نام ہماری ریپبلک کے انگوروں کے سب سے بڑے ماہر جناب رضامت کے نام پر ہے۔ رضامت صاحب نے انگور کی بہت سی اقسام دریافت کی ہیں...،،

یولداش کی دلچسپ باتیں شاید اور بھی جاری رہتیں مگر جونہی ہم نے پانی کے ایک نالے کو پھلانگ کر پار کیا اور دائیں طرف کو مڑے تو چند میٹر کے فاصلے پر یولداش کی ٹولی کے ساتھی کام کرتے ہوئے دکھائی دئے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ شروع میں ان کو ہماری آمد کا احساس نہ ہوا کیونکہ ان کی پشتیں ہماری طرف تھیں۔ وہ لوگ بڑے انہماک سے مٹی اٹھا اٹھاکر منڈیر کے اوپر رکھ رہے تھے۔ کوئی شخص ان کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔ جب ہم ان کے بالکل قریب پہنچ گئے تو وہ یکایک کام روک کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ غالباً ان میں سے ایک نے سب سے پہلے ہمیں دیکھ لیا تھا اور دوسروں کو خبر کر دی تھی۔

ٹولی میں سے ایک شخص میری طرف بڑھا۔ یولداش نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''تورسون اکا سے ملئے۔ آپ ہماری ٹولی کے سربراہ ہیں۔،،

پھر باری باری سب سے تعارف کرایا گیا۔ وہ سب گارے مٹی سے لت پت تھے۔ شاید اسی لئے ہاتھ ملانے سے ہچکچاتے تھے مگر میں نے بڑھ کر سب کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ ٹولی کے سربراہ تورسون نے دبے لفظوں میں یولداش سے گلہ کیا:

''مہمان کو یہاں لاکر آپ نے عقلمندی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دیکھا، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مٹی لگ گئی ہے۔،،

یولداش نے فوراً کہا:

''میں مہمان کو یہاں نہیں لایا بلکہ وہ مجھے یہاں لایا ہے۔،،

میں نے یولداش کے بیان کی تصدیق کی۔ پھر کچھ تعارفی باتیں ہوئیں۔ رواج کے مطابق ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ ٹولی کے سربراہ تورسون نے اپنے کام پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا:

''ہمارے فارم پر زراعت میں کام آنےوالی ہر طرح کی مشینیں ہیں پھر بھی انسانی ہاتھوں کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ اس سال سردی کا موسم قدرے جلدی شروع ہو گیا ہے۔ ہم اس سال



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی انگور کی پرانی بیلوں کو کاٹ رہے ہیں اور ان مڈھوں پر مٹی چڑھا رہے ہیں۔ اس طرح وہ برف سے محفوظ رہیں گے۔ رات کو بارش ہو گئی تھی۔ مٹی گیلی ہے اور اوپر سے سردی ہے۔ اس کے باوجود ہم نے فیصلہ کیا کہ اتنے اہم کام کو ٹالنا نہیں چاہئے۔''

میں حیران تھا کہ ٹولی کے سربراہ کا کام تو محض نگرانی ہونا چاہئے مگر یہ شخص ٹولی کا سربراہ ہوتے ہوئے خود بھی دوسروں کے ساتھ مٹی میں کام کر رہا ہے۔ جب تورسون لمحہ بھر کےلئے خاموش ہوئے تو میں نے پوچھا:

''آپ کے فارم پر انگور کے علاوہ دوسرے پھل بھی ہوتے ہیں؟''

''یہ اجتماعی فارم نہیں ہے بلکہ ریاستی فارم ہے۔ اس لئے ہم تو سرکاری منصوبے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ حکومت نے اس فارم کو انگوروں کےلئے مخصوص کیا ہے۔ پورے فارم پر انگور اگانے کا پروگرام بتدریج آگے بڑھ رہا ہے۔ اس وقت جو رقبہ انگوروں سے بچا ہوا ہے وہاں دوسرے پھل اور سبزیاں اگائی جاتی ہیں مثلاً سیب، آلوبخارا اور خوبانی وغیرہ۔ خربوزہ اور تربوز بھی محدود پیمانے پر اگائے جاتے ہیں۔ اس سال منصوبے کی جو پیداواری حد مقرر کی گئی تھی وہ نہ صرف پوری کر لی گئی بلکہ اس سے دگنی پیداوار حاصل کی گئی۔ زیادہ پیداوار سے حاصل ہونےوالی آمدنی میں سے کثیر رقم بونس کے طور پر ملازم کسانوں میں تقسیم کی گئی۔''

مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میری وجہ سے ان کا کام رک گیا ہے۔ میں نے تجویز پیش کی کہ وہ کام جاری رکھیں اور خود بھی علامتی طور پر ان کے ساتھ کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پہلے تو ان کو میری تجویز عجیب سی لگی مگر پھر مان گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک میں نے ان کے ساتھ کام کیا۔

یولداش نے اصرار کیا کہ گھر میں انتظار ہو رہا ہوگا۔ جب ہم چلنے لگے تو ٹولی کے سربراہ نے پھر کہا:

''معاف کیجئے، آپ کے ہاتھ گندے ہو گئے!'' اس پر میں نے ان سے تو کچھ نہ کہا۔ البتہ ان سے رخصت ہونے کے بعد گاؤں کی طرف چلتے ہوئے سوچنے لگا:

''وہ کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ گندے ہو گئے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس آدھ گھنٹے کے دوران میرے ہاتھ سونا تولتے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہے۔ یہ گارا مٹی نہیں بلکہ خالص سونا تھا۔ سوویت یونین میں آکر مجھے محنت کی قدروقیمت اور محنت کش کی عظمت کا صحیح اندازہ ہوا۔ محنت کش کے ہاتھ ہی تو قوموں کی بخت‌نویسی کرتے ہیں۔ اگر سوویت لوگ محنت نہ کرتے تو جو خوشحال زندگی اس وقت بسر کر رہے ہیں، کیا وہ ممکن تھی؟ میں سمجھتا ہوں ہرگز نہیں۔ تاشقند شہر میں جابجا لگے ہوئے اشتہار: ''سنہرے ہاتھ وطن کے لئے چاندی کے پھول پیدا کرتے ہیں،، محنت کا برملا اعتراف ہیں۔ ازبکستان کے خوبصورت شہر اور خوشحال دیہات انسانی ہاتھوں کا کرشمہ ہیں... پھر مجھے ماسکو کے قریب ضلع کالینن کے ایک قصبے میں گذارے ہوئے وہ پچاس دن یاد آ گئے جو میری زندگی کا گراں قدر حصہ ہیں۔ کئی حسین یادیں اور ناقابل فراموش باتیں اس گاؤں سے وابستہ ہیں۔ والنتینا کازناچیئوا اور ولادیمیر سوداکوف کی رفاقت کبھی نہ بھولےگی۔ کمسومول تنظیم میں شامل ہوکر ہم نے تعمیراتی مہم میں حصہ لیا۔ ہم کبھی لکڑی چیرتے اور کبھی لوہے کی سلاخیں کاٹتے، کبھی ریت اور سیمنٹ کی آمیزش تیار کرتے، کبھی مٹی کھودتے اور کبھی مٹی اٹھا اٹھا کر دور لے جاتے۔ ہم محنت کے جو کارنامے انجام دیتے اس پر ہمیں شاباشی ملتی جس سے ہماری توانائی میں دوگنا اضافہ ہو جاتا...

دفعتاً میں خیالوں کی دنیا سے واپس آ گیا۔ یولداش میرے آگے آگے چل رہے تھے۔ چلو میں تو تصور کی دنیا میں کھویا ہوا تھا مگر نہ جانے یولداش بھی کیوں خاموش تھے۔ میں نے یونہی یولداش کے ساتھ بات شروع کرنے کی غرض سے پوچھا:

''یولداش اکا، آپ تاشقند تو جاتے رہتے ہوں گے؟،،

یولداش میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے الٹا مجھ سے پوچھنے لگے:

''تاشقند میں رہتے ہوئے آپ سرور اکا کو بھی جانتے ہوں گے؟،،

''نہیں، کون ہیں وہ؟،، میں نے حیران ہوکر پوچھا۔

''حد ہو گئی! اتنے بڑے آدمی کو آپ نہیں جانتے،، یولداش نے مجھ سے بھی زیادہ حیران ہوکر کہا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''کوئی اتا پتا بتائیے۔ شاید جانتا ہی ہوں گا۔'' لفظ ''بڑا آدمی'' سن کر میرے اشتیاق میں اضافہ ہو گیا۔

''آپ تاشقند کے کس ضلع میں رہتے ہیں؟''

''اورجونیکیدزے میں۔''

''بس بس، ان کا دفتر بھی اسی ضلع میں ہے۔ تاشقند سے چرچک کو جانےوالی سڑک پر ان کا انسٹی ٹیوٹ ہے۔ وہ اسی انسٹی ٹیوٹ کے سب سے بڑے افسر ہیں۔''

اس پر میں نے بڑے تعجب سے پوچھا:

''کیا آپ نیوکلیر فزکس انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر جناب سرور باباجانوف کی بات تو نہیں کر رہے؟''

''بالکل صحیح سمجھے آپ!''

''ہاں، میں ان کو جانتا ہوں۔ مگر اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟''

یولداش نے جو اب تک میرے آگے آگے چل رہے تھے پیچھے مڑکر میری طرف دیکھا۔ پھر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ آنکھ مار کر کہا:

''وہ ہمارے ہی گاؤں کے رہنےوالے ہیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں۔ بچپن میں اسی گاؤں میں رہا کرتے تھے اور گاؤں کے اسکول میں تعلیم پائی، پھر وہ اعلی تعلیم پانے ماسکو گئے۔ پچھلے دنوں ان سے ملنے کے لئے ہم ان کے پاس تاشقند گئے تھے۔'' یولداش یہ کہتے کہتے رک گئے۔ پھر ایک ٹھنڈی آہ بھرکر کہا ''مگر ایک راز کی بات بتاؤں؟''

''ضرور بتائیے!'' میں نے جھٹ سے کہا۔

''سرور کا باپ اکبرخاں ہمارے علاقے کا بڑا بدنام ڈاکو تھا۔ وہ خود تو ڈاکو تھا ہی، ڈاکوؤں اور چوروں کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔ سارے علاقے میں اس کی ذات خوف و ہراس کی علامات تھی۔ رہزنی کی ہر واردات میں اس کا ہاتھ ہوتا تھا۔ مائیں اپنے بچوں کو اکبرخاں کا نام لےکر ڈرایا کرتی تھیں۔ اکبرخاں خود تسلیم کرتا تھا کہ اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ باسماچیوں کے ساتھ مل کر اس نے سوویت اقتدار کے خلاف کئی مسلح جھڑپوں میں حصہ لیا۔ جب سوویت اقتدار نافذ ہو گیا



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو بھی اس کی تخریبی کارروائیوں میں کمی نہ آئی۔ اجتماعی کھیتی باڑی کا نظام رائج ہونے لگا تو اس نے بھرپور مخالفت کی۔ جب حکومت نے ہمارے گاؤں میں اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا تو اکبرخاں نے اس خیال سے مزاحمت کی کہ پڑھ لکھ کر بچے بزدل اور نکمے ہو جائیں گے۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ سوویت اقتدار مضبوط سے مضبوط‌تر ہوتا چلا گیا۔ نئے نظام کے تحت چوریاں، ڈاکے اور دوسری سماج دشمن سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ جو شریف لوگ اکبرخاں جیسے جرائم پیشہ لوگوں کے ڈر سے چھپ کر زندگی گزارتے تھے اب چین کی سانس لینے لگے۔ ادھر اکبر خاں کی جوانی ڈھل گئی۔ وہ تائب ہوکر گھر میں بیٹھ گیا بلکہ بعد میں تو وہ اپنی سابقہ زندگی پر ندامت اور تاسف کا اظہار کیا کرتا تھا۔ سماجی و ثقافتی زندگی میں انقلاب آچکا تھا۔ اب اسکول میں بچے باقاعدگی سے تعلیم پا رہے تھے۔ ان ہی بچوں میں اکبرخاں کا بیٹا سرور بھی شامل تھا...،،

اگر سوویت اقتدار وجود میں نہ آیا ہوتا تو شاید سرور باباجانوف بھی ایک ڈاکو یا رہزن ہوتا۔ مگر اب تصویر اس کے بالکل برعکس تھی۔ یولداش سے تو میں نے اس کا ذکر نہ کیا البتہ میں اپنے طور پر جانتا تھا: سرور باباجانوف اٹامک انرجی کے میدان میں بین‌الاقوامی شہرت کے سائنس‌داں ہیں۔ وہ کئی سائنسی تحقیق کے مقالوں کے مصنف ہیں۔ وہ اکثر بین‌الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کےلئے بیرون ملک بھی جاتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے شمسی توانائی کے موضوع پر لیکچر دیا تھا جو ان کی مفکرانہ دانش کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ آج کل وہ فضائے بسیط میں قدرتی تابکاری جیسے پیچیدہ مسئلے پر تحقیق کر رہے ہیں۔ انعامات، اسناد اور خطابات کی صورت میں حکومت بھی بارہا ان کی خدمات کا قومی سطح پر اعتراف کر چکی ہے۔

گاؤں میں پہنچے تو سب سے پہلے ہم نے ہاتھ پاؤں دھوکر صاف کئے اور پھر کھانے کےلئے مکان کے اندر چلے گئے۔ دسترخوان پر کھانے پینے کی چیزوں کی بھرمار تھی — سیب، انگور، کیک، ٹافیاں، بسکٹ، کلچے، کھیرے، ٹماٹر، چائے اور دوسری کئی چیزیں۔ رواج کے مطابق خوردونوش کا سلسلہ چائے سے شروع ہوا۔ دسترخوان



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے گرد میں، یولداش، دلبر، طاہر اور نورجہاں بیٹھے تھے۔ شمسیہ آپا اور شاہدہ پلاؤ تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ ابھی میں اپنے وطن، خاندانی حالات، تاشقند میں اپنی تعلیم اور پاکستان کی دیہاتی زندگی کے موضوعات پر روشنی ڈال رہا تھا کہ شاہدہ نے آکر اطلاع دی:

''بھائی خدابیردی پختہ سے واپس آگئے ہیں!،،

میں نے خدابیردی کا اٹھ کر استقبال کیا۔ وہ بھی آکر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ اتنے میں شمسیہ آپا اور شاہدہ پلاؤ لے آئیں اور پلاؤ پلیٹوں میں ڈال کر سب کے سامنے رکھا اور خود بھی بیٹھ گئیں۔ کمرہ خوب گرم تھا اس لئے باہر کی سردی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے خدابیردی سے اس کی فوجی زندگی کے بارے میں پوچھا۔ وہ بڑی دلچسپ باتیں بتاتا رہا۔ خدابیردی شکل سے شمسیہ آپا کی کاپی لگتا تھا۔

معلوم نہیں کہ یہ بات میری ذات تک محدود ہے یا عام طور پر ایسا ہوتا ہے یعنی جب میں کھانے کی میز پر باتوں میں مصروف ہوجاتا ہوں تو میری کھانے کی رفتار برقرار نہیں رہتی۔ شمسیہ آپا نے جب دیکھا کہ میں کھانے میں تساہل سے کام لے رہا ہوں تو مجھ سے مخاطب ہوکر بولیں:

''آپ ابھی یہیں ہیں اور خدابیردی بھی فوج میں واپس نہیں چلا جائے گا اس لئے پہلے اطمینان سے کھانا کھا لیں بعد میں جی بھر کر باتیں کر لیجئے۔،،

شمسیہ آپا کی نصیحت کے باوجود نہ ہماری باتیں کرنے کی رفتار میں کمی آئی نہ کھانا کھانے کی رفتار تیز ہو سکی۔ چاروں طرف سے میرے اوپر ''اور کھاؤ اور کھاؤ،، کا دباؤ مسلسل پڑ رہا تھا۔

ایک بات میں نے اپنے طور پر شدت سے محسوس کی۔ وہ یہ کہ سب لوگوں کی صحت قابل رشک تھی۔ غالباً اس میں حفظان صحت اور اعلی خوراک دونوں کا حصہ تھا۔

کھانے کے دوران میری نگاہیں ان کے گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھیں۔ آخرکار یولداش نے پوچھ ہی لیا:

''آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟،،



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''جی ہاں، میں یقیناً ایک چیز کی تلاش میں ہوں۔ اگر آپ میری مدد کریں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے،، میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

''کہئے،، یولداش نے بڑی توجہ سے پوچھا۔

''میں ازبکستان کی دیہاتی زندگی میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ آج خوش قسمتی سے میں ایک دیہاتی گھر میں موجود ہوں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے معیار زندگی کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اس سلسلے میں اگر آپ میری مدد کر سکیں تو یقیناً آپ میرے شکریے کے مستحق ہوں گے۔ ،، اس کے بعد میں نے مالکان مکان پر سوالیہ نگاہ ڈالی۔

''آپ سے کوئی پردہ نہیں۔ آپ کو ہر چیز دکھا دی جائے گی، مگر پہلے پلاؤ ختم کیجئے،، شمسیہ آپا بولیں۔

جب پلاؤ ختم ہو گیا تو دیلیا اور خالہ نوریہ رخصتی کی تیاری کرنے لگیں۔ طاہر اور خدابیردی باتیں کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔ یولداش گائے کے آگے چارہ ڈالنے کے لئے سرائے میں جا کر مصروف ہو گئے۔ شمسیہ آپا مجھے گھر کی چیزیں دکھانے کے لئے دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

ان کے گھر میں ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، ریڈیو گرام، کپڑے دھونے کی بجلی کی مشین، کپڑے سینے کی آٹو میٹک مشین وغیرہ سامنے تھیں۔ صحن میں خدابیردی کا موٹر سائیکل کھڑا تھا۔ گھر میں چھوٹے چھوٹے دو قالین تھے۔ یہ دونوں قالین دیواروں پر لٹک رہے تھے۔ دو ڈنرسیٹ اور اوسط درجے کی خاصی تعداد میں کراکری الماری میں رکھی تھی۔ فرنیچر بڑا عمدہ تھا۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر پردے لٹک رہے تھے۔ میرے سوال کے جواب کے لئے کافی مواد جمع ہو چکا تھا۔

میں نے یولداش، شمسیہ آپا، خدابیردی اور شاہدہ کا فرداً فرداً شکریہ ادا کیا۔ پھر ہم نے گھروالوں سے رخصت چاہی۔ وہ لوگ ہمیں الوداع کہنے کے لئے سڑک تک آئے۔

ہماری کار تاشقند کے لئے رواں دواں تھی۔ دیلیا اور نورجہاں آپس میں کچھ ذاتی نوعیت کی باتیں کر رہی تھیں۔ طاہر کار چلا رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں دن بھر کے مشاہدات کا تجزیہ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر رہا تھا۔ میں میزبانوں کے خلوص سے خاص طور پر متاثر تھا۔ میں کچھ اس طرح سوچ رہا تھا: کتنے اچھے لوگ ہیں۔ محنت کرتے ہیں۔ خوشحال رہ رہے ہیں۔ سوویت لوگ کتنے خوش قسمت ہیں۔ کہیں روسی ہیں اور کہیں تاتاری، کہیں ازبک ہیں اور کہیں قزاخ، کہیں تاجک ہیں اور کہیں آذربائیجانی — سب ایک ہی باغ کے پھول ہیں۔ باغ میں نوع بنوع پھولوں اور پھل دار درختوں کی موجودگی ہی باغ کی خوبصورتی اور دلکشی کو دوبالا کرتی ہے۔ سب کی منزل مقصود ایک ہی ہے یعنی ایک پرامن اور فلاحی معاشرے کی تعمیر، ایک ایسا معاشرہ جس کا ہر فرد دنیا کی نعمتوں اور زندگی کی آسائشوں سے یکساں مستفیض ہو۔

جب ہم تاشقند پہنچے تو وہ لوگ مجھے میرے ہوسٹل کے سامنے چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے۔

اگلے روز میں نے صبح سویرے اٹھ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حسب عادت گذشتہ روز کی کارروائی کو قلمبند کیا تاکہ بعد میں یادیں اگر ماضی کے پردوں کے پیچھے غائب ہونے لگیں تو کم ازکم تحریر کے آئینے میں تو محفوظ رہیں۔

## ازبک زرعی ماہرین

ایرکین شیخوف تاشقند زرعی انسٹی ٹیوٹ کے ریکٹر ہیں۔ وہ خود بھی اسی ادارے کے تعلیم یافتہ ہیں اور زرعی معاشیات میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری رکھتے ہیں۔ بعد میں وہ دیگر کئی عہدوں پر کام کرتے رہے۔

۱۹۷۶ء کے اوائل میں جب انہوں نے ہمارے ادارے کے سربراہ کی حیثیت سے چارج لیا تو اس کے کچھ روز بعد میرا ان سے پہلی بار تعارف ہوا۔ انہوں نے ذاتی طور پر دلچسپی لے کر پاکستان اور ازبکستان کی دوستی انجمن کو دعوت دی کہ ۲۳ مارچ کو پاکستان کا قومی دن یعنی یوم پاکستان تاشقند زرعی انسٹی ٹیوٹ میں منایا جائے۔ جلسے میں دوستی انجمن، تاشقند یونیورسٹی میں اردو شعبے، اردو اسکولوں، کارخانوں، اجتماعی فارموں کے نمائندوں اور دیگر سرکاری حکام نے شرکت کی۔ جلسے میں ہمارے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ادارے کے پروفیسروں، مقامی اور غیر ملکی طلباء کی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ جس ھال میں جلسہ ھو رھا تھا اس کو پاکستانی اور سوویت یونین کے جھنڈوں سے خوب سجایا گیا تھا۔ ایرکین شیخوف خود جلسے کے روح رواں تھے۔ جلسے میں مجھے مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا۔

ایرکین صاحب نے جلسے کی صدارت کی۔ اپنی صدارتی تقریر میں انہوں نے پاکستان اور ازبکستان کے تاریخی رشتوں پر روشنی ڈالی۔ ان کی تقریر قابل شنید تھی۔ ایک جملہ تو مجھے اب بھی یاد ھے: ''سمرقند، کابل اور پشاور کے درمیان کاروانوں کے قدموں کے نشان اب بھی باقی ھیں۔،، انہوں نے پاکستان کی ترقی اور دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کے لئے نیک خواھشات کا اظہار کیا۔

میں ایرکین صاحب سے ہمیشہ ایرکین اکا کہہ کر مخاطب ہوتا۔ وہ جب بھی ہمارے ہوسٹل آتے مجھ سے ضرور ملاقات کرتے بلکہ ھر غیرملکی طالب‌علم کے بارے میں پوچھتے۔ وہ اکثر براہ راست یا بالواسطہ میری تعلیمی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے رہتے تھے...

ایرکین شیخوف انتہائی ذھین اور محنتی شخص تھے۔ وہ منصوبہ بندی میں ماھر سمجھے جاتے تھے۔ انسٹی‌ٹیوٹ سے باھر بھی لوگ ان کی قابلیت کا لوھا مانتے تھے۔ وہ بڑی رعب‌دار شخصیت کے مالک تھے۔ لمبے قد اور دوھرے جسم والے ایرکین بڑے وقار سے چلتے تھے۔ عمر ۴۰ سال کی ھوگی۔ ارادے اور عقل میں پوری طرح پختہ تھے۔ چلتے وقت وہ اکثر اپنے ھاتھ پیچھے کمر پر اس طرح باندھتے کہ ایک ھاتھ کی ھتھیلی سے دوسرے بازو کی کہنی کو پکڑ لیتے۔ وہ جب بھی کسی سے ملتے تو بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو کرتے۔

میں نے ابھی ذکر کیا ھے کہ وہ منصوبہ بندی کے ماھر تھے۔ انہوں نے چارج لیتے ھی انسٹی‌ٹیوٹ کو ازسرنو تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پھر تو کیا تھا کہ دیکھتے ھی دیکھتے ادارے کی کایا پلٹنے لگی۔ ادارے کی حدود میں چند ھی دنوں میں نئی سڑکیں بن گئیں۔ چاردیواری نکلوا دی گئی۔ پرانی بوسیدہ عمارتیں گرا دی گئیں۔ نئی عمارتوں کی بنیادیں رکھ دی گئیں۔ ان میں سے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انسٹی ٹیوٹ کی مرکزی عمارت، اسپورٹس کمپلکس اور دو ہوسٹل تو میری موجودگی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تھے۔ اس کے علاوہ کئی رہائشی مکانات، مارکیٹ، لیباریٹریاں، ہوسٹل اور ورکشاپ زیر تعمیر تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایرکین صاحب کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہر کام میں جان پڑ گئی تھی۔

ایرکین صاحب اکثر غیرملکی طلباء کو جمع کرکے خطاب کرتے اور انسٹی ٹیوٹ کی تعمیراتی، تعلیمی اور تفریحی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے۔ ایرکین صاحب تعلیمی معیار کی بلندی پر زور دیتے۔ ایک بات تو وہ اپنی ہر تقریر میں دھراتے: ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس ادارے کو دنیا کی سب سے بڑی اور بہترین زرعی درسگاہ بناکر چھوڑیں گے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء اس ادارے کے تعلیم یافتہ ہونے پر فخر کیا کریں گے۔،، ان کی بات میں وزن معلوم ہوتا تھا اور ان کی بات پر یقین کرنے کےلئے ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔

ایرکین صاحب بڑا مصروف وقت گزارتے۔ ادھر وہ ایک جلسے میں خطاب کرتے تو تھوڑی دیر میں کسی دوسرے جلسے میں شرکت کی غرض سے روانہ ہوتے۔ وہ دن میں کئی کئی وفود سے ملتے۔ میں نے دیکھا کہ ٹریڈ یونین کمیٹی کے صدر میر هاشموف اور پارٹی کمیٹی کے سکریٹری ظہیر یونس کا ان کو تعاون حاصل رہتا تھا۔

دوسرے تمام تعلیمی اداروں کی طرح ہمارے انسٹی ٹیوٹ کے طلباء کو کپاس کی بوائی کے وقت پندرہ روز کے لئے اور چنائی کے وقت ایک ماہ کے لئے کھیتوں میں بھیجا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے کسان بھائیوں کی مدد کر سکیں۔ ایرکین صاحب طلباء کو اپنی ذاتی نگرانی میں بسوں میں بٹھا کر روانہ کرتے اور ان کو زبردست محنت کی تلقین کرتے۔ ایرکین صاحب اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ ہر اس اجتماعی فارم کا موقع پر جاکر معائنہ کرتے جہاں ہمارے ادارے کے طلباء کام کرتے تھے۔ واپسی پر وہ ہم غیرملکی طلباء کو بھی صورت حال سے آگاہ کرتے۔

ازبکستان میں جب کپاس کھیتوں میں چنی جاتی ہے اس وقت زندگی کے تمام شعبے اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنےوالے لوگ اس میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی‌ویژن پر گانے ہوں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا ترانے سب کپاس کے بارے میں ہوتے ہیں۔ تقریریں ہوں یا اخباروں میں مضامین سب کا موضوع کپاس ہی ہوتا ہے۔ ہر ضلع، ہر تحصیل اور ہر علاقے میں کپاس کے پیداواری تازہ‌ترین اعدادو شمار روزانہ اخبارات میں اس طرح شائع ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر دسویں جماعت کے نتیجے کا گمان ہونے لگتا ہے۔ کپاس پیدا اور جمع کرنے کے جو جو نئے ریکارڈ قائم کئے جاتے ہیں ان کی ذرائع ابلاغ سے خوب تشہیر کی جاتی ہے۔ سب سے کامیاب کسانوں، ڈرائیوروں، زرعی ماہروں، طالب علموں اور دیگر کارکنوں کے انٹرویو نشر اور شائع کئے جاتے ہیں۔ جوں جوں سال رواں کی پیداواری حد مقررہ پلان کے قریب آتی جاتی ہے، لوگوں کے اشتیاق میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ آخرکار جونہی پلان کے پورا ہو جانے کا اعلان ہوتا ہے ہر طرف لوگ خوشی سے ناچنے اور گانے لگتے ہیں۔ مٹھائی تقسیم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی جاتی ہے۔ بس عجیب خوشی اور مسرت کا سماں ہوتا ہے۔ محنت کی قدر پہچاننے اور جوشیلی محنت کےلئے ترغیب دلانے کے پیچھے ایرکین شیخوف کا بھی اس وقت بڑا ہاتھ رہا ہے جب وہ ازبکستان کے وزیر زراعت تھے۔

جب بھی کوئی غیرملکی طالب‌علم اپنی تعلیم مکمل کرکے اپنے وطن کو روانہ ہونے لگتا تو ایرکین شیخوف اس کو اپنے دفتر میں بلاتے، اس کو مبارک باد دیتے، اس کی آئندہ زندگی میں کامیابی کےلئے دعا کرتے اور اس کو کوئی تحفہ دیتے۔

میں اکثر سوچتا ہوں: جس ملک میں ایرکین جیسے افراد ہوں اس ملک کی قوم کو ترقی کرنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور جس ادارے کا سربراہ ایرکین جیسا شخص ہو اس ادارے میں تربیت پانےوالے ماہرین جہاں بھی جائیں گے کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

شکور ابراہیم۔ تاشقند میں میرے دو سائنسی رہبر تھے۔ ان میں سے ایک شکور ابراہیم بھی تھے۔ وہ کپاس پر تحقیق کے اس انسٹی‌ٹیوٹ کے ڈائرکٹر تھے جو ہمارے انسٹی‌ٹیوٹ سے صرف تین کلومیٹر دور واقع تھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکور ابراهیم شکل و شباهت سے بھی خالص ازبک لگتے تھے۔ بڑے خوش مزاج، ملنسار، محنتی اور قابل شخص تھے۔ میں جب بھی ان کے پاس جاتا وہ فوراً سارے کام چھوڑ کر میری بات غور سے سنتے اور ضروری مشورہ دیتے۔ میں نے ان کی لیباریٹریوں اور لائبریری سے بہت استفادہ حاصل کیا۔ شکور صاحب کی ھدایت پر ان کے ماتحت کارکن میری مدد کےلئے ہر وقت تیار رہتے۔

میرا تحقیقی مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا۔ ایک دفعہ تجربات کے کچھ نتائج اور اعداد و شمار لے کر میں شکور ابراهیم کے پاس گیا۔ دراصل اعداد وشمار کے تجزیہ سے غیرمتوقع نتائج آرہے تھے۔ باھمی غور وخوض کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی نئی دریافت ھو رہی ھے۔ شکور ابراهیم کہنے لگے:

''جو کچھ ہم دیکھ رہے ھیں یہ تو مشاھدہ ھے، اس کا یقیناً کوئی نظریاتی جواز بھی ھوگا۔''

اگلے روز صبح جب وہ گھر سے آئے تو ۲۰ صفحات پر مشتمل نظریاتی جواز لکھ لائے جس کو پڑھ کر میں بہت زیادہ حیران اور متاثر ھوا۔

شکور ابراهیم انگریزی زبان بھی جانتے تھے۔ وہ کئی ایشیائی اور افریقی ممالک کا دورہ کر چکے تھے۔ وہ اکثر لمبے ریشےوالی اپنی اور مصر کی کپاس کا موازنہ کرتے جو بڑا دلچسپ ھوتا۔ وہ برصغیر کے ماھرین کپاس کو بخوبی جانتے تھے۔ بعض سے وہ مل چکے تھے اور بعض سے غائبانہ تعارف رکھتے تھے۔ وہ اکثر پاکستان میں کپاس کی کم پیداوار کی وجوھات پر ماھرانہ روشنی ڈالتے اور پیداوار بڑھانے کے گر بتاتے۔ وہ اکثر مجھ سے کہتے:

''نذیر، آپ یہاں سے ایسا علم اور تجربہ حاصل کرکے واپس جائیں جس سے پاکستان میں کپاس کی پیداوار بڑھانے میں مدد ملے۔''

وہ مجھے کھیتوں میں ساتھ لے جاتے اور کپاس کے پودوں کے تمام حصوں کی طرف اشارہ کر کے بتاتے کہ کپاس کی پیداوار بڑھانے میں کون سے حصے زیادہ ممد ثابت ھوتے ھیں۔ ان کے کھیتوں میں پاکستانی کپاس کے پودے بھی تھے۔ وہ پاکستانی کپاس کے پودے کی شاخوں، پتوں، پھولوں اور گوگڑوں میں نقائص کی نشاندھی کرتے۔ کپاس کی نئی اور بہتر اقسام دریافت کرنے کے لئے انہوں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے مجھے ایسی ایسی ترکیبیں اور بیش بہا مشورے دئے کہ میں ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ یہ گر میں نے ان ہی سے سیکھا کہ پھول آنے سے ذرا پیشتر ڈوڈی کو اگر قلیل وقت تک ہلکی ایٹمی شعاعوں سے متاثر کر لیا جائے تو بڑے مفید نتائج برآمد ہو سکتے ھیں۔ اس کا انہوں نے عملی تجربہ بھی کرکے دکھایا۔

شکور صاحب کے پاس پی ایچ۔ ڈی اور ڈی۔ ایس سی کی ڈگریاں تھیں اور وہ کم وبیش ۱۰۰ سائنسی مقالوں کے مصنف تھے۔ وہ اکثر سائنسی کانفرنسوں میں شرکت کی غرض سے ماسکو، لینن گراد اور دوسرے شہروں کو جاتے رہتے تھے۔ وہ پورے سوویت یونین میں کپاس کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔

تاشقند سے میری روانگی سے چھ ماہ قبل ہی وہ ازبکستان کے نائب وزیر زراعت برائے تحقیق بن کر چلے گئے تھے۔ ان کے ساتھ میرے تعلقات بدستور قائم رہے۔ ان کے عہد وزارت میں ایک دفعہ میں ضروری کام سے ان کے دفتر میں حاضر ہوا۔ ان کی سکریٹری نے بتایا کہ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ سکریٹری نے بعد میں ان کو میری آمد کے بارے میں بتایا ہوگا۔ اسی دن شام کو وہ میرے گھر آگئے اور پوچھا کہ کیا کام ھے۔ میں نے ان کو کام تو بتا دیا مگر دیر تک ان کی منکسرالمزاجی کے بارے میں سوچتا رہا اور آج تک سوچتا ہوں کہ ایک عظیم شخص کے دل میں اپنے سے کم درجے کے لوگوں کےلئے محبت ہی اس کی بزرگی کا ثبوت ہوتی ھے۔

یعقوب احمد منصوروف۔ ھمارے انسٹی ٹیوٹ میں ایک دن غیر ملکی طلباء کو اطلاع دی گئی کہ ھم سب ھال میں جمع ھو جائیں۔ جب سب طلباء اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو چار اشخاص ھال میں داخل ھوئے اور ڈائس پر جا بیٹھے۔ ان میں غیرملکی طلباء کے ڈین سلطان عارفوف بھی شامل تھے۔ وھی سب سے پہلے کھڑے ھوکر ھم سے مخاطب ھوئے:

''عزیز دوستو، میں ایک عرصے سے غیرملکی طلباء کا ڈین رہا ھوں مگر میری گرتی ھوئی صحت اس ذمہ‌داری کو نبھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس دوران آپ نے میرے ساتھ جو تعاون کیا اس کےلئے میں آپ کا مشکور ھوں۔ آج سے آپ کے نئے ڈین مقرر ھوئے ھیں۔ ان کا نام ھے یعقوب احمد منصوروف۔ وہ اس وقت یہاں بیٹھے ھیں۔''



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی کے ساتھ سلطان عارفوف نے یعقوب احمد کی طرف اشارہ کیا اور وہ بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد یعقوب احمد نے بھی چند تعارفی کلمات کہے جس میں انہوں نے غیر ملکی طلباء کو اپنی خدمت کا یقین دلایا۔

میں یعقوب احمد کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ تاہم جب وہ ہم سے مخاطب ہوئے تو میں ان کی شخصیت اور انداز گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ بعد میں ہمارے تعلقات سرکاری حدود سے نکل کر دوستی کی حدود میں داخل ہو گئے۔ میں اکثر ان کے دفتر جاتا رہتا تھا اور وہ بھی جب ہمارے ہوسٹل آتے تو تھوڑی دیر کے لئے میرے کمرے میں ضرور تشریف رکھتے۔

یعقوب احمد یتیم خانے میں پلے بڑھے تھے۔ وہ اپنے وقت کے ذہین ترین طالب علم تھے۔ ڈین بننے سے پہلے وہ پلانٹ فزیالوجی شعبے میں اسسٹنٹ پروفیسر تھے اور تقریباً میرے ہم عمر تھے۔ یعقوب احمد اپنی نئی ذمہ داریوں کے علاوہ پرانی تدریسی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے تھے۔ وہ کبھی کسی سے ناراض نہ ہوتے۔ ان کی تحمل مزاجی قابل ستائش تھی۔ دوسرے طلباء بتاتے تھے کہ وہ بڑے اچھے استاد ہیں۔

ماسکو میں جب میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لئے اپنے سائنسی تحقیق کے مقالے کا دفاع کر رہا تھا تو اس وقت یعقوب احمد تاشقند انسٹی ٹیوٹ کے واحد شخص تھے جو میرے ہمراہ تھے۔ ان کی یہ شرکت سرکاری اور ذاتی دونوں حیثیتوں میں تھی۔

تاشقند سے روانگی کے وقت یعقوب احمد نے میرا سامان وغیرہ بک کرانے میں بہت زیادہ مدد کی۔ وہ ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک میرے ہمراہ رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک قابل اور مہربان زرعی استاد تھے مگر وہ ایک اچھے انسان اور مخلص دوست بھی تھے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# پانچواں باب

# سو فیصد خواندہ لوگوں کا خطہ

## سابقہ اور موجودہ صورت‌حال

انقلاب سے قبل وسطی ایشیا میں عموماً اور ان علاقوں میں خصوصاً جو آج کے سوویت ازبکستان میں شامل ہیں، قرون وسطی کی تہذیب کی بڑی گہری چھاپ تھی۔ مکتبوں، مدرسوں اور مسجدوں میں صرف مذہبی طرز کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اصولاً عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا تاہم جاگیرداروں اور امرأ کی خواتین اس اصول سے مستثنی ہوتی تھیں۔ امرائ کی لڑکیوں کی تعلیم کےلئے خصوصی انتظامات ہوتے تھے۔ مجموعی طور پر ازبکستان میں تعلیم کا فقدان تھا۔ فقط تین فیصد لوگ پڑھنے لکھنے کے قابل تھے۔

جب ازبکستان کا الحاق روس کے ساتھ ہو گیا تو اس علاقے میں چند تعلیمی ادارے کھل گئے۔ ۱۸۷۵ء میں تاشقند اور سمرقند میں روسی زبان کے چھ اسکول تھے۔ ۱۸۷۶ء میں لڑکوں کا ایک اسکول شروع ہو گیا اور بعد میں ایک لڑکیوں کا اسکول بھی قائم کر دیا گیا۔ یہ سب تعلیمی ادارے ایک خاص مقصد کے پیش نظر کھولے گئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ مقامی آبادی کے ذہین لوگوں کو تربیت دے کر بیوروکریٹ اور مترجم تیار کئے جائیں۔ ان اقدامات کے باوجود ۱۸۹۷ء تک ۹۷ فیصد لوگ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زار روس کی مقامی بیوروکریسی جان بوجھ کر عوام کو جاہل رکھنا چاہتی تھی۔ ۱۹۱۵ء میں اسکول جانے کی عمر کے بچوں میں سے صرف ۳ فیصد اسکولوں میں داخل تھے اور پورے ازبکستان میں ان کی تعداد ۵۰۰ سے زائد نہ تھی۔ اعلی تعلیم کا تو ایک بھی ادارہ موجود نہ تھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۹۱۷ء کے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب نے ازبک قوم کےلئے تعلیم کے دروازے کھول دئے اور یوں مقامی ثقافت کو پھولنے پھلنے کا تاریخ میں پہلی مرتبہ موقع نصیب ہوا۔ ۱۹۰۶ء میں ایک نامہ‌نگار نے وسطی ایشیا کا دورہ کرنے کے بعد مشہور جریدے ''ویستنیک وسپیتانیا،، میں لکھا تھا: ''اگر زمانے میں ترقی کرنے کی یہی رفتار رہی تو وسطی ایشیا میں ناخواندگی ختم کرنے کےلئے ۴۶۰۰ سال درکار ہوں گے۔،، مگر سوویت حکومت نے وہی کام صرف نصف صدی میں کر دکھایا۔ آئیے دیکھیں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوا۔

۱۹۱۸ء میں عام تعلیمی سرگرمیاں شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ سب لوگوں کے لئے تعلیم مفت ہوگی اور ازبک زبان میں دی جائےگی۔ تاہم سوویت اقتدار کے ابتدائی سالوں میں تعلیم کو عام کرنے میں تین طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا: پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ ملاؤں نے دنیاوی تعلیم اور خصوصاً عورتوں کے تعلیم حاصل کرنے کی مخالفت کی۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ مقامی رسم و رواج کے باعث لوگ بچوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنے سے جھجکتے تھے اور تیسری مشکل یہ تھی کہ مادری زبان میں تعلیم دینے کےلئے استاد نہ ملتے تھے۔ ان مشکلات کو حل کرنے کے سلسلے میں دوسری رپبلکوں نے مدد دی۔ مثلاً استادوں کی تعلیم و تربیت اور اسکولوں کے قیام کےلئے مالی مدد فراہم کی گئی۔ ۱۹۲۳ء میں وسطی ایشیا کی پہلی یونیورسٹی شہر تاشقند میں قائم کی گئی۔ اس یونیورسٹی کے قیام سے ماہرین، استادوں اور دیگر عملے کی تیاری میں بڑی مدد ملی۔ ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۳۰ء تک تعلیم بالغان کی مہم بڑے زور و شور سے چلائی گئی۔ خواتین کو پڑھنے لکھنے کے قابل بنانے پر خاص توجہ دی گئی۔ ۱۹۲۶ء تک ۱۱ فیصد سے زیادہ لوگ خواندہ ہو چکے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں خواندہ لوگوں کی تعداد ۷۸ فیصد تھی جن میں ۸۳ فیصدی مرد اور ۷۳ فیصدی عورتیں تھیں۔ ۳۸—۱۹۳۷ء کے تعلیمی سال کے دوران اسکولوں میں بچوں کی تعداد ۹۳۹ ہزار تھی جو بڑھ کر ۱۹۳۹ء—۱۹۴۰ء کے تعلیمی سال کے دوران ۱۲۱۹ ہزار ہو گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ساتویں جماعت تک تعلیم لازمی قرار دے دی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گئی۔ اور ۱۹۵۹ء میں آٹھویں جماعت تک تعلیم سب کےلئے لازمی ہو گئی۔ ۱۹۷۰ء تک ۹۹۰۷ فیصد لوگ خواندہ ہو چکے تھے۔ ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۵ء کے نویں پانچ سالہ منصوبے کے دوران پورے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں بھی سب کےلئے دس سال کی ثانوی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

پورے سوویت یونین میں بچے صرف سات برس کی عمر کو پہنچنے کے بعد اسکول میں داخل کئے جاتے ہیں۔ سات سال کی عمر تک بچے نرسری یا کنڈرگارٹن میں داخل رہتے ہیں جہاں بچوں کی نگہداشت اور پرورش کے بہترین انتظامات ہوتے ہیں۔ سوویت اقتدار کے عہد میں پورے ازبکستان میں شیرخوار اور ننھے منے بچوں کے لئے کنڈرگارٹنوں کا جال پھیلا دیا گیا ھے۔

سوویت یونین میں نہ صرف تمام بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست ھے بلکہ سوویت اقتدار نے وجود میں آنے کے بعد بہت سی قوموں کی تعلیم کی ابتدا کا بندوبست بھی کیا۔ سوویت یونین میں بسنےوالی ۱۰۰ میں سے ۴۰ قوموں اور قومیتوں کی زبانوں کو سوویت دور حکومت میں تاریخ میں پہلی مرتبہ تحریری شکل دی گئی۔

ازبکستان میں اعلی تعلیم کے ۴۲ ادارے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں میں جو بڑے بڑے ادارے شامل ھیں ان کے نام یہ ھیں: تاشقند یونیورسٹی، سمرقند یونیورسٹی، تاشقند ٹیچرز ٹریننگ انسٹیٹیوٹ، تاشقند میڈیکل انسٹیٹیوٹ، قومی معاشیات کا انسٹیٹیوٹ، فزیکل کلچر کا انسٹیٹیوٹ، اندیجان میں استادوں کےلئے لسانیات کا انسٹیٹیوٹ وغیرہ وغیرہ۔ ۱۹۷۶ء میں قراقلپاک خوداختیار ریپبلک (جو ازبکستان میں شامل ھے) کے دارالحکومت نوقوس میں یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔

ازبکستان میں بہت سی لائبریریاں قائم ھیں جن میں کتابوں کی زبردست تعداد ھے۔ تاشقند شہر میں نوائی نامی لائبریری ازبکستان کی سب سے بڑی لائبریری ھے۔ ازبکستان میں ۳۱ میوزیم ھیں جب کہ ۱۹۱۳ء میں صرف تین چھوٹے چھوٹے میوزیم ہوتے تھے۔ ازبکستان کے موجودہ عجائب گھروں میں مندرجہ ذیل میوزیم قابل ذکر ھیں: لینن میوزیم کی تاشقند شاخ، ازبکستان کی اقوام کی تاریخ کا عجائب گھر، ازبکستان کے فنون لطیفہ کا عجائب گھر، لٹریچر



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا نوائی نامی عجائب گھر، تاشقند میں واقع قدرتی ماحول کا عجائب گھر، فنون حرب کا عجائب گھر - سمرقند میں واقع ازبکستان کی ثقافت اور فنون لطیفہ کا عجائب گھر - اس کے علاوہ اندیجان، بخارا، ترمیز، قرشی، نمنگان اور فرغانہ میں علاقائی عجائب گھر ہیں -

ازبکستان میں دو اوپرا ہاؤس، ۱۹ ڈرامہ اور موسیقی تھیٹر، چار بچوں کے تھیٹر، ایک فلم اور ٹی وی اسٹوڈیو اور شوقیہ فنکاروں کے چالیس تھیٹر ہیں -

تعلیم کے میدان میں ازبکستان کی ترقی پورے سوویت یونین کے ساتھ مربوط اور منظم ہے -

ایک جائزے کے مطابق سوویت یونین میں ہر سال ۲۸۰ ہزار انجینیر تعلیم مکمل کر کے ملازمت اختیار کرتے ہیں جب کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال ۶۰ ہزار انجینیر تیار کئے جاتے ہیں - اس ضمن میں ایک غور طلب بات یہ ہے کہ سوویت نظام تعلیم کا مقصد محض انجینیر اور ٹیکنیشن ہی تیار کرنا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ لوگ پڑھ لکھ کر اچھے انسان اور مہذب شہری بھی بنیں - یہی وجہ ہے کہ سوویت یونین میں بچے کے ہوش سنبھالنے سے لے کر تعلیم مکمل کرنے تک اس میں اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - یہ بات ازبکستان کے لئے اور بھی ضروری تھی کیونکہ اس علاقے کے عوام جاگیرداری نظام سے نکل کر براہ راست سوشلزم میں داخل ہوئے تھے -

سوویت یونین کے ۱۹۷۷ء کے آئین کی دفعہ ۴۵ کے تحت تمام باشندوں کو تعلیم کا حق حاصل ہے - اسی دفعہ کی ذیل میں درج کئی باتیں توجہ طلب ہیں مثلاً کسی طالب علم سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی - باالفاظ دیگر تعلیم بالکل مفت ہے - ہر کامیاب طالب علم دوران تعلیم وظیفہ پاتا ہے - لوگ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں -

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوویت حکومت تعلیم کو اتنی اہمیت کیوں دیتی ہے؟ جواب بڑا آسان ہے: سوویت لوگوں کی آخری منزل ایک ایسا کمیونسٹ معاشرہ ہے جس میں سوشلزم کے تحت پائی جانے والی اونچ نیچ بھی ختم ہو جائے گی - چنانچہ سوویت یونین میں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعلیم کا بنیادی مقصد ھی یہ ھے کہ ایسے انسان تیار کئے جائیں جو آئندہ کی ذمہ داریاں اٹھانے کے اھل ھوں۔

آئندہ کے انسانوں کی تعلیم و تربیت پر جو خصوصی توجہ دی جاتی ھے اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ھیں۔ تعلیم و تربیت کی جانب کئے جانے والے اقدامات کا آغاز نرسری اور کنڈرگارٹن سے ھو جاتا ھے۔ سوویت مائیں اپنے بچوں کو نرسری میں چھ ماہ کی عمر میں داخل کرا سکتی ھیں۔ نرسری یا کنڈرگارٹن میں تعلیم و تربیت حاصل کرنا ھر بچے کا قانونی حق ھے۔ ازبکستان میں بہت سی نرسریاں اور کنڈرگارٹن قائم کئے گئے ھیں۔ صرف شہر تاشقند میں ۵۰۰ نرسریاں ھیں جن میں ۳ تا ۷ سال کی عمر کے ۱۶ ھزار بچے رھتے ھیں۔ ان نرسریوں میں ھر بچے کی فی ماہ فیس کم از کم آدھ روبل اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ روبل ھوتی ھے۔ فیس کا انحصار والدین کی آمدنی پر ھے۔ اگر آپ ان نرسریوں میں صاف ستھرے ماحول، بچوں کی اعلی نگہداشت اور ماھر ھاتھوں میں اجتماعیت اور نظم و ضبط کی تربیت کو دیکھیں تو آپ دنگ رہ جائیں گے۔

میں ایک دفعہ اتفاق سے تاشقند شہر کی نرسری نمبر ۱۳۵ میں چلا گیا۔ اس میں ۱۵۰ بچے ھوں گے جن کی نگہداشت پر ۱۰ استانیاں مقرر تھیں۔ کوئی استانی بچوں کو کھلا پلا رھی تھی تو کوئی ان کے میلے کپڑے اتار کر دھلے ھوئے اجلے کپڑے پہنا رھی تھی۔ ایک استانی بچوں اور بچیوں کے کھیل کود کا انتظام کر رھی تھی۔ دو استانیاں ان کو ملکی اور غیرملکی زبانیں اور موسیقی سکھانے پر مامور تھیں۔ اس کے علاوہ ان کو روزمرہ کی زندگی میں کام آنے والی دوسری مفید باتیں بتائی جاتی تھیں۔

یہی بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ کر اسکول میں داخل ھوتے ھیں تو وہ پہلے ھی کافی تربیت یافتہ ھوتے ھیں۔ اسکول میں استاد ھر طالب علم پر پوری توجہ دیتے ھیں۔ طالب علم بھی استادوں کا بےحد احترام کرتے ھیں۔ اسکول میں طالب علموں کی ذھنی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت پر بھی زور دیا جاتا ھے۔ ایک سوویت طالب علم کے لئے اسکول، گھر اور باھر کے ماحول میں اتنی ھم آھنگی ھوتی ھے کہ جونہی وہ علمی دنیا سے عملی دنیا میں داخل ھوتا ھے تو فوراً معاشرے کا مفید حصہ بن جاتا ھے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوویت اسکولوں میں جو نصابی کتب رائج ھیں وہ ماھرین تعلیم کی سالہا سال کی محنت کا نچوڑ ھیں - ایک بات طالب علموں کو اسکول میں ھی ذھن‌نشین کرا دی جاتی ھے کہ سوویت یونین کی تاریخ اس کی ایک سو اقوام کی باھمی محبت اور مشترکہ محنت سے بھری ھوئی ھے - ازبک اور روسی دونوں اسکولوں میں سوویت یونین کی ھر قوم کے عظیم مصنفین اور شعرا کی کتابیں درسی نصاب میں شامل ھیں -

میں اپنے قیام کے دوران کئی اسکولوں میں گیا - ھر جگہ تعلیم کا اعلی معیار تھا - میں نے دیکھا کہ اسکولوں میں جگہ، استادوں اور دیگر تعلیمی سہولتوں کے پیش نظر طلباء کی تعداد مقرر تھی - مقررہ تعداد سے زیادہ طالب علم داخل نہیں کئے جاتے - اسکول اتنے ھیں کہ کسی کو داخلہ نہ ملنے کی شکایت نہیں ھوتی - ھر چیز منصوبے کے مطابق کام کرتی ھے اور ترقی کر رھی ھے - جوں جوں طلباء کی تعداد اور استادوں کی فراھمی میں اضافہ ھوتا جاتا ھے نئے اسکول وجود میں آتے جاتے ھیں - کوئی غیرملکی سوویت اسکول میں وھاں کے نظم و نسق کو دیکھ کر متاثر ھوئے بغیر نہیں رہ سکتا - اسکول کے اندر یا باھر طلباء کی طرف سے کسی دنگے فساد یا منظم ھلڑبازی کی توقع نہیں کی جا سکتی - سڑکوں پر ھڑتالوں یا توڑ پھوڑ کی کارروائیوں کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا -

## ایک اردو اسکول

ازبکستان میں ذریعۂ تعلیم دو زبانیں ھیں یعنی ازبک اور روسی - ازبک اسکولوں میں تمام مضامین ازبک زبان میں پڑھائے جاتے ھیں مگر روسی زبان لازمی طور پر پڑھائی جاتی ھے - روسی اسکولوں میں تمام مضامین روسی زبان میں پڑھائے جاتے ھیں مگر ازبک زبان لازمی ھے -

سارے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں بھی غیر ملکی زبانیں پڑھائی جاتی ھیں - روسی اسکولوں میں یورپی زبانیں مثلاً انگریزی، فرانسیسی اور جرمن پڑھائی جاتی ھیں - ازبک اسکولوں میں مشرقی زبانیں مثلاً اردو ، ھندی، فارسی، عربی اور بنگالی پڑھائی جاتی ھیں -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند میں دو اور سمرقند، فرغانہ، ندیجان اور بخارا میں ایک ایک اسکولوں میں اردو غیرملکی زبان کے طور پر بڑی توجہ سے پڑھائی جاتی ہے۔ تاشقند یونیورسٹی کی مشرقی علوم کی فیکلٹی میں اردو زبان کی تعلیم ایم اے اور پی ایچ ڈی تک دی جاتی ہے۔ اسی فیکلٹی میں پشتو اور پنجابی زبانیں بھی ایم اے اور پی ایچ ڈی تک پڑھائی جاتی ہیں۔

تاشقند کا اسکول نمبر ۵۰۶ ایک ازبک اسکول ہے۔ اس میں پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک تمام مضامین کی تعلیم ازبک زبان میں دی جاتی ہے جو طالب‌علموں کی مادری زبان ہے۔ معمول کے مطابق روسی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس اسکول میں تیسری جماعت سے دسویں جماعت تک اردو غیرملکی زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ اسی لئے اس اسکول کو عرف عام میں اردو اسکول کہتے ہیں۔

اس اسکول میں میں پہلی مرتبہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء کو گیا۔ اس روز اس اسکول میں پاکستان کا سب سے بڑا قومی تہوار یوم پاکستان بڑی دھوم دھام سے منانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں میں بھی مدعو تھا۔ میرے لئے فخر کی یہ بات تھی کہ میں تنہا پاکستان کی نمائندگی کر رہا تھا۔ جب میں اسکول کے اس ہال میں داخل ہوا جہاں جلسے کا انتظام کیا گیا تھا تو تمام طلباء اور طالبات مجھے میرے قومی لباس یعنی شلوار شیروانی اور جناح کیپ میں ملبوس دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور تالیاں بجا بجاکر میرا پرتپاک خیرمقدم کیا۔ جب سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو کارروائی کا آغاز ہوا۔

ہال میں بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی تصویریں دیواروں پر آویزاں تھیں۔ جابجا پاکستان اور سوویت یونین کی دوستی کے نعرے لکھے تھے۔ ہمارے سامنے میز پر پاکستان، سوویت یونین اور ازبکستان کے قومی جھنڈے تھے۔

اس تقریب کا بندوبست ''پاکستان — سوویت یونین،، دوستی انجمن کی ازبکستان شاخ نے کیا تھا۔ نامور ماہر تعلیم جناب تورسونوف جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ دوستی انجمن کے اجتماعی ارکان

8*



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلاً اجتماعی فارموں، کارخانوں، تاشقند یونیورسٹی کی مشرقی علوم کی فیکلٹی وغیرہ کے نمائندے بھی اس تقریب میں شریک تھے۔ جلسے میں روسی، ازبک اور اردو زبانوں میں تقریریں ہوئیں۔ میں نے اردو میں تقریر کی۔ حاضرین جلسہ نے بڑے جوش و جذبات کے ساتھ تالیاں بجائیں اور بجاتے ہی چلے گئے جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے میری تقریر پسند کی ہے۔ تالیاں مسلسل بجتی رہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ جلسے میں سوویت لوگوں کو اگر کوئی چیز بہت زیادہ پسند آتی ہے تو وہ بدستور تالیاں بجاتے ہیں۔ جب میں اپنی نشست پر آ کر بیٹھا تو تورسونوف صاحب نے اٹھ کر باآواز بلند مجھ سے کہا:

''نذیر صاحب، ہم آپ کی آمد، دوستانہ جذبات اور بہترین تقریر کےلئے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ''

جب جلسے کی کارروائی ختم ہو گئی تو طلباء اور استاد صاحبان کے ساتھ تعارف ہوا۔ وہ استاد صاحبان جو اردو پڑھاتے تھے اور وہ طلباء جو اردو زبان سے دلچسپی رکھتے تھے میرے ساتھ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے درخواست کی کہ وہ کسی دن اسکول کا تعلیمی ماحول دیکھنے کا موقع دیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے میری درخواست بخوشی قبول کرلی۔

ہفتہ دس روز بعد میں پھر اسکول پہنچ گیا۔ اس مرتبہ میرا مقصد تعلیمی ماحول کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور استاد صاحبان سے تعارف تو پہلے ہی تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مجھے سب کلاسوں میں باری باری لے گئے۔ نویں جماعت میں اردو زبان پڑھائی جا رہی تھی۔ میں اور ہیڈ ماسٹر صاحب تھوڑی دیر کےلئے نویں جماعت کے طلباء کے ساتھ بیٹھ گئے۔ استاد صاحب بدستور سبق پڑھاتے رہے۔ پڑھانے کا طریقہ بڑا دلچسپ تھا۔ طالب علم اردو کی گرامر اور الفاظ کا تلفظ بڑی توجہ اور دلچسپی سے سیکھ رہے تھے۔ پتہ چلا کہ اردو زبان کے علاوہ پاکستان اور ہندوستان کی تاریخ، جغرافیہ اور ثقافت بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ بعض بچوں نے میری موجودگی کے پیش‌نظر اقبال، فیض، احمد ندیم قاسمی اور دوسرے شعرا کی نظمیں سنائیں جو ان کو زبانی یاد تھیں۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے بعد ہم دسویں جماعت میں جا بیٹھے جہاں اس وقت الجبرا پڑھایا جا رہا تھا۔ دسویں جماعت کے الجبرے اور جیومیٹری کا معیار وہی تھا جو ہمارے ہاں کالج میں ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ تھی کہ ذریعہ تعلیم ازبک زبان تھی۔ کلاس میں طلباء اور طالبات کی تعداد مساوی تھی۔ الجبرا پڑھانےوالی استانی ایک ازبک خاتون تھیں۔ سکھانے کا اتنا مشفقانہ طریقہ اور سیکھنے کا اتنا سودبانہ انداز میں نے اپنی ساری تعلیمی زندگی میں نہیں دیکھا۔

ایک ہی کلاس میں بیٹھنےوالے سب طالب علم ایک جیسے نہیں ہوتے؛ ان میں کچھ غیرمعمولی ذہانت کے مالک ہو سکتے ہیں اور کچھ کند ذہن بھی ہو سکتے ہیں۔ تاہم تعلیمی ماحول اچھا ہو تو کندذہن طالبعلم بھی اپنی دشواری پر قابو پا سکتے ہیں جیساکہ میں نے اس اسکول میں دیکھا یا بتایا گیا۔

اکثر ایک مفروضہ پیش کیا جاتا ہے کہ یورپی طلباء کے مقابلے میں ایشیائی طالب علم کم ذہین ہوتے ہیں۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں نے سوویت یونین میں خود دیکھا ہے کہ ازبکستان کے ایشیائی لوگ کسی بھی یورپی قوم سے کم ذہین نہیں ہیں۔ بس ضرورت صرف ایسے مناسب، معقول اور مؤثر نظام تعلیم کی ہے جو اس وقت سوویت یونین میں رائج ہے۔

## فنی تربیت

سوویت یونین میں مخصوص ثانوی تعلیم کے اسکول ہوتے ہیں جن میں اضافی طبی عملہ، موسیقار، فن کار وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ تاشقند کی نوائی نامی سڑک پر ٹیکنیکوم مؤخرالذکر قسم کا ایک اسکول ہے۔ اس اسکول کے ایک استاد عبدوجبار صدیقوف سے میری تھوڑی سی واقفیت تھی۔ مندرجہ ذیل معلومات انہوں نے فراہم کی تھیں۔

تاشقند کے بیشتر کارخانوں اور فیکٹریوں میں ہنرمند مزدوروں کی اکثریت اسی ٹیکنیکوم کی تربیتیافتہ ہے۔ ٹیکنیکوم کا ہماری زبان میں مطلب ''ٹیکنیکل تربیت کا ادارہ،، ہے۔ اس اسکول میں طلباء اور طالبات کی تعداد برابر ہے بلکہ پلاسٹک کیمسٹری جیسے

8—1932



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

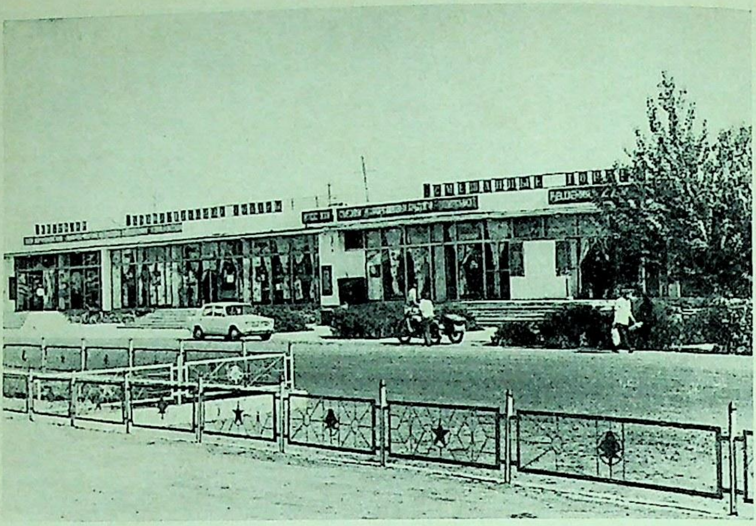

گاؤں کے باشندوں کو ہر طرح کی سہولت حاصل ہے۔ فرغانہ علاقے کے کیروف ضلع میں ''بیشاریک،، ریاستی فارم کی مرکزی عمارت۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند کے شادی محل میں سوویت یونین کی اعلی سوویت
کی نمائندہ سماتووا جڑواں بھائیوں حسن اور حسین سیریازینوف
اور ان کی دلہنوں کو شادی‌نامے دے رہی ہیں۔

آپ لوگوں نے اپنی زندگی ہماری خوشی کے لئے وقف کی۔ ←

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

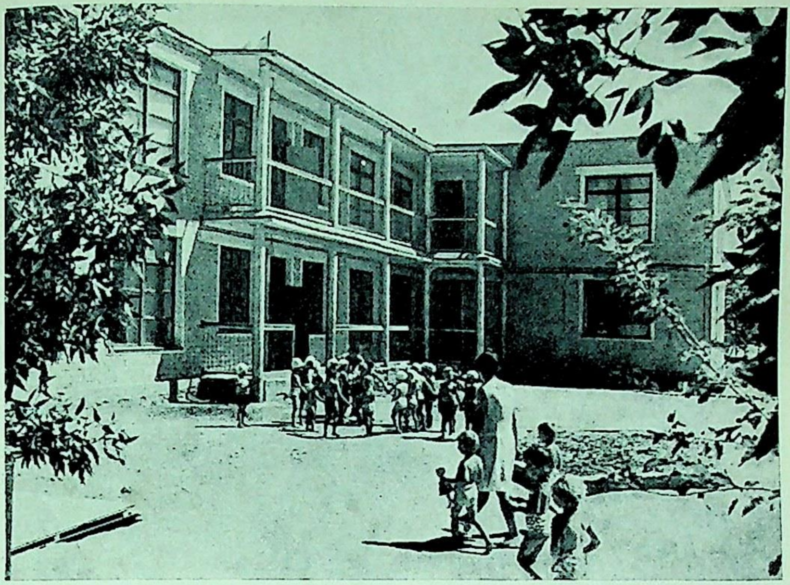

کنڈرگارٹن میں بچے سیر کر رہے ہیں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کنڈرگارٹن میں بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکول میں پڑھائی ختم ہو گئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نئے تعلیمی سال کی مبارکباد!

گاؤں کے ایک اسکول میں الجبرا کا سبق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

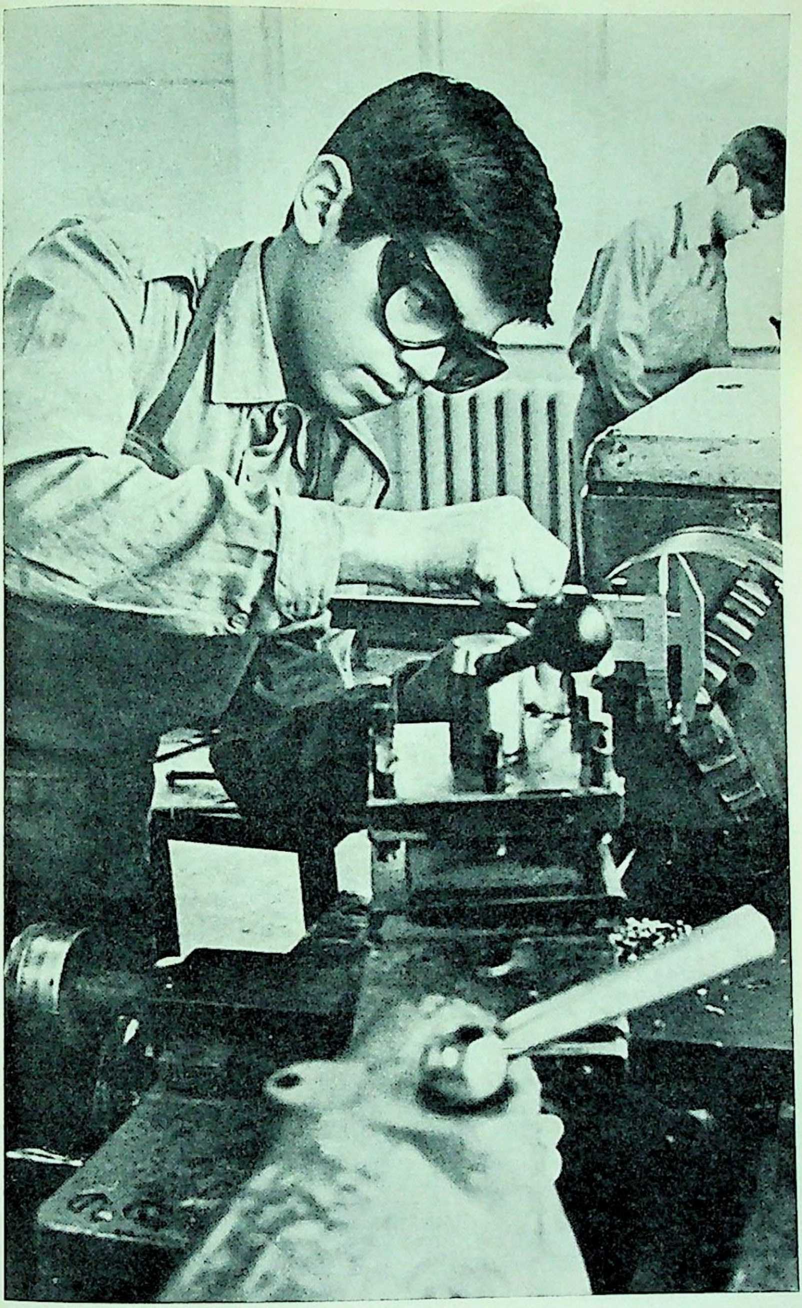

ازبکستان کے ایک اسکول میں محنت کا سبق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شعبوں میں لڑکیاں زیادہ اور لڑکے کم ھیں۔ طلباء کو چارسالہ کورس کے دوران بہت علمی اور عملی تربیت دی جاتی ھے۔ اس کے بعد آٹھ ماہ کا عملی کورس مکمل کرنے کےلئے طالب‌علموں کو کسی کارخانے میں بھیج دیا جاتا ھے جس کے دوران ان کو پوری تنخواہ دی جاتی ھے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد طالب علم واپس اسکول میں آجاتے ھیں جہاں ان کو آخری امتحان کی تیاری کےلئے چھ ھفتوں کا وقفہ دیا جاتا ھے۔ امتحان کسی خاص عملی پروجیکٹ پر کام یا مقالے کے دفاع پر مشتمل ھوتا ھے۔ عبدوجبار صدیقوف کے بیان کے مطابق پروجیکٹوں کا معیار بہت اونچا ھوتا ھے۔

چار سالہ کورس کا تیسرا سال مکمل کرنے کے بعد طالب علم کو پتہ چل جاتا ھے کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ کہاں ملازمت کرےگا یا کرےگی۔ فیصلہ کرتے وقت صنعتی ضرورت، طالب‌علم کی اھلیت اور اس کی ذاتی خواھش کو ملحوظ رکھا جاتا ھے۔ ھر طالب علم کے بارے میں فیصلہ اس کے صلاح مشورے سے انفرادی طور پر کیا جاتا ھے۔ ذھین اور اھل طلباء کو بہرحال ترجیح دی جاتی ھے۔

ٹیکنیکوم میں ھر طالب علم کو ۳۰ روبل ماھانہ وظیفہ دیا جاتا ھے۔ جن طلباء کے گھریلو حالات اچھے نہ ھوں ان کو ذاتی اخراجات کےلئے خصوصی الاؤنس بھی دیا جاتا ھے۔ ایک بات کا پہلے بھی ذکر آچکا ھے کہ سوویت یونین میں اسکول، کالج یا یونیورسٹی میں کسی سطح پر بھی تعلیمی فیس نہیں لی جاتی۔ اسی طرح ٹیکنیکوم میں بھی طلباء سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

عبدوجبار صدیقوف نے مزید بتایا کہ اسکول میں تعلیم کے دوران ھر طالب‌علم کو محنت کی قدر اور محنت‌کش کی عزت کا سبق دیا جاتا ھے۔ طلباء کو جدید صنعتی پیداوار کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا جاتا ھے اور وہ اپنے ھاتھوں سے کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ صدیقوف نے واضح کیا کہ حالیہ برسوں میں سوویت یونین میں حرفتی ٹیکنیکی اسکولوں کی طرف بڑا دھیان دیا جاتا ھے۔ ثانوی اسکول میں آٹھ سالہ تعلیم مکمل کرکے لڑکے لڑکیاں ان حرفتی اسکولوں میں دو برس کے دوران کوئی نہ کوئی پیشہ حاصل کرسکتے ھیں (مثلاً ٹرنر، بجلی مستری، ویلڈر، انجن ڈرائیور وغیرہ)۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس طرح کے بعض اسکولوں میں ساتھ ہی ساتھ مکمل ثانوی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جن اسکولوں میں مکمل ثانوی تعلیم نہیں ہے ان کے تعلیم یافتہ نوجوان کسی فیکٹری میں کام کر کے شبانہ ثانوی اسکول مکمل کرتے ہیں۔ اس کا مطالبہ لازمی مکمل ثانوی تعلیم کا قانون کرتا ہے۔

## ایک اعلی تعلیمی ادارہ

سوویت یونین کے اعلی تعلیمی نظام میں یونیورسٹیاں، انسٹی ٹیوٹ اور اعلی ٹیکنیکی اسکول شامل ہیں۔ زیادہ‌تر اعلی تعلیمی اداروں میں دن کے، شبانہ اور مراسلتی کورس ہوتے ہیں۔ تعلیم کی مدت پانچ سے چھ سال تک ہے، تعلیم مفت ہے اور جو طلباء اچھے نمبر حاصل کرتے ہیں ان کو ۴۰ سے ۷۰ روبل تک ماہانہ وظیفہ ملتا ہے۔

مثال کے طور پر ازبکستان کا ایک اعلی تعلیمی ادارہ لیتا ہوں جہاں میں نے تعلیم پائی ہے۔ میں سوویت یونین کے اعلی تعلیمی اداروں کے بارے میں بتانے کی کوشش کروں گا۔

اعلی تعلیم کے جتنے ادارے اس وقت ازبکستان میں موجود ہیں ان میں تاشقند زرعی انسٹی ٹیوٹ نمایاں مقام رکھتا ہے۔ تاشقند زرعی انسٹی ٹیوٹ کا روسی زبان میں مخفف ''تاش‌سخی،، ہے۔ تاش‌سخی ازبکستان میں زرعی تعلیم کا سب سے پرانا اور سب سے بڑا ادارہ ہے۔

تاش‌سخی کے مغرب میں تاشقند شہر ہے، شمال میں بازسو نامی ندی بہتی ہے اور ندی کے پار تجرباتی کھیت ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کی حدود کے اندر لاتعداد سایہ‌دار درخت اور پھول‌دار پودے ہیں جن سے ادارے کی خوبصورتی کو چار چاند لگے رہتے ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کی حدود میں ہر طرح کی دوکانیں، سینما ہاؤس، ہوٹل، کیفے، ہسپتال وغیرہ ہیں۔

انسٹی ٹیوٹ کی مرکزی عمارت کی آٹھ منزلیں ہیں۔ پہلی منزل پر لائبریری، کیفے، ڈاکخانہ اور کچھ لیباریٹریاں اور آڈیٹوریم ہیں۔ دوسری منزل پر ایک طرف انسٹی ٹیوٹ کی انتظامیہ، پارٹی کمیٹی کے سکریٹری، ٹریڈیونین کے صدر کے دفاتر اور دوسری جانب کلاس



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روم اور لیباریٹریاں ھیں - تیسری منزل پر ایک طرف ریکٹر اور ان کے چار نائبین کے دفاتر اور دوسری طرف کلاس روم اور لیباریٹریاں ھیں - چوتھی منزل پر غیرملکی طلباء کے ڈین اور سائنس سکریٹری کے دفاتر اور کلاس روم ھیں - اسی طرح باقی منزلوں پر بھی دفاتر، کلاس روم اور لیباریٹریاں ھیں -

تاشسخی میں ازبکستان میں رائج دونوں زبانوں یعنی ازبک اور روسی زبانوں میں تعلیم دی جاتی ھے - طلباء کی اکثریت ازبک ھے اور وہ دیہاتوں سے آتے ھیں اس لئے تعلیم کا ذریعہ عموماً ازبک زبان ھے - بہرحال زبان کا انتخاب طالب علم خود کرتا ھے -

تاشسخی میں زراعت کے ہر شعبے میں جدید تعلیم دی جاتی ھے - پورے انسٹی ٹیوٹ میں استادوں کی کم ازکم قابلیت پی ایچ - ڈی ڈگری ھے - پروفیسر بننے کے لئے ضروری ھے کہ امیدوار کے پاس پی ایچ - ڈی کے علاوہ ڈی - ایس سی کی ڈگری بھی ھو اور وہ کم ازکم دس سال کا تحقیقی اور تدریسی تجربہ رکھتا ھو - استثنا کے طور پر پروفیسر کا رتبہ ان لوگوں کو بھی دیا جا سکتا ھے جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ھے مگر جو سائنسی کام کا وسیع تجربہ رکھتے ھیں اور جنھوں نے کئی کتابیں لکھی ھیں -

تاشقند زرعی انسٹی ٹیوٹ میں ایگرونومی، زرعی انجینیرنگ، معاشیات، باغبانی، افزائش حیوانات، وغیرہ کی الگ الگ فیکلٹیاں ھیں - اس کے علاوہ کئی محکمے اور شعبے بھی ھیں مثلاً فوجی تربیت کا شعبہ، سوویت یونین کی تاریخ کا شعبہ، جینیٹکس کا شعبہ اور غیرملکی زبانوں کا شعبہ - غیر ملکی زبانوں کے شعبے میں غیرملکیوں کو روسی زبان سکھائی جاتی ھے اور سوویت طلباء انگریزی زبان پڑھتے ھیں -

کلاس روم میں طلباء کو علمی سبق پڑھائے جاتے ھیں - استاد لیکچر دیتے ھیں - لیکچر کے بعد سوال و جواب ھوتے ھیں - ایکچرر طلباء کو نوٹ لکھواتے ھیں، گھر کا کام دیتے ھیں اور وقتاً فوقتاً ٹیسٹ لیتے ھیں - عملی کام کےلئے لیباریٹریاں اور تجرباتی پلاٹ ھیں - اس طرح نصابی علم کے ساتھ ساتھ عملی اور تحقیقی کام پر بھی زور دیا جاتا ھے - عملی تربیت کےلئے طلباء کو فارموں میں بھی بھیجا جاتا ھے -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاش‌سخی کی لائبریری میں بےشمار کتابیں اور ملکی و غیر ملکی جرائد اور رسائل ہیں۔ کتابوں کی تعداد شاید لاکھوں میں ہوگی۔ ضرورت کی تمام کتابیں طلباء کو فراہم کی جاتی ہیں جو وہ مطالعہ کے لئے گھر لے جا سکتے ہیں۔ رسائل اور جرائد کے مطالعہ کے لئے لائبریری میں بڑا پرسکون اور صاف ستھرا ماحول ہے۔

انسٹی‌ٹیوٹ میں پانچ سالہ نصاب ہے جسے مکمل کرنے کے بعد ایم ایس سی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ طلباء کی کل تعداد دس ہزار کے قریب ہوگی۔ خط و کتابت کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے والوں کی پانچ ہزار کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ انسٹی‌ٹیوٹ میں چھوٹے بڑے پانچ سو سے زائد استاد ہیں۔ اس ادارے میں سو سے زائد غیرملکی طلباء بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں جن کا تعاق زیادہ تر ایشیا اور افریقہ سے ہے۔

تاش‌سخی کے پہلے سال میں داخلے کے امیدوار کےلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس نے سیکنڈری اسکول سے دسویں جماعت پاس کی ہو۔ داخلے کےلئے مقابلے کا امتحان ہوتا ہے جو تحریری اور زبانی سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ داخلے کے امیدواروں کی فہرست گنجائش سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگرچہ چند محدود نشستیں شہری طلباء کے لئے بھی ہوتی ہیں مگر ۹۰ فیصد نشستوں میں دیہاتوں سے آئے ہوئے امیدواروں کو داخل کیا جاتا ہے۔ کچھ نشستیں اجتماعی‌فارموں کے نامزد طلباء کےلئے مخصوص ہیں۔ داخلے کے دنوں کا ایک دلچسپ واقعہ مجھے اب تک یاد ہے۔

ایک ضروری کام کے سلسلے میں پروفیسر ناتالیا گریگوریونا کو تلاش کرتا کرتا میں اس ہال میں پہنچ گیا جہاں وہ داخلے کے امیدواروں کے انٹرویو لے رہی تھیں۔ میں دروازے پر پہنچ کر اس خیال سے رک گیا کہ جس لڑکی کا وہ انٹرویو کر رہی ہیں ختم کرایں۔ پروفیسر کے سامنے دیہاتی وضع قطع کی ایک معصوم سی لڑکی بیٹھی تھی۔ لڑکی کا لباس اس کے دیہاتی ہونے کی تصدیق کر رہا تھا۔ پروفیسر لڑکی سے بدستور مخاطب تھیں:

"...ماسکو جانے سے تمھارا مقدر چمک جائےگا۔ ماسکو اسٹیٹ یونیورسٹی یا تیمیریازف نامی زرعی اکیڈمی جس میں چاہو داخلہ مل



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جائے گا۔ اگر تم نے اپنا معیار برقرار رکھا تو ایک روز تاشقند میں پروفیسر بن جاؤگی یا کوئی ناسور سائنسداں۔ میں تو تمہیں مشورہ ہی دے سکتی ہوں۔ فیصلہ تم کو کرنا ہے۔ ضروری سمجھو تو اپنے والدین سے بھی مشورہ کرسکتی ہو،،۔ یہ کہتے پروفیسر نے مجھے دیکھ لیا اور بلا کر قریب بٹھا لیا۔ اب وہ مجھ سے مخاطب تھیں :

''دیکھو، کتنی ذہین اور قابل لڑکی ہے۔ اس نے دسویں جماعت کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا ہے۔ اجتماعی فارم کے عہدیداروں نے بھی اس کی ذہانت کی تصدیق کی ہے۔ اتنے ذہین بچوں کو ہمارے ملک میں اجازت ہوتی ہے کہ وہ ملک کے اعلی تعلیم کے جس ادارے میں چاہیں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کریں۔،،

یہ سن کر میں نے لڑکی سے اس کے ذاتی کوائف اور خاندانی حالات دریافت کئے۔ میرے سوال کے جواب میں لڑکی نے بتایا :

''میں چرچک کے قریب ایک گاؤں میں رہتی ہوں۔ ہم تین بہنیں ہیں۔ بھائی کوئی نہیں ہے۔ میرا والد کھیتوں میں کام کرتا ہے اور والدہ دوکان میں ملازم ہے۔ میں نے اسی سال دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا ہے۔،،

میں نے لڑکی کو مشورہ دیا کہ وہ پروفیسر کی بات مان لے۔ یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ میرے لئے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا : ایک غریب کسان کی لڑکی کے لئے واقعی روشن مستقبل کے تمام دروازے کھلے ہیں!

انسٹی ٹیوٹ میں تقریباً ڈیڑھ ہزار طلباء کو داخل کیا جاتا ہے اور اس سے آٹھ نو گنا زیادہ تعداد داخلے سے محروم رہتی ہے مگر داخلے سے محروم رہنےوالے مایوس نہیں ہوتے کیونکہ ازبک زبان میں ایک ضرب المثل ہے : اگر تین سمتیں بند ہو جائیں تو چوتھی سمت انسان کےلئے کھلی رہتی ہے۔ داخلے سے محروم رہنےوالے طلباء کو یقین ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ انصاف ہوا ہے۔

دوران تعلیم طلباء کی عملی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ ان سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔ لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ طلباء کی اکثریت ہوسٹلوں میں رہتی ہے۔ استادوں اور شاگردوں کے درمیان قریبی رابطہ قائم



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رهتا ہے - دوران تعلیم طلباءٔ کھیلوں، موسیقی اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں - ڈرائیونگ اور فوٹوگرافی جیسے تفریحی مشغلوں کی مفت تربیت دی جاتی ہے - تاشقند کی موسیقی کی منڈلی ''گلدستہ،، بہت مشہور ہے اور کئی مقابلوں میں حصہ لے چکی ہے - اس منڈلی کے سربراہ ایلیک میرے دوست تھے اور اکثر ''گلدستہ،، کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے رہتے تھے -

مراسلتی طلباءٔ سارا سال اپنے طور پر کتابیں وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں - سالانہ امتحان سے دو ماہ قبل وہ اپنے اپنے محکمہ سے چھٹی لے کر آجاتے ہیں تاکہ کچھ عملی تربیت حاصل کرسکیں اور مشکل سوالات کے بارے میں استادوں سے مشورہ لے سکیں - مراسلتی طلباءٔ اپنے محکمے سے دو ماہ کی جو رخصت لے کر آتے ہیں اس کی ان کو پوری تنخواہ ملتی ہے بلکہ اپنے محکمہ سے سفر خرچ بھی حاصل کرتے ہیں -

جب طلباءٔ چوتھے سال کا امتحان پاس کر لیتے ہیں تو ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ تعلیم مکمل کرکے کہاں کام کریں گے - ہوتا یہ ہے کہ مختلف محکموں کی طرف سے ملازمتوں کی پیشکش کے اشتہار لگ جاتے ہیں - طالب علم کو ملازمت کے پیچھے بھاگنا نہیں پڑتا بلکہ ملازمتیں طالبعلم کے پیچھے بھاگتی ہیں - اس لئے تعلیم ختم کرنے کے بعد روزگار کی تلاش کا کوئی مسئلہ نہیں ہے - تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ہونےوالے نوجوان علمی دنیا سے نکل کر عملی دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں مگر علم سے ان کا رشتہ نہیں ٹوٹتا - وہ اپنے عظیم قائد لینن کے مقولے ''پڑھو، پڑھو اور پڑھو،، پر عمل کرتے ہوئے کسی نہ کسی صورت اپنی علمی استعداد بڑھاتے رہتے ہیں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# چھٹا باب
# صحت اور صفائی

## حفظان صحت کے انتظامات

ازبکستان میں حفظان صحت کے موضوع پر کچھ کہنے سے پہلے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سوویت یونین کا نیا آئین اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ آئین کی دفعہ ۴۲ کے مطابق اس ملک کے ہر باشندے کو حفظان صحت کے انتظامات سے فائدہ اٹھانے کا یکساں حق حاصل ہے۔ تمام باشندوں کو اس کی آئینی ضمانت دی گئی ہے۔

سوویت ازبکستان میں ۱۹۴۰ء میں ہر ایک ہزار کی آبادی میں سالانہ شرح پیدائش ۳۳۰۸ اور شرح اموات ۱۳۰۲ تھی۔ ۱۹۷۵ء تک ہر ایک ہزار کی آبادی میں سالانہ شرح پیدائش ۳۴۰۵ ہو گئی اور شرح اموات ۷۰۲ رہ گئی۔ ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں ۱۹۷۵ء کے دوران شرح اموات ایک تہائی کم تھی۔ اکتوبر انقلاب سے قبل وقفے وقفے سے وبائی بیماریوں کے باعث لوگ بڑی تعداد میں لقمۂ اجل بن جاتے تھے۔ ملیریا، ہیضہ، طاعون، چیچک، تپ دق، ٹریکوما، ٹائیفائیڈ اور دیگر کئی بیماریوں نے ازبکستان میں گھر کر رکھا تھا۔ مگر ۱۹۲۶ء تک ہیضہ، طاعون اور چیچک جیسی مہلک بیماریوں کا ازبکستان میں خاتمہ ہو گیا۔ باقی بیماریوں پر بھی بڑی حد تک قابو پالیا گیا۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے حالت یہ تھی کہ لوگ بیماری کی صورت میں نیم حکیموں یا طبیبوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ وسطی ایشیا کے ان علاقوں میں جو اس وقت ازبکستان میں شامل ہیں ۶۳ ہسپتال تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ان کی تعداد ۳۸۰ تک بڑھ گئی۔ یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو ازبکستان میں ۱۱۰۹ ہسپتال تھے جن میں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کل ۱۳۵٦۰۰ بستر تھے - ۱۹۷۷ء میں ازبکستان میں ۱۸۴۸ پولی کلینک، ۴۱۰ لیڈی مشاورتی دفتر، ۵٦۵ بچوں کے پولی کلینک، ۴۹۰۰ زچہ خانے تھے - ۱۹۷۷ء کے آغاز تک ازبکستان میں ۱۲۳۰ بڑے اور ۳۵۹۵ چھوٹے میڈیکل اسٹور تھے - جب کہ ۱۹۱۴ء میں صرف ۳۳ پرائیویٹ میڈیکل اسٹور ہوا کرتے تھے -

اس وقت ازبکستان میں ۳٦۰۵ہزار ڈاکٹر ہیں یعنی ہر ۳۸۵ باشندوں کے لئے ایک ڈاکٹر - ۱۹۴۰ء میں ازبکستان میں کل ۳ ہزار ڈاکٹر تھے - ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے ازبکستان میں چار میڈیکل کالج ہیں - نرسوں اور کمپونڈروں کی تعلیم و تربیت کے ۲۱ اسکول ہیں - دواسازی کی تربیت کا ایک انسٹی ٹیوٹ تاشقند میں ہے - ڈاکٹروں کو جدیدترین طبی ایجادوں اور سہولتوں سے آگاہ رکھنے کے لئے ایک ادارہ تاشقند میں قائم ہے - علم طب کے مختلف پہلوؤں پر سائنسی تحقیق کے لئے ۱۳ ادارے ہیں -

ازبکستان میں ۷۰ سینی ٹوریم ہیں جن میں کل ۱۵ ہزار بستروں کی گنجائش ہے - ان میں ۹ ہزار بستروں پر مشتمل بچوں کے ۴۴ سینی ٹوریم بھی شامل ہیں - ۵ ہوٹل ایسے ہیں جہاں لوگ چھٹی کے دنوں میں جاکر رہ سکتے ہیں - اس کے علاوہ مختلف قسم کی ۲۲ دوسری آرام گاہیں بھی ہیں جن میں ۲۴۰۰ افراد کے ٹھہرنے کا بندوبست ہے - ازبکستان میں مشہور صحت افزا مقامات یہ ہیں : شاہ مردان، اکتاش، چرتاک، چمیون، جیرن خانہ، قزل ٹپے، تاشقند وغیرہ وغیرہ -

سوویت یونین میں کسی پرائیویٹ ہسپتال یا کلینک کا وجود نہیں ہے - پورے نظام صحت میں پولی کلینک کلیدی حیثیت رکھتا ہے - ہر سوویت باشندے کا تعلق پولی کلینک سے ہوتا ہے - اس وقت سوویت یونین میں ۳٦۰۰۰ اور صرف ازبکستان میں ۱۸۴۸ پولی کلینک ہیں - پولی کلینک میں ڈاکٹر ایک دن کام کرتے ہیں اور ایک دن آرام کرتے ہیں - ایک دن میں صرف چھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہوتی ہے - ہر مریض ہی نہیں بلکہ ہر باشندے کی ہسٹری شیٹ کلینک میں موجود رہتی ہے -

سوویت یونین میں عورتوں اور بچوں کو خصوصی توجہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے - ازبکستان میں مختلف مقامات پر ۴۱۰ ایسے مراکز ہیں جہاں عورتیں اپنے امراض کے بارے میں لیڈی ڈاکٹروں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے مفت مشورہ حاصل کرتی ھیں۔ ٥٦٥ پولی کلینک صرف بچوں کے علاج معالجے کےلئے مخصوص ھیں۔ شاید ھی دنیا کے کسی ملک میں ماں بچے کی صحت کا اتنا اچھا انتظام ھو جتنا سوویت یونین میں ھے۔ خواتین کو زچگی کے دوران ١١٢ دنوں کی باتنخواہ رخصت دی جاتی ھے (٥٦ دن بچے کی ولادت سے پہلے اور ٥٦ دن پیدائش کے بعد)۔ پیدائش کے بعد بچے کی صحت کے سلسلے میں نمایاں ترقی ھوئی ھے۔

بیماریوں کی روک تھام کےلئے ھر باشندے کا وقفے وقفے سے لازمی طبی معائنہ کیا جاتا ھے۔ معائنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ھوتا ھے کہ ٹی بی اور پھیپھڑوں کے سرطان جیسے موذی امراض کا ابتدائی مراحل میں پتہ چل جاتا ھے۔ گردے کے درد یا ایسے ھی دوسرے امراض کے مریضوں کےلئے لازمی ھے کہ وہ گاھے گاھے ڈاکٹر کے پاس معائنہ اور علاج کےلئے جایا کریں۔

معمولی سی تکلیف کی صورت میں پولی کلینک میں جاکر ڈاکٹر سے تشخیص کرائی جاسکتی ھے۔ مریض خواہ کتنی مرتبہ ڈاکٹر کو بلائے یا اس کے پاس جائے ڈاکٹر کی پیشانی پر بل نہیں آئے گا۔ اگر ثابت ھو جائے کہ ڈاکٹر یا طبی عملے نے کسی مریض سے لاپرواھی برتی ھے یا معمول کے معائنہ میں غفلت سے کام لیا ھے تو بازپرس کی جاتی ھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے واقعات پیش ھی نہیں آتے۔ ضرور آتے ھوں گے مگر مجموعی صورت حال قابل داد ھے اور اس کو مزید بہتر بنایا جارھا ھے۔

یہ فرض کر لینا بھی درست نہ ھوگا کہ سوویت یونین کے ڈاکٹر دنیا کے بہترین ڈاکٹر ھیں۔ نہیں ایسا نہیں۔ جیسا کہ عموماً ھوا کرتا ھے سوویت یونین میں بھی ڈاکٹر بہت قابل بھی ھیں اور اوسط درجے کے بھی۔ مگر اصل سوال ڈاکٹروں کی قابلیت کا نہیں (ھر چند کہ ڈاکٹروں کی قابلیت اور اھلیت کو بہتر بنانے پر خاص توجہ دی جاتی ھے) بلکہ مقصد یہ ھے کہ ھر سوویت شہری کو علاج معالجہ کی سہولت ھر وقت اور ھر جگہ اور مفت دستیاب رھے۔ اور پھر علاج معالجہ پر ھی اکتفا نہیں کیا جاتا، بیماریوں کی روک تھام اور ماحول کی صفائی کےلئے تمام ممکن اقدامات کئے جاتے ھیں۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## کچھ ذاتی مشاہدات

اگر آپ کسی غیر ملک کو پہلی مرتبہ جائیں جس کا سیاسی نظام بالکل مختلف ہو اور وہاں کی زبان بھی نہ آتی ہو تو مشکلات کا اندازہ خود ہی لگا لیجئے۔ اس پر طرہ یہ کہ خدانخواستہ آپ جاتے ہی بیمار پڑ جائیں تو پریشانی میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ کچھ اسی قسم کے حالات کا ہمیں بھی سامنا کرنا پڑا۔ میں اور میرے تین پاکستانی ساتھی جب پہلی مرتبہ ماسکو پہنچے تو ہم چاروں کو ہوسٹل میں ٹھہرایا گیا۔ دوسرے ہی روز ہمارے ایک ساتھی مسٹر رحمت‌اللہ کو شدید بخار ہو گیا۔ ہم ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہ ڈاکٹر آگئے۔ غالباً کسی نے اطلاع کر دی ہوگی۔ ڈاکٹروں نے مسٹر رحمت‌اللہ کا ابتدائی معائنہ کیا اور ایمبولینس میں بٹھا کر لے گئے۔ اگلے روز ہمیں پتہ چلا کہ رحمت‌اللہ کو کہیں دور ایک ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ تلاش کرتے کرتے ہم لوگ مسٹر رحمت اللہ کے ہسپتال پہنچ گئے مگر ہسپتال کے اندر جانے سے ہمیں روک دیا گیا۔ بہرحال خصوصی اجازت‌نامہ حاصل کرنے کے بعد ہم نے اپنے ساتھی سے رابطہ قائم کرلیا۔ پورے چالیس روز بعد مسٹر رحمت‌اللہ ہشاش بشاش ہوسٹل واپس آ گئے۔ واپس آکر مسٹر رحمت‌اللہ نے ہسپتال کے دلکش ماحول اور ڈاکٹروں کے حسن سلوک کی بہت زیادہ تعریف کی جس سے ہم سب بہت متاثر ہوئے۔

تاشقند میں میں نے چار سال قیام کیا۔ اس دوران میں تین مرتبہ پاکستان آیا۔ بذریعہ ہوائی جہاز واپس تاشقند پہنچنے پر ہوائی مستقر پر ہی محکمہ صحت کا ڈاکٹر میرا رہائشی پتہ لکھ لیتا تھا۔ میری رہائش گاہ کے قریب‌ترین ڈاکٹر کو میری آمد کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون دے دی جاتی تھی۔ جب میں اپنی رہائش‌گاہ پر پہنچتا تو ڈاکٹر میرا انتظار کر رہا ہوتا تھا۔ وہ ڈاکٹر میرا پورا طبی معائنہ کرتا۔ ایشیائی ممالک سے آنےوالے ہر غیرملکی باشندے کو اسی طریقۂ کار سے گزرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ ہوائی اڈے پر کسی غلط‌فہمی کے باعث میرا پتہ نامکمل لکھا گیا۔ جب میں اپنی رہائش‌گاہ پر پہنچا تو اس کے دو گھنٹے بعد ڈاکٹروں کی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک ٹیم ڈھونڈتے ڈھونڈتے میرے پاس پہنچ گئی۔ جب ان کو یقین ہو گیا کہ میں ہی مطلوبہ شخص ہوں تو ان کی جان میں جان آئی۔ میرا نامکمل پتہ دیکھ کر ہوائی اڈے پر محکمۂ صحت کے عملہ کو شک پڑ گیا تھا کہ شاید میں بیمار ہوں اور جان بوجھ کر میں نے پتہ نامکمل لکھوایا ہے۔ جب ہر طرح سے ثابت ہو گیا کہ میں صحت‌مند ہوں تو وہ چلے گئے۔ اس دوران انہوں نے اس جستجو کی تفصیل بتائی جو ان کو میری تلاش میں کرنی پڑی۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا کہ سوویت حکام حفظان صحت کے بارے میں کتنے حساس ہیں!

ہمارے زرعی انسٹی‌ٹیوٹ کے طبی مرکز میں تین ڈاکٹر، تین نرسیں اور عملے کے دوسرے لوگ کام کرتے تھے۔ ڈاکٹر جورابائیف اس طبی مرکز کے انچارج تھے۔ چار آدمیوں پر مشتمل وہ عملہ بھی ان کی نگرانی میں کام کرتا تھا جو ہر وقت انسٹی‌ٹیوٹ کی حدود میں کیڑے مار دوائیں چھڑکتا تھا۔ ڈاکٹر جورابائیف سے میرے بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ وہ اپنے معاون ڈاکٹروں کے ہمراہ ہمارے ہوسٹل میں اکثر آتے رہتے تھے اور ہر طالب‌علم کا لازمی معائنہ کرتے تھے۔ اگر کوئی اتفاق سے بیمار پڑ جاتا تو فوراً علاج کا بندوبست کیا جاتا۔

ایک بات میرے ذاتی مشاہدے میں تو نہیں آئی البتہ ذاتی مشاہدہ کرنے‌والے چشم دید گواہوں کی زبانی ضرور سنی ہے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۶۶ء کو تاشقند شہر میں زبردست زلزلہ آیا۔ بہت سی عمارتیں زمین بوس ہو گئیں۔ لاتعداد لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ایسی صورت میں زخمیوں کو ضروری طبی امداد اور ان کی دیکھ بھال کا بہت بڑا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ تاشقند میں بھی ایسا ہی ہوا مگر جس منظم طریقے سے اس مسئلے پر قابو پایا گیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ دوسرے شہروں سے طبی امداد ہوائی جہازوں، ریل گاڑیوں، ٹرکوں اور لاریوں وغیرہ کے ذریعے تاشقند پہنچائی گئی۔

غیر ازبک ڈاکٹروں اور نرسوں کے ہاتھوں ازبک مریضوں کے علاج معالجے کا منظر مکمل بین‌الاقوامی یکجہتی کا نمونہ تھا۔ تاشقند کو عرف عام میں دوستی کا شہر کہا جاتا ہے۔ زخمیوں کی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرهم پٹی کے علاوہ شہر میں صفائی کا اعلی انتظام کیا گیا اور بلند معیار برقرار رکھا گیا۔

زلزلہ جیسے قدرتی سانحے کے بعد پورا نظام درہم برہم ہو جایا کرتا ہے جس کے باعث اکثر وبائی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں مگر تاشقند میں زلزلہ کے بعد کوئی بیماری نہ پھوٹی۔ اس کی وجہ حفظان صحت کا بہترین نظام تھا۔

## آنکھوں کا ہسپتال

سوویت یونین میں حادثے کی صورت میں طبی عملہ بجلی کی مانند جائے حادثہ پر پہنچ جاتا ہے اور مناسب طبی امداد فراہم کرتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ہمارے انسٹیٹیوٹ میں سوڈان کا ایک لڑکا عباس علی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہ میرا بھی جاننےوالا تھا۔ ایک دفعہ اس کی آنکھ میں چوٹ آگئی۔ اتفاق سے اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ ہم نے فوراً طبی مرکز میں ڈاکٹر کو اطلاع بھیج دی۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ طبی مرکز کے ڈاکٹر جورابائیف وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے فوراً فیصلہ کیا کہ ابتدائی طبی امداد کے بعد عباس علی کو ہسپتال بھیج دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ عباس علی کو ایمبولینس میں بٹھاکر آنکھوں کے ہسپتال لے گئے۔

دوسرے روز اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ میں بھی عباس علی کی خیریت پوچھنے کےلئے ہسپتال گیا۔ ہسپتال کا صاف ستھرا ماحول میں خود ہی دیکھ رہا تھا مگر عباس علی نے ڈاکٹروں اور نرسوں کی بھی بےحد تعریف کی۔ عباس علی نے بتایا کہ ہسپتال پہنچتے ہی اس کی آنکھ کا تفصیلی معائنہ کیا گیا، ایکسرے لیا گیا اور ضروری مرہم پٹی کر دی گئی۔ مجھے سن کر خوشی ہوئی کہ زخم معمولی نوعیت کا ہے۔

جس وقت دوسرے دوست عباس علی سے باتیں کر رہے تھے میں ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہسپتال کے سب ڈاکٹر اور نرسیں ازبک ہیں۔ عباس علی کے علاوہ دوسرے مریضوں کی بھی اچھی طرح دیکھ بھال کی جا رہی تھی۔ میں دل میں سوچ رہا



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا کہ هسپتال کے کسی ڈاکٹر یا نرس سے واقفیت پیدا کرکے یہاں کے حالات کی تفصیل معلوم کی جائے۔

اتنے میں ڈیوٹی پر ڈاکٹر وهاں آگئیں۔ میں پہلے ہی تاک میں بیٹھا تھا۔ وہ جونہی عباس کا حال پوچھنے کے بعد جانے لگیں تو میں بھی ان کے همراہ ہو لیا۔ پہلے تو میں نے اپنا تعارف کرایا اور پھر حصول مقصد کی خاطر پہلا قدم یوں اٹھایا:

''ڈاکٹر، کیا آپ کے پاس پانچ منٹ کی فرصت ہوگی؟،،

''کیا مطلب؟،، ڈاکٹر نے میری طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس یونہی اپنے اور اپنے هسپتال کے بارے میں کچھ بتائیے۔،، اس سے پہلے ان کا میری طرف غور سے دیکھنا ہی کیا کم تھا کہ اب وہ مسکرا بھی دیں۔ میرے لئے انہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور پھر گھڑی دیکھ کر گویا ہوئیں: ''ہاں تھوڑی دیر کےلئے میں فارغ ہوں۔ ،،

ان کا مثبت جواب میرے لئے نیک شگون تھا۔ وہ واقعی بہت خوبصورت تھیں۔

''ڈاکٹر، آپ کا اسم شریف پوچھ سکتا ہوں؟،،

''جی مجھے پری‌زاد کہتے ہیں۔ ،،

''میں تو مہ رخ سمجھا تھا مگر تو پری‌زاد نکلی،، یہ الفاظ میں نے اردو میں کہے تھے اور ڈاکٹر سے نہیں بلکہ خود سے کہے تھے۔ اتنی غلطی ضرور ہو گئی کہ ذرا بلند آواز سے ادا ہو گئے۔ سنتے ہی ڈاکٹر بولیں:

''مہ رخ! ؟ وہ تو میری چھوٹی بہن ہے۔ آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟،،

اب میں ڈاکٹر کو کیا بتاتا۔ موضوع بدلنے کے لئے میں نے الٹا ان سے سوال کر دیا: ''کیا آپ ازبک ہیں؟،،

''والد ازبک ہیں اور والدہ تاجک۔ ،، اس کے بعد ڈاکٹر مجھے اپنے دفتر میں لے گئیں۔ اب وہ میری تعلیم اور پاکستان کے بارے میں سوالات لے کر بیٹھ گئیں۔ وہ جو سوال پوچھتیں میں بڑا مختصر جواب دیتا۔ گفتگو کا رخ اپنی موافقت میں بدلنے کےلئے میں نے کہا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''ڈاکٹر، ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ نے یہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟،،

''نذیر جان، میرے والد تاشقند یونیورسٹی میں پروفیسر ھیں اور والدہ اسی ھسپتال میں نرس ھیں ۔ اس لئے میرے ڈاکٹر بننے میں میرے گھریلو ماحول کو کافی دخل ھے ۔ کچھ والدہ نے مجھے میڈیکل تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور کچھ میرا اپنا ذھنی رجحان بھی اس طرف تھا ۔ بہرحال میں اس پیشے سے مطمئن اور خوش ھوں ۔ ،،

''تو کیا آپ خوشحال بھی ھیں؟،، میرے اس سوال کا تعلق ڈاکٹر پری‌زاد کی مالی حالت سے تھا ۔

''دسویں جماعت پاس کرکے میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا ۔ کالج میں چھہ سال تک تعلیم حاصل کی ۔ دوران تعلیم تمام دوسرے طالب‌علموں کی طرح مجھے بھی ۴۰ روبل ماھانہ وظیفہ ملتا رھا ۔ کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک سال کا خاص کورس کیا ۔ اب یہاں ڈاکٹر ھوں ۔ دوسرے تمام گریجویٹوں کی طرح مجھے بھی تنخواہ ملتی ھے جو میرے لئے کافی ھے ۔ میں جانتی ھوں کہ دوسرے ملکوں میں ڈاکٹر امیر ھوتے ھیں ۔ میرے نزدیک ڈاکٹر کا مقصد خود دولت جمع کرنا نہیں بلکہ دوسروں کو تندرستی کی نعمت سے مالامال کرنا ھونا چاھئے ۔ ،،

ڈاکٹر پری‌زاد کے ظاھری حسن سے میں پہلے ھی متاثر تھا اب میں اس کی گفتار اور کردار سے بھی مرعوب ھو گیا ۔

''معاف کیجئے، ڈاکٹر ۔ میں نے آپ سے صرف پانچ منٹ کا وقت مانگا تھا اور یہاں آدھا گھنٹہ ھو گیا ۔ میں جلدی ھی آپ سے اجازت چاھوں گا ۔ مقصد آپ سے کوئی انٹرویو کرنے کا نہیں تھا ۔ بس حسب عادت ھسپتال کی تفصیلات جاننا چاھتا تھا ۔ اب ذرا ھسپتال کے بارے میں بھی بتا دیجئے ۔ ،،

''آپ ھمارے گھر تشریف لائیے ۔ گھر میں میں آپ کا تعارف اپنے والدین سے کراؤں گی ۔ میری چھوٹی بہن مہ‌رخ بھی وھاں ھوگی ۔ آپ ضرور آئیے ۔ فرصت کے ساتھ کھل کر باتیں ھوں گی ۔ یہاں مجھے فرصت نہیں ھے،، اس کے بعد ڈاکٹر پری‌زاد نے مجھے اپنے گھر کا پتہ اور ٹیلیفون دیا ۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گھر کا پتہ ٹیلیفون لیتے ہوئے میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا مگر ساتھ ہی اصرار کیا: ”تفصیل سے واقعی باتیں ہوتی رہیں گی۔ فی الحال ہسپتال کی دو چار موٹی موٹی باتیں ہی بتا دیجئے۔“

”نذیرجان، یہ تاشقند کا آنکھوں کا واحد ہسپتال ہے۔ یہ ہسپتال سوویت یونین کے ماہر امراض چشم ڈاکٹر فلاتوف کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ اس ہسپتال میں ۱۷۰ ڈاکٹر ہیں۔ ہسپتال میں بیک وقت ۴۵۰ مریضوں کےلئے گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ آوٹ ڈور مریضوں کا معائنہ اور علاج کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہسپتال سے ۹۰ فیصد مریض شفایاب ہوکر جاتے ہیں...“ یہ کہتے کہتے ڈاکٹر رک گئیں کیونکہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ پری زاد نے ٹیلیفون پر گفتگو مکمل کرکے رسیور رکھ دیا اور اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

”... ہاں، تو میں کہہ رہی تھی... مایوس مریض نہیں ہوا کرتے۔ مریض تو ہمیشہ گھر سے امید ہی لےکر ڈاکٹر کے پاس آتا ہے۔ یہ ڈاکٹر ہی ہے جو مریض کو مایوس کرکے گھر بھیجتا ہے۔ یہ الفاظ دراصل فلاتوف ہی کے ہیں۔ ہمارے ہسپتال میں صرف سوویت مریضوں کا ہی نہیں بلکہ غیرملکی باشندوں کا بھی مفت علاج کیا جاتا ہے۔ عباس علی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ ہمارے ہسپتال میں اب تک ۴۰۰۰ سے زائد مریضوں کو آنکھوں کے پیوند لگ چکے ہیں۔ ہمارے پاس آنکھوں کا خزانہ بھی ہے جو ہم نے حادثات میں ہلاک ہونےوالوں سے حاصل کر رکھی ہیں...“

ڈاکٹر پری زاد شاید اور بھی کئی مفید باتیں بتائیں مگر میرے دوست مجھے ڈھونڈتے میرے پاس آ گئے۔ چنانچہ میں نے پری زاد کا شکریہ ادا کیا اور اجازت لی۔ جب میں وہاں سے چلا تو عجیب و غریب تاثرات کے جھرمٹ میں گھرا ہوا تھا۔

## بچوں کی نگہداشت

یوں تو سوویت حکومت ہر بچے کی صحت کی حفاظت کا بڑا ہی منظم اور مربوط طریقہ اختیار کرتی ہے تاہم جسمانی یا ذہنی طور پر معذور بچوں کو خصوصی توجہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بچے کی دیکھ بھال اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب وہ ابھی اس دنیا میں وارد بھی نہیں ہوتا۔ امیدواری کے تیسرے مہینے سے ہر عورت کا مکمل طبی معائنہ شروع ہو جاتا ہے۔ جونہی زچہ گھر میں بچے کی ولادت ہوتی ہے متعلقہ پولی کلینک کو اطلاع دے دی جاتی ہے۔ اس پولی کلینک میں بچے کا بچپن سے ۱۶ سال کی عمر تک پورا طبی ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ اسی ریکارڈ کی روشنی میں بچے کا علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ ازبکستان میں ہر شہر اور ضلع کے مرکز میں بچوں کی پولی کلینک اور ہسپتال ہیں جو اچھے سازوسامان سے لیس ہیں۔

ماں جب زچہ گھر سے اپنے نوزائیدہ بچے کے ہمراہ گھر آجاتی ہے تو ڈاکٹر اور نرس عورت کے گھر جاکر نومولود کی صحت کے بارے میں ہدایات دیتے ہیں۔ بچے کی زندگی کے پہلے ایک ماہ کے دوران ڈاکٹر پانچ مرتبہ بچے کا پورا طبی معائنہ کرتا ہے۔ اس معائنے کا پورا ریکارڈ پولی کلینک میں تین سال تک محفوظ رہتا ہے۔ تین سال کی عمر تک ہر ماہ ایک مرتبہ طبی معائنہ ضرور کیا جاتا ہے۔ یہ معائنہ پولی کلینک یا گھر پر ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق ہمارے شعبے کی اسسٹنٹ پروفیسر محبت اخونوا نے مجھے بتائے۔ ان کا اپنا ایک بچہ کنڈرگارٹن میں جاتا تھا۔ ایک مرتبہ محبت اخونوا نے اپنے پانچسالہ بچے کو ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق بچے کی ریڑھ کی ہڈی میں معمولی سا خم تھا۔ ڈر تھا کہ جب بچہ بڑا ہوگا تو وہ خم تکلیف کا باعث بنے گا۔ تقریباً چھ ماہ تک بچہ ہسپتال میں رہا۔ اس دوران اس کی ریڑھ کی ہڈی کا خم دور ہو گیا۔

ایک مرتبہ ہمارے ہوسٹل کے چوکیدار رشید احمد نے اپنی بچی کا واقعہ سنایا۔ اس کی بچی جب اسکول میں دوسری جماعت میں پڑھتی تھی تو اسکول کے استادوں نے نوٹ کیا کہ بچی اکثر جذباتی ہو جاتی ہے جو ایک طرح کا ذہنی مرض ہے۔ ڈاکٹروں نے بچی کا معائنہ کیا۔ ان کے مشورہ پر رشید احمد نے بچی کو تاشقند سے باہر دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ جب مفت علاج کی سہولت حاصل تھی تو وہ اس کا فائدہ کیوں نہ اٹھاتے۔ ہسپتال میں بچی کا علاج شروع ہوگیا۔ بچی کی تعلیم

9—1932



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

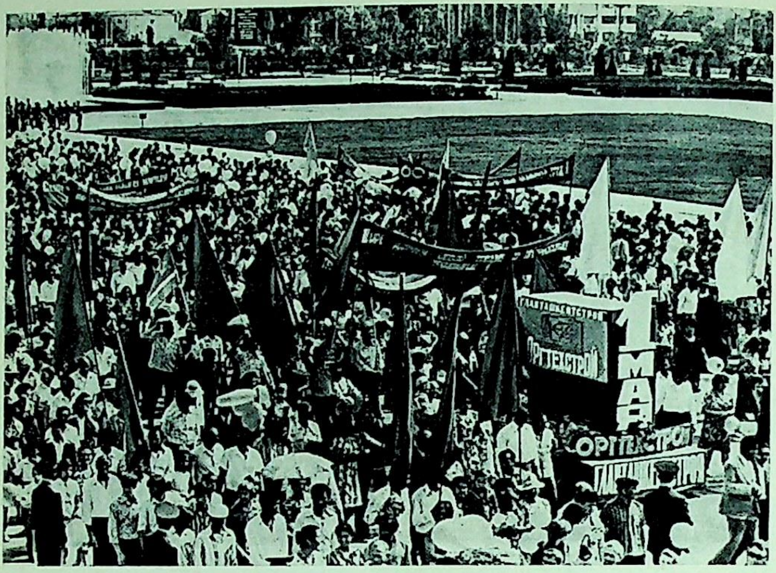


تاشقند میں یکم مئی کا مظاہرہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبکستان کے شہروں میں سوویت یونین کی مختلف قوموں کے لوگ رہتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند کی ایک سڑک پر محو گفتگو سہیلیاں۔

تاشقند کے جنرل اسٹور میں۔ تحفوں کا سکشن۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند کی ایک دوکان میں ۔

→ تاشقند کی دوکانوں میں طرح طرح کی چیزیں ملتی ھیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

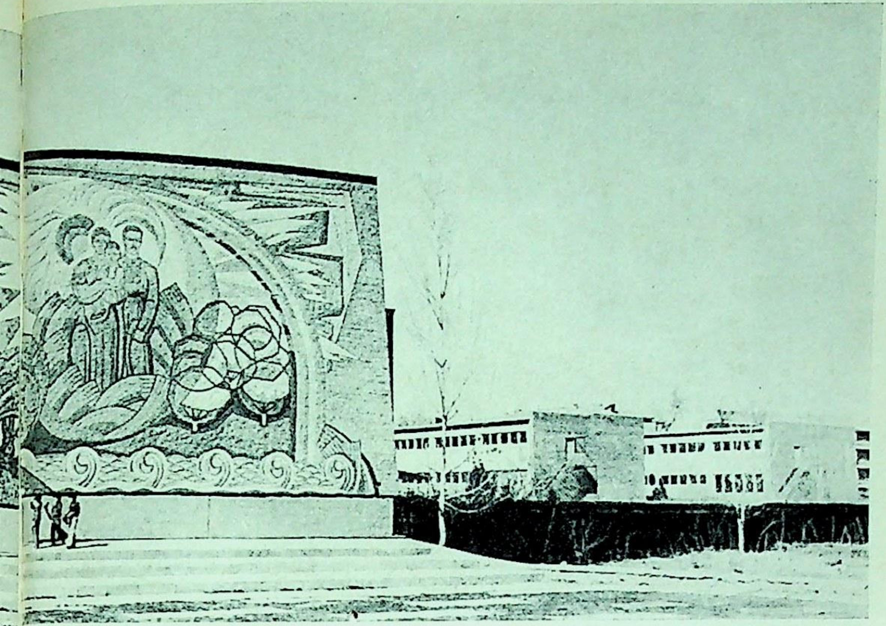

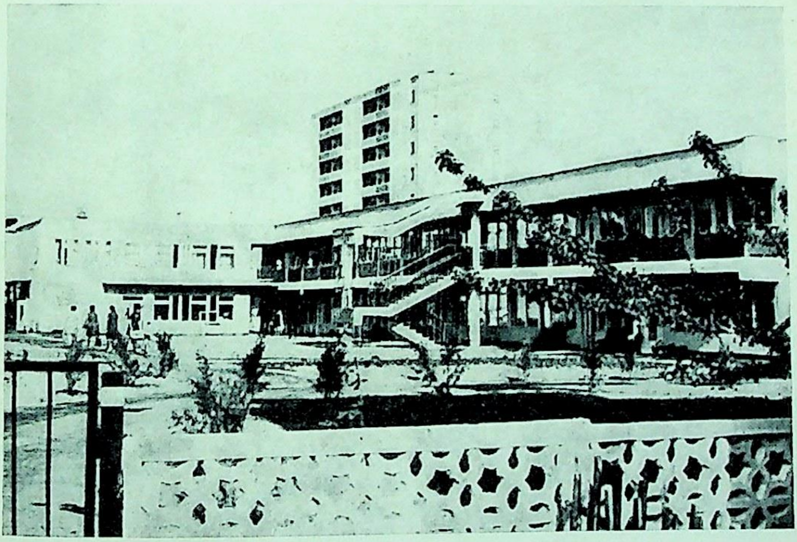

تاشقند ۔ ایک کنڈرگارٹن کا منظر ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند ۔ شفچینکو نامی اسکول نمبر ۱۱۰ جس کو زلزلہ
کے بعد یوکرین معماروں نے تعمیر کیا ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

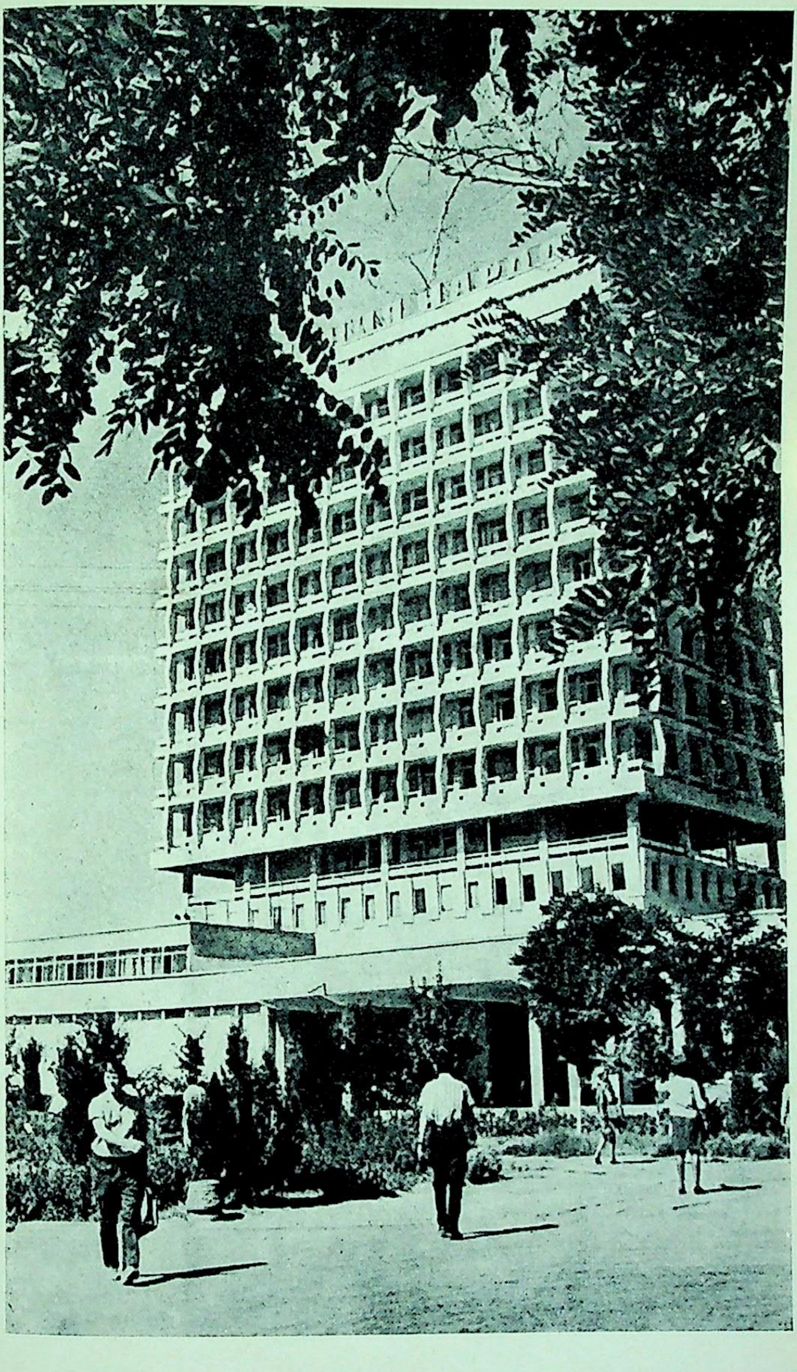

لینن نامی تاشقند ریاستی یونیورسٹی کی مرکزی عمارت کا منظر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاری رکھی گئی اور اس کے لئے کھیل کود کا بھی مناسب بندوبست تھا - رشید احمد نے بتایا کہ ایک سال بعد بچی تندرست ہوکر گھر واپس آ گئی - اب اس لڑکی کی عمر ۱۴ سال تھی - اس کے بعد سے آج تک اس کو دوبارہ جذباتی ہوتے نہیں دیکھا گیا -

مندرجۂ بالا دو مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوویت یونین میں بچوں کے امراض پر مرض کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی یا ظاہر ہوتے ہی قابو پالیا جاتا ہے -

تاشقند میں ایک کنڈرگارٹن ایسا بھی ہے جس میں صرف ذہنی طور پر مریض بچے ہی رہتے ہیں - اس میں ۲۰۰ بچے ہیں جن کے لئے ۱۴۷ افراد کا عملہ ہے - ان میں ۱۹ استاد، تین ڈاکٹر، ۲۳ نرسیں اور عملے کے دوسرے لوگ شامل ہیں - اس کنڈرگارٹن میں رہنےوالے بچوں کا علاج کرکے انہیں سات سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے - اس قسم کے کنڈرگارٹن ازبکستان کے دوسرے شہروں میں بھی ہیں -

جو بچے ذہنی طور پر تندرست نہ ہوسکیں ان کو بچوں کے دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کر دیا جاتا ہے اور علاج جاری رہتا ہے - تاشقند میں دماغی امراض کے ہسپتال میں بچوں کے علاج اور نگہداشت کےلئے موزوں حالات ہیں -

کتنی اچھی بات ہے کہ جو لوگ ذہنی طور پر بیمار ہونے کی وجہ سے معاشرے کا مفید حصہ نہیں بن سکتے سوویت حکومت کے معقول انتظامات کے ذریعے ان کی نگہداشت کی جاتی ہے - کوئی شخص قدرت کی طرف سے زندگی کی کسی نعمت سے محروم دنیا میں تو آسکتا ہے مگر سوویت حکومت اس کو اس محرومی کا شکار نہیں رہنے دیتی -

## ماحول کے بارے میں کچھ حقائق

جب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سوویت یونین دنیا کی عظیم طاقت ہے تو ہمیں سوویت یونین کے بارے میں حقیقت پر مبنی اور باتوں کو بھی تسلیم کر لینا چاہئے - اس ملک کے قائدین نے بہت پہلے سوچ لیا تھا کہ عوام کو جسمانی، ذہنی اور اخلاقی طور پر تندرست



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھنے کے لئے ایک صحت‌مند معاشرے کا قیام ضروری ہے - اس کے بعد ہی قوم طاقت‌ور بنے گی اور ملک عظیم بن کر ابھرے گا - اس کا ثبوت سوویت یونین کی ترقی‌یافتہ معیشت ہے -

سرمایہ‌دار ممالک کی بے‌ہنگم سوسائٹی کے مقابلے میں سوویت یونین میں ہر کام منصوبے کے مطابق آگے بڑھ رہا ہے - سوویت حکومت ماحول کی صفائی پر بڑی توجہ دیتی ہے جس سے انسان کی صحت وابستہ ہے -

جسم کی صفائی کا تعلق محض کپڑوں کی صفائی تک محدود نہیں ہے بلکہ دل و دماغ کی صفائی بھی ضروری ہے تاکہ انسان کے جسمانی اعضاء کے علاوہ اس کی سوچ اور اس کی زبان بھی صحت‌مند ہو - ازبکستان میں میں ایسے بے‌شمار لوگوں سے ملا جن کے کردار اور گفتار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا - وہ جو کہتے وہی کرتے تھے - چغلی، غیبت، جھوٹ، فریب جیسی سماجی برائیاں بڑی تیزرفتاری سے کم ہوتی جارہی ہیں - لوگوں کے لباس ہر وقت اتنے صاف ستھرے رہتے ہیں گویا کوئی تقریب منانے جا رہے ہوں - باہر کے آدمی کے لئے ایک بات بڑی عجیب ہوتی ہے کہ لباس سے کسی کے پیشے کا اندازہ ناممکن ہے - البتہ شہروں اور دیہاتی لوگوں کے لباس میں ضرور فرق ہوتا ہے - اس فرق کے مٹنے میں شاید کچھ دیر لگے گی - دیہاتوں میں ازبک لوگ اب بھی اپنا مخصوص لباس پہنتے ہیں - اس وقت مقصد لباس کی تشریح نہیں بلکہ توجہ طلب بات یہ ہے کہ کسی شخص کے کپڑے میلے کچیلے نہیں ہوتے -

سڑکوں پر یا مکانوں کے قریب قطعی کوئی گندگی نہیں ہوتی - تاشقند شہر ہی کو لیجئے - اس کی آبادی کافی بڑی ہے لیکن سڑکوں کی ہر روز صفائی کی جاتی ہے - شہر کو باقاعدہ منصوبے کے مطابق بنایا گیا ہے - بڑی بڑی سڑکوں پر چھ چھ موٹرگاڑیاں ایک ساتھ چل سکتی ہیں - تمام سڑکیں دن میں ایک مرتبہ دھوئی جاتی ہیں - سڑک کی دونوں جانب درختوں اور فواروں کی قطاریں ہیں - سب رہائشی مکان بھی کشادہ اور ہوادار ہیں - مکانوں کے درمیان خالی جگہوں پر درختوں کے جھنڈ نظر آتے ہیں - سب دوکانیں بند کمروں میں ہوتی ہیں جہاں مکھی وغیرہ کا نام نہیں ہوتا -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند میں جدھر نظر دوڑائیے تعمیرات کا لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ اس میں بھی صفائی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہیں جاتا۔ جہاں کوئی عمارت تعمیر کرنی مقصود ہوتی ہے وہاں چاروں طرف لکڑی کے تختوں کی دیوار کھڑی کردی جاتی ہے۔ سارا تعمیراتی کام اور سامان اسی چاردیواری کے اندر ہوتا ہے۔ راہگیروں کو مٹی یا ملبے کے ڈھیر نظر نہیں آتے۔ جب عمارت بن کر تیار ہو جاتی ہے تو لکڑی کے تختوں کی عارضی چاردیواری ہٹا دی جاتی ہے۔ مکانوں کے گرد درخت اور پھول لگائے جاتے ہیں اور بچوں کے کھیلنے کے میدان بنائے جاتے ہیں۔

شہروں، قصبوں یا دیہاتوں میں کہیں بھی کوڑے کرکٹ کے ڈھیر یا پانی کے جوہڑ نہیں ہوتے۔ شہروں کی سڑکوں پر لڑکھڑاتی اور دھواں چھوڑتی بسوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ملوں اور کارخانوں کی چمنیوں سے جو دھواں نکلتا ہے اس کا بھی اس طرح بندوبست کیا گیا ہے کہ وہ فضا کو آلودہ نہیں کرتا۔ درخت ماحول کی صفائی اور انسانی تندرستی میں بڑے معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ موسم بہار میں شجرکاری کی جاتی ہے۔ اس لئے بڑی آبادی والے شہروں میں بھی ہوا صاف ہے۔

صفائی کا سلسلہ لوگوں کے دل و دماغ سے شروع ہو کر ان کے جسموں، گھروں، سڑکوں، محلوں، شہروں سے ہوتا ہوا سوویت یونین کے کونے کونے میں پورے معاشرے پر پھیلتا چلا جاتا ہے۔ معاشرے کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے جو اقدامات کئے جاتے ہیں اس کی دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ افیم، چرس، حشیش وغیرہ جیسی رسوائے زمانہ نشہ آور چیزیں نہ صرف مضر صحت ہیں بلکہ مہذب معاشرے کے ماتھے پر سیاہ داغ بھی ہیں۔ سوویت یونین کے باہر لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ان مخرب اخلاق نشیلی چیزوں کی پیداوار اور تجارت کا کاروبار کتنے وسیع پیمانے پر ہوتا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ سوویت یونین میں زیادہ تر لوگ ان نامراد بوٹیوں کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ہپی طرح کے غلیظ اور نیم برہنہ لوگ آپ کو سارے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں بھی نظر نہیں آئیں گے۔ آوارہ اور بےکار لوگوں کے لئے سوویت معاشرے میں کوئی گنجائش



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے - یہ نمایاں تبدیلی خود بخود یا راتوں رات پیدا نہیں ہو گئی ہے بلکہ باقاعدہ منصوبے کے مطابق کی گئی ہے - اس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کا بڑا ھاتھ ہے -

برطانیہ، فرانس، مغربی جرمنی اور دوسرے مغربی یورپ کے ممالک میں جہاں جہاں مجھے جانے کا اتفاق ہوا ایک چیز دیکھ کر ذہنی اذیت محسوس کی - فحش فلمیں اور رسالوں میں برہنہ تصویریں دیکھ کر شرم سے سر جھک جاتا ہے - بلکہ سڑکوں پر نیم برہنہ مردوں اور عورتوں کو دیکھ کر تو ہر غیرت مند شخص منہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے - انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک مہذب معاشرے کو یہ چیزیں زیب نہیں دیتیں - اس کے برعکس پورے سوویت یونین میں فحاشی اور برہنگی کا نام و نشان نہیں - سوویت یونین کے اخبارات، رسالے اور فلمیں جنس کو ابھارنے والی تمام خرافات سے پاک ہیں -

مجھے یاد ہے کہ میں ۱۹۷۵ء میں مغربی یورپ سے بذریعہ ریل گاڑی ماسکو آ رہا تھا - بریسٹ کسٹم چوکی پر ہم نے اپنا سامان چیکنگ کے لئے سوویت حکام کے سامنے پیش کیا - میرے قریب ہی ایک اور غیرملکی کا سامان بھی چیک کیا جا رہا تھا - اس کے سامان سے ایک رسالہ برآمد ہوا جس میں عورتوں کی برہنہ تصویریں تھیں - سوویت حکام نے وہ رسالہ دیکھ کر اپنی ناگواری کا اظہار کیا - رسالہ تو ضبط کرھی لیا گیا مگر اس مسافر کو بھی آئندہ اس قسم کا ٹریش سوویت یونین میں لانے کے خلاف وارننگ دی گئی -

سوویت یونین اپنے ملک میں انسانوں اور انسانی معاشرے کو صحت مند اور صاف ستھرا رکھنے پر بڑی توجہ دے رہا ہے -

## سینی ٹوریم اور آرام گھر

سوویت یونین میں ہر صحت مند اور تندرست شخص کام کرتا ہے - ہر کام کرنے والے شخص کو آرام کی بھی ضرورت ہوتی ہے - اسی طرح بیماری کے بعد صحت یاب ہونے والے شخص کو بھی آرام کی ضرورت ہوتی ہے - سوویت یونین کی حکومت نے ان ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے عوام کے آرام کرنے کے حق کو تسلیم ھی نہیں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا بلکہ نئے آئین کی دفعہ ۴۱ کے تحت قانونی ضمانت بھی دی ہے۔ مثلاً مزدوروں اور ملازمین سے ہفتے میں ۴۱ گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔ ہفتے میں دو دن کی چھٹی ہوتی ہے۔ تہواروں یا چھٹی کے دنوں میں کام کرنےوالے ملازمین کو خصوصی تنخواہ دی جاتی ہے۔ ہر شخص کو سال میں ایک مرتبہ ۲۴ دن کی باتنخواہ رخصت دی جاتی ہے۔ انہیں صحت‌افزا مقامات پر چھٹیاں گزارنے کے لئے خصوصی مراعات دی جاتی ھیں۔ بیماری سے صحت‌یاب ہونےوالوں کو مزید معائنہ اور آرام کے لئے سینی‌ٹوریم بھیج دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۷۳ء میں بحیرہ‌اسود کے کنارے سوچی کے مقام پر اور ۱۹۷۵ء میں ازبکستان کے مصنوعی سمندر کے کنارے مجھے پندرہ پندرہ دن کی چھٹیاں گزارنے کا موقع ملا۔ ان چھٹیوں کا حال مختصراً بیان کرتا ہوں۔

جولائی — اگست ۱۹۷۳ء میں ضلع کالینن میں ۵۰ روزہ تعمیراتی مہم میں حصہ لینے کے بعد جب میں ماسکو واپس لوٹا تو دو تین روز بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ سوچی کے لئے روانہ ہو گیا۔ سوچی میں ہمارا کمرہ ایک ۱۵ منزلہ عمارت کی گیارھویں منزل پر تھا۔ میری اور میرے دیگر دو دوستوں کی رہائش ایک ہی کمرے میں تھی۔ فلیٹ ایرکنڈیشنڈ تھا اور اس میں گرم اور ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا۔ کھڑکی سے باہر جب ہم جھانکتے تو دور دور تک ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا تھا۔ دوسری جانب کوہ قاف کے ہرے بھرے فلک بوس پہاڑ تھے۔ ہم لوگ کھانا ایک کیفے میں کھاتے تھے۔ آرام و تفریح کے لئے بہت سے مقامات تھے۔ ڈاکٹر کی خدمات ہر وقت دستیاب تھیں۔ سیاحوں کی اتنی گہما گہمی تھی کہ پورا علاقہ بڑا پررونق رہتا تھا۔ یہ سب سیاح سوویت یونین کے کونے کونے سے آئے ہوئے تھے۔ لینن گراد کا مزدور، سائبیریا کا کانکن، ازبکستان کا کسان، تاجکستان کا انجینیر، قزاخستان کا چرواہا اور سوالداویا کا بس ڈرائیور گویا ہر قوم اور ہر پیشہ کا باشندہ یہاں موجود تھا۔

ایک دن ہجوم میں میری نظر ایسے چار اشخاص پر پڑی جن کے سروں پر چوکور منقش ٹوپیاں تھیں۔ یہ ٹوپیاں ہی ان کو باقی ہجوم سے ممیز کر رہی تھیں۔ میں نے ازراہ دلچسپی ان سے اپنا تعارف کرایا۔ مجھے پتہ چلا کہ وہ ازبک ھیں۔ میں نے زندگی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پہلی بار کسی ازبک باشندے کو دیکھا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ پھر وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئے۔ خشک اور تازہ پھلوں سے میری خاطر تواضع کی۔ ازبکستان کی بنی ہوئی پیالیوں میں مجھے قہوہ پیش کیا۔ تفصیلی تعارف سے پتہ چلا کہ وہ ازبکستان کے کسان ھیں اور یہ کہ ان کا گاؤں کپاس پیدا کرتا ھے۔ باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ یہاں چھٹیاں گزارنے کا ۷۰ فیصد خرچہ ان کے اجتماعی فارم نے برداشت کیا ھے۔ مزید یہ کہ یہ سہولت گاؤں کے ہر کسان کو حاصل ھے۔ دو کسان نوجوان تھے، ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک پنشن یافتہ تھا۔ پنشن یافتہ کسان اچھی صحت ہونے کے باعث ہنوز کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس وقت میں روسی زبان بہت کم جانتا تھا مگر وہ بھی روسی زبان اتنی اچھی طرح نہ بولتے تھے۔ وہ سب کے سب بڑے تنومند اور ھشاش بشاش تھے۔

ان کسانوں سے ملاقات کے بعد دوسرے روز میرا تعارف ایک امریکی سیاح سے ھوا۔ اس کے کہنے کے مطابق امریکہ اور یورپ میں بھی ایسے ھی صحت افزا اور سیر و تفریح کے مقامات ھیں مگر وھاں کے تو اخراجات اتنے زیادہ ھیں کہ صرف دولت مند طبقہ برداشت کر سکتا ھے۔ مزدور اور کسان تو وھاں جانے کا خیال بھی نہیں کرسکتے۔ اس کی باتیں سننے کے بعد مجھے ازبک کسان بہت یاد آئے۔

سوچی کے دلفریب مناظر، رنگارنگ محفلیں، پرلطف شامیں، دن کی گہما گہمی اور رات کا سکون — یہ سب کچھ سوویت مزدوروں اور کسانوں کی زندگی کا اٹوٹ انگ ھیں۔

ازبکستان چاروں طرف سے زمین سے گھرا ھوا ھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ازبکستان کے لوگ سمندر سے محروم ھیں۔ سوویت یونین نے جہاں بہت سی دوسری ناممکن چیزوں کو ممکن بنا دیا ھے، ازبکستان کے لوگوں کے لئے سمندر بھی بنا دیا ھے۔ آپ کو یقین آئے نہ آئے بیان بالکل درست ھے کہ تاشقند سے ۵۰ کلومیٹر دور ایک مصنوعی جھیل بنائی گئی ھے جسے دیکھ کر سمندر کا گمان گذرتا ھے۔ اس کا نام ''تاش مورے،، یعنی تاشقند کا سمندر ھے۔ جو منظر سمندر کے کنارے کا ھوتا ھے وھی یہاں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی نظر آتا ہے: پانی کی اونچی اونچی لہریں، ریت اور گھونگے، بالکل وہی جھاڑیاں اور پودے اور سمندر کے کنارے دور تک کئی کئی منزلہ عمارتیں جن میں سیاح آکر ٹھیرتے ھیں۔ یہاں بھی ہر وہ سہولت موجود ہے جو سوچی میں ھو سکتی ہے۔ یہاں آنےوالے سیاحوں کی اکثریت ازبکستان کے رہنےوالوں کی ھوتی ہے۔ تاھم ازبکستان کی دھوپ سے لطف‌اندوز ھونے کے دلدادہ سیاح یورپی حصوں سے جوق درجوق یہاں آتے ھیں۔ مجھے بھی پندرہ دن تک یہاں رہنے کا موقع ملا۔ اس جگہ انسان صحیح معنوں میں سیر اور آرام کرتا ہے۔

مجھے ایسے بہت سے ازبک مردوں اور عورتوں سے ملنے کا اتفاق ھوا ہے جو یالٹا، یوکرین، ولادی‌وستوک، سوچی اور سائبیریا میں چھٹیاں گزار کر آئے تھے۔

لینن نے ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء کو ایک فرمان جاری کیا تھا کہ زار روس کے تمام محلوں کو مزدوروں اور کسانوں کے لئے آرام گھروں اور سینی‌ٹوریموں میں تبدیل کر دیا جائے اور ساتھ ھی مزید تعمیر کئے جائیں۔ بحیرہ‌اسود کے کنارے کوہ قاف کے پہاڑوں میں بڑی تعداد میں آرام گھر اور سینی‌ٹوریم تعمیر کئے گئے ھیں جن میں سوویت لوگ آرام کرتے ھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# ساتواں باب
# سوویت طرز زندگی کی
# خصوصیات

## رہائشی مکان

سوویت یونین کے نئے آئین کی دفعہ ۴۴ میں درج ہے کہ ہر باشندے کو رہائش کے لئے مکان کا حق حاصل ہے جسے حکومت مہیا کرے گی اور پرائیویٹ مکان بنانے کی بھی اجازت ہے۔ انقلاب سے قبل جن لوگوں کے پاس اپنے مکانات تھے ان میں سے بہت سے آج بھی ان ہی مکانوں میں رہتے ہیں۔ ان مکانوں کے صحنوں میں سبزیوں کی کیاریاں اور پھل دار درخت ہوتے ہیں۔

سوویت یونین میں رہائشی مکانات کی تعمیر وسیع پیمانے پر کی جا رہی ہے۔ مثلاً دسویں پنج سالہ منصوبے کی مدت میں مجموعی طور پر ۴۵ کروڑ ۰ ۵ لاکھ سے ۵۵ کروڑ تک مربع میٹر کے رقبے پر رہائشی مکانات تعمیر ہونگے۔

شہروں میں رہائشی مکانات کی تعمیر عوامی نمائندوں کی سوویتوں کی انتظامیہ کمیٹی کا تعمیراتی محکمہ کرتا ہے۔ ادارے بھی اپنے کارکنوں کے لئے مکانات کی تعمیر کے واسطے رقمیں خرچ کرتے ہیں۔ اداروں اور ٹریڈیونینوں کے سربراہوں کی تجاویز کے مطابق عوامی نمائندوں کی سوویتوں کی انتظامیہ کمیٹی مکانات تقسیم کرتی ہے۔

کسی محکمہ سے مکان حاصل ہونے کے بعد ملازم اگر دوسرے محکمے میں جاکر ملازمت اختیار کر لیتا ہے تو بھی وہ مکان اسی کا رہتا ہے بلکہ چاہے تو اپنے ہی شہر یا کسی دوسرے شہر کے شخص سے تبادلہ بھی کر سکتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کسی ملازم کو مکان الاٹ کرنے سے پیشتر اس کی ملازمت کے عرصے، رہائشی حالات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فلیٹ کا کرایہ خاندان کی آمدنی کا ۵ سے ۱۰ فیصد تک ہوتا ہے۔ اس میں بجلی، گیس، پانی اور گھروں کو گرم رکھنے کے انتظام کا خرچ بھی شامل ہے۔ گذشتہ نصف صدی کے دوران یعنی ۱۹۲۸ء سے لے کر اب تک فلیٹوں کے کرائے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ رہائشی مکانات میں ساری سہولتیں ہوتی ہیں، یعنی گیس، گرم پانی، غسل‌خانہ، ٹوائلٹ۔ دنیا کے شاید ہی کسی غیراشتراکی ملک میں حکومت کی طرف سے اتنے وسیع پیمانے پر عوام کو یہ سہولتیں میسر ہوں۔

سوویت یونین میں رہائشی مکانوں کی تعمیر تجارتی بنیادوں پر نہیں کی جاتی بلکہ محنت‌کش عوام کی رہائشی ضرورت پوری کرنے کےلئے ہوتی ہے۔

سرکاری فلیٹوں کے علاوہ لوگ کوآپریٹو فلیٹ بھی حاصل کرتے ہیں۔ کوآپریٹو فلیٹوں پر مشتمل عمارتیں سرکاری تعمیراتی تنظیمیں بناتی ہیں۔ کوآپریٹو فلیٹ حاصل کرنے کے خواهشمند لوگ قیمت کا ۴۰ فیصد پیشگی ادا کرتے ہیں۔ باقی رقم ۱۵ تا ۲۰ سالوں میں قسطوں میں ایک فیصد سالانہ شرح سود کے حساب سے ادا کی جاتی ہے۔

دیہات میں لوگ اپنے ذاتی مکان بھی بناتے ہیں۔ دیہات میں ذاتی مکان بھی سرکاری تعمیراتی تنظیمیں بناتی ہیں جس کے لئے مالک مکان کل قیمت کا صرف ۳۰ فیصد پیشگی ادا کرتا ہے۔ باقی رقم ۱۰ تا ۲۰ سالوں میں بینک کو نصف فیصد کی شرح سے مالک مکان کی طرف سے واجب الادا ہوتی ہے۔

ان حقائق اور اعداد و شمار کے بعد چلئے اب میں آپ کو اپنے دوست حمید کے فلیٹ میں لے جاتا ہوں جس کا ذکر میں ایک باب میں کر چکا ہوں۔

## حمید کا گھر

کارخانے سے نکل‌کر میں اور حمید ٹہلتے ٹہلتے بس اسٹاپ کی طرف چل دئے۔ راستے میں حمید نے سڑک کے کنارے ٹیلیفون سے اپنے گھر میں ہماری آمد کی پیشگی اطلاع کردی۔ یہاں ایک بار پھر بتا دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ تاشقند شہر میں ہر دس قدم



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے فاصلے پر ٹیلیفون کا بوتھ لگا ہوتا ہے جس میں دو کاپک کا سکہ ڈال کر شہر کے اندر جس سے جی چاہے اور جتنی دیر جی چاہے باتیں کرتے رہئے۔ میں نے لندن میں بھی ایسے بوتھ دیکھے تھے مگر وہاں ہر آدھ منٹ بعد سکہ ڈالنا پڑتا تھا تاکہ بات جاری رہے ورنہ بات کٹ جاتی تھی۔ خودکار بوتھوں کی بات ہو رہی ہے تو پانی کے بوتھ کی بھی بات ہو جائے۔ تاشقند میں بھی خوب گرمی پڑتی ہے۔ تاشقند کی سڑکوں پر جابجا پانی کے خودکار بوتھ لگے ہوئے ہیں۔ ایک کاپک کا سکہ ڈالئے تو ٹھنڈے مگر کھارے پانی کا گلاس دستیاب ہو جاتا ہے اور اگر تین کاپک کا سکہ ڈالا جائے تو ٹھنڈے مگر میٹھے پانی کا گلاس نکل آتا ہے۔

یہ باتیں تو ضمنی تھیں۔ ہم نے بس اسٹاپ پر زیادہ سے زیادہ تین منٹ انتظار کیا ہوگا کہ بجلی سے چلنےوالی ٹرالی‌بس آ گئی۔ ہم بس میں ۴ کاپک کا سکہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ جب ہم حمید کے گھر پہنچے تو گھر پر حمید کی بیوی نذیرہ اور اس کے دونوں بچے غفور اور علی‌شیر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میرے اور نذیرہ کے درمیان السلام علیکم اور وعلیکم اسلام کا تبادلہ ہوا۔ میں نے نذیرہ سے ازبک زبان میں پوچھا: ’’بخشے می سز؟‘‘ (یعنی آپ کے مزاج کیسے ہیں؟)۔ نذیرہ نے جواب میں کہا ’’بخشے،، (یعنی ٹھیک ہے) اور فوراً باورچی‌خانے میں چلی گئیں۔ حمید اور میں نے دروازے پر جوتے اتارے تاکہ فرش پر بچھا ہوا قالین گندہ نہ ہو جائے اور چپل پہن کر صوفے پر جا بیٹھے۔

صوفے پر بیٹھتے ہی حمید اتنی بلند آواز سے مجھ سے مخاطب ہوئے تاکہ نذیرہ بھی سن لے:

’’ارے بھائی نذیر صاحب، نذیرہ آپ سے سخت ناراض ہے۔،،

’’میرا تو ان سے تعارف ہی آج ہوا ہے۔ بھلا وہ مجھ سے کیوں ناراض ہوں‌گی!؟،، میں نے حیران ہوکر پوچھا۔

’’ایک تو آپ نے اس کو اپنے ملک کے فلمی فنکاروں سے نہیں ملوایا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اپنی پاکستانی فلم اس کو نہیں دکھائی اور تیسری بات یہ ہوئی کہ آپ اتنے دنوں سے میرے دوست ہیں مگر ہمارے گھر آج آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہو تو خود ہی پوچھ لیجئے۔،، یہ کہنے کے بعد حمید نے میرے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قریب آکر سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ''کہہ دیجئے کہ آپ عنقریب ہمیں پاکستان بلا رہے ہیں۔ وہاں آپ ہمیں فلمیں دکھائیں گے، اپنی موسیقی سنوائیں گے، اپنے رشتہ داروں اور فلمی فنکاروں سے ملوائیں گے۔،، چنانچہ میں نے اسی طرح کہہ دیا۔ بس پھر کیا تھا! بس یوں سمجھئے کہ تیر سیدھا نشانے پر جا لگا۔ میری بات سنتے ہی نذیرہ باورچی خانے سے باہر آ گئیں اور حمید کے قریب بیٹھ کر پوچھنے لگیں:

''کیا نذیر بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں؟،،

''مجھ سے کیا پوچھتی ہو۔ ان سے خود ہی پوچھ لو۔ مگر ایسی باتیں پوچھنے کا یہ مناسب وقت نہیں۔ پہلے کھانے پینے کی بات کرو؟،،

''مرغی بھونی ہے۔ ٹماٹر اور کھیرے کا سلاد تیار کیا ہے۔ گاجر اور چنے ڈال کر پلاؤ تو ایسا تیار کیا ہے کہ نذیر بھائی کھائیں گے تو یاد کریں گے۔ میں دسترخوان چنتی ہوں اور آپ نذیر بھائی کو چائے ڈال کردیں۔ خوب!،، یہ کہہ کر نذیرہ اٹھ کر چلی گئیں۔

ہم چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں نذیرہ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چننے لگیں۔ میں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا: حمید ایک مزدور ہے مگر شہزادوں کی طرح رہ رہا ہے۔ ایک قالین فرش پر ہے۔ دو دیواروں پر لٹک رہے ہیں۔ جس صوفے پر ہم بیٹھے ہیں وہ بھی بہت عمدہ ہے۔ نذیرہ ڈائننگ ٹیبل پر طرح طرح کے جو کھانے رکھ رہی ہے ہمارے ملک میں وہ صرف امیر طبقے کو نصیب ہوتے ہیں۔ نہ میں ان کا کوئی رشتہ دار ہوں نہ ان کو مجھ سے کوئی غرض ہے۔ اتفاقیہ ملاقات کے بعد واقفیت ہو گئی ہے...

چائے کا ایک اور گھونٹ پیتے ہوئے میں نے سوچا کہ ان کے گھر میں دوسری چیزیں بھی تو اسی معیار کی ہونگی۔ مگر یہ بھی مناسب نہ تھا کہ ان سے گھر کی چیزیں دکھانے کو کہوں۔ ایک ترکیب سمجھ میں آئی:

''حمید بھائی، جب ٹیکسی میں ہماری پہلی ملاقات ہوئی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی تو آپ نے کہا تھا کہ آپ کپڑے دھونے کی مشین خریدنے جا رہے ہیں۔ کیا آپ نے وہ مشین خرید لی؟،،

''جی ہاں، بڑی اچھی مشین ہے۔ کپڑے دھونے کے علاوہ نچوڑتی بھی ہے۔ میں تو مشورہ دوں گا، آپ بھی یہ مشین اپنے لئے پاکستان لے جائیں۔ قیمت بھی کوئی زیادہ نہیں۔ صرف ۱۳۰ روبل ہے۔ اندر غسل‌خانے میں رکھی ہے۔ دیکھیں گے؟،،

مجھے تو بس بہانہ چاہئے تھا۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ اندازہ نہ ہوتے ہوئے کہ غسل‌خانہ کس طرف ہے، میں دوسرے کمرے میں جا گھسا۔ کمرے میں دو پلنگ، مسہری، کھڑکی پر پردہ۔ پردے کے پیچھے گملے میں ایک سبز پودا۔ سوٹ کیس اور بستر بڑے سلیقے سے رکھے تھے۔ میں سب کچھ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ مبارک‌باد کس کو دوں۔ حمید کو یا نذیرہ کو۔ یا سوویت اقتدار کو...

حمید کے بلانے پر میں غسل‌خانے میں چلا گیا۔ اس نے مجھے کپڑے دھونے کی مشین دکھائی۔ نذیرہ بھی آ گئیں اور حمید پر برس پڑیں:

''یہ بھی کیا حماقت ہے۔ میں کھانا لگا کر انتظار کر رہی ہوں اور آپ ہیں کہ مہمان کو لے کر غسل‌خانے میں گھسے ہوئے ہیں۔ اگر نذیر بھائی نے پوچھ ہی لیا تھا تو کیا دکھانا ضروری تھا...،،

ہم کھانے کی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ سخت بھوک کے باوجود میں تکلف سے کام لے رہا تھا۔ ادھر سے سوویت لوگوں کے مخصوص انداز میں حمید اور نذیرہ کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا۔ ''اپنا ہی گھر سمجھئے۔ تکلف نہ کیجئے۔ یہ لیجئے۔ وہ لیجئے۔ اور کھائیے اور کھائیے...،،

اس مطالبے سے ان کی توجہ ہٹانے کے لئے میں نے ان سے سوالات پوچھنے شروع کردئے: ''آپ کا مکان مختصر مگر بڑا خوبصورت ہے۔ باہر سڑک بڑی کشادہ ہے۔ جدھر نظر دوڑاؤ ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ اگر آج آپ کا تبادلہ ہو جائے تو یہ مکان خالی کرتے وقت آپ کو دکھ تو ضرور ہوگا؟،،

حمید نے مرغی کی ٹانگ میری پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا:



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

''یہ مکان ہمیں بھی بہت پسند ہے۔ اس مکان کو خالی کرنے کا ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں۔ جہاں تک تبادلے کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ ہمارے ملک میں ایک شہر سے دوسرے شہر تبادلے نہیں ہوتے۔ اگر کبھی ہو بھی تو ہماری مرضی کے بغیر نہیں ہوگا۔ ہاں، تاشقند ہی میں اگر میں دوسرے محکمے میں چلا جاؤں تو بھی یہ مکان ہمارا ہی رہے گا۔ اگر ہم اپنی مرضی سے دوسرے شہر میں منتقل ہونا چاہیں تو وہاں کے کسی مالک مکان سے تبادلہ کر سکتے ہیں۔ ملازمت سے ریٹائر ہوکر پنشن پر چلے جانے کی صورت میں بھی ہم اسی مکان میں رہیں گے۔ رہی بات گردونواح کی خوبصورتی کی تو ہمارے پورے ازبکستان میں ہر جگہ آپ کو اسی طرح کا ماحول ملے گا...،،

ادھر حمید مکان کی باتیں کر رہا تھا ادھر نذیرہ کی جانب سے مطالبے کی شدت میں کوئی کمی نہ آ رہی تھی۔ اتنا فرق ضرور تھا کہ مطالبے کا اظہار زبان سے نہیں، اشاروں سے ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا مطالبے کو روکنے کا مؤثر بندوبست ہونا چاہئے۔

''حمید بھائی، آپ بچوں کو کھانا خود کھلائیں۔ باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔،، اس کے بعد میں نذیرہ کی طرف متوجہ ہوا: ''اچھا تو، نذیرہ آپا، آپ صرف گھر میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں یا کہیں ملازمت بھی کرتی ہیں؟ میرے سوال کا جواب ذرا تفصیل سے دیجئے۔،، تفصیلی جواب کا مقصد واضح تھا۔

''آپ کے سوال کا جواب تو میں بعد میں دوں گی۔ پہلے لائیے اپنی پلیٹ، میں پلاؤ ڈال دوں۔ مگر آپ نے مرغی کو ابھی چھوا ہی نہیں!... بھلا گھر اور بچوں کی دیکھ بھال بھی کوئی کام ہے۔ میں یہاں سے قریب ہی ایک کنڈرگارٹن میں ملازم ہوں۔ یہ کام مجھے بہت پسند ہے۔ ماہوار تنخواہ ڈیڑھ سو روبل ہے۔ حمید کی تنخواہ دو سو روبل ہے۔ یوں ہمارا گذارہ بہت اچھا ہو رہا ہے۔ فلیٹ کا کرایہ صرف ۱۰ روبل ہے۔ پانی، گیس اور بجلی کے بل برائے نام ہوتے ہیں۔ گھر میں ضروریات کی سب چیزیں ہیں۔ سامنے جو رنگین ٹیلیویژن آپ دیکھ رہے ہیں، ہم نے گذشتہ سال خریدا تھا۔ اب تو ہم کار خریدنے کی فکر میں ہیں۔ کار محض اس لئے خریدیں گے کہ کچھ رقم جمع ہے اور کچھ ہمارے والدین دینے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے تیار ھیں ورنہ آمد و رفت کی ھمیں اس وقت بھی کوئی خاص تکلیف نہیں۔ آپ نے خود دیکھا ھوگا کہ ھمارے ملک میں پبلک ٹرانسپورٹ کا کتنا اچھا انتظام ھے۔ ھر راستے پر ھر پانچ دس منٹ بعد بس، بجلی کی ٹرالی بس یا ٹرام دستیاب ھوتی ھے۔ زیادہ جلدی ھو تو ھم ٹیکسی میں چلے جاتے ھیں۔،،

''بس بھئی، میرا تو پیٹ بھر گیا۔ آپ چاھیں تو جاری رکھیں... کیا آپ اپنی تصویروں کا البم مجھے دکھا سکتے ھیں؟،، میں نے کہا۔

حمید اور میں تصویروں کا البم لے کر صوفے پر آن بیٹھے۔ نذیرہ نے برتن سمیٹنے شروع کر دئے۔ ایک ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ھوئے حمید نے کہنا شروع کیا:

''یہ تصویر اس وقت کی ھے جب میں دسویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ یہ تصویر ھماری شادی کے موقع پر لی گئی تھی۔ یہ تصویر ھمارے پہلے بچے کی دوسری سالگرہ پر لی گئی تھی۔ یہ تین تصویریں میں نے اس وقت اتروائی تھیں جب میں پچھلے سال سالانہ چھٹی گذارنے کے لئے بحیرہ اسود کے کنارے سوچی گیا تھا۔ یہ تصویر نذیرہ نے سینی ٹوریم میں کھنچوائی تھی جہاں وہ پچھلے سال علاج کے لئے گئی تھی۔ اس تصویر میں آپ دیکھ رھے ھیں کہ میں کارخانے میں کام کر رھا ھوں...،،

تصویروں کے بارے میں حمید اس سے آگے بھی بتاتا رھا مگر میں سننے کے باوجود کچھ نہ سن سکا کیونکہ میرے اور حمید کے خیالات کا ساتھ چھوٹ چکا تھا۔ حمید بہت آگے نکل چکا تھا اور میں ابھی تک سوچ میں ڈوبا ھوا تھا: کہاں کارخانے کا ایک مزدور اور کہاں بحیرہ اسود کے کنارے تفریحی مقام۔ کہاں ایک کنڈرگارٹن کی ملازمہ اور کہاں سینی ٹوریم میں اس کا علاج...

''اب مجھے اجازت دیجئے،، میں نے صوفے سے اٹھتے ھوئے ان سے کہا۔

''ایک منٹ ٹھہرئیے۔ ایک یادگاری فوٹو لے لیں،، حمید نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔

حمید نے اپنے کیمرے سے فوٹو لئے۔ فوٹو لینے کے بعد میں اجازت لے کر اپنے ھوسٹل چلا آیا۔

10*



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

## تہوار

تاریخ بتاتی ہے کہ ہر زمانے میں ہر قوم اپنے اپنے تہوار مناتی آئی ہے - آج بھی ہر ملک میں اپنے اپنے قومی یا بین‌الاقوامی تہوار منائے جاتے ھیں - انقلاب کے بعد پرانے تہواروں کے ساتھ ساتھ کچھ نئے تہوار بھی متعین کئے گئے - ویسے بھی کسی قوم میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جونہی کوئی غیرمعمولی واقعہ رونما ہوتا ہے تہوار بن جاتا ہے - سارے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں بھی تہوار قومی ھیں اور بین‌الاقوامی بھی، پیشہ‌ورانہ ھیں اور مذہبی بھی - ۹ مئی اور سات نومبر کے قومی تہوار بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے ھیں اور عام تعطیل ہوتی ہے - نئے سال اور یکم مئی کے تہوار تو بین‌الاقوامی سطح پر منائے جاتے ھیں مگر ان دنوں میں سوویت یونین میں زیادہ ھی جوش و خروش پایا جاتا ہے - ان تہواروں پر بھی عام تعطیل ہوتی ہے - آٹھ مارچ عورتوں کا بین‌الاقوامی دن ہے - ۷ اکتوبر کو یوم آئین منایا جاتا ہے - یہ سارے تہوار جوش و خروش سے منائے جاتے ھیں - ان قومی اور بین‌الاقوامی تہواروں کے علاوہ ہر پیشے سے تعلق رکھنے‌والوں کا اپنا اپنا دن ہوتا ہے، جن کی فہرست بہت طویل ہے مثلاً کان‌کنوں کا دن، ریڈیو اور ٹی‌وی کے فنکاروں کا دن، وغیرہ وغیرہ - دوسرے دوست ممالک کے قومی تہوار محدود پیمانے پر متعلقہ دوستی انجمنیں مناتی ھیں - اس کا مطلب دوسرے ملکوں کے ساتھ دوستی اور خیرسگالی کا اظہار ہوتا ہے - ازبکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے یہاں اسلامی تہوار بھی منائے جاتے ھیں مثلاً عید الفطر، عیدالاضحیٰ، عید میلادالنبی وغیرہ - اسی طرح ازبکستان میں بسنے‌والے عیسائی بھی ایسٹر اور کرسمس جیسے تہواروں پر خوشی کا بندوبست کرتے ھیں - ان تہواروں میں سے کچھ کی تفصیل مختصر طور پر بیان کی جاتی ہے -

جوں جوں پرانا سال ختم ہونے کے قریب آتا جاتا ہے نئے سال کی آمدآمد کا چرچا ہوتا ہے - ۳۱ دسمبر کو اوقات کار مختصر کر دئے جاتے ھیں - سب لوگ کھانے پینے کی چیزوں کا گھروں میں اسٹاک کرلیتے ھیں - ہر گھر میں صنوبر درخت سجایا جاتا ہے - گھروں میں عمدہ اور لذیذ کھانے پکائے جاتے ھیں - جونہی رات کے بارہ



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بجتے ہیں سب لوگ ایک دوسرے کےلئے جام صحت تجویز کرتے ہیں، نئے سال کی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور نئے سال کے دوران خوشیوں اور کامیابیوں کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں۔ اس وقت ٹی وی کی گھڑی پر بارہ بجنے کا منظر دکھایا جاتا ہے۔ اس دن ریڈیو اور ٹی وی خصوصی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ تاشقند اور ماسکو کے اوقات میں تین گھنٹے کا فرق ہے اس لئے تاشقند میں رہنےوالے لوگ پہلے اپنے نئے سال کے آغاز کی خوشی مناتے ہیں اور پھر مقامی وقت کے مطابق رات کے تین بجے نئے سال کو دوبارہ خوش آمدید کہتے ہیں۔ نیا سال اور برفباری کچھ اس طرح لازم و ملزوم ہیں کہ اگر نئے سال پر سڑکوں پر برف نہ ہو تو مزہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ یکم جنوری کو عام تعطیل ہوتی ہے۔

آٹھ مارچ عورتوں کا بین الاقوامی دن بڑی دھوم دھام اور پرجوش طریقے سے منایا جاتا ہے۔ اس دن عورتیں اپنی محفلیں جماتی ہیں۔ مرد انہیں مبارکباد اور تحائف پیش کرتے ہیں اور رات کو دعوتیں کی جاتی ہیں۔ چونکہ سوویت زندگی میں عورتیں ہر کام میں مردوں کے برابر شریک رہتی ہیں اس لئے اس تہوار کے مناظر سڑکوں، بازاروں، دوکانوں اور گھروں میں بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

یکم مئی ساری دنیا کے محنت کشوں کا دن ہے۔ اس تہوار کو قومی سطح پر منانے کےلئے سرکاری طور پر انتظامات کئے جاتے ہیں۔ جلسے جلوس ہوتے ہیں۔ یکم مئی کو عام تعطیل ہوتی ہے۔ علی الصبح عوام کی کثیر تعداد تاشقند کے وسط میں اس میدان میں جہاں لینن کا قد آدم سے کئی گنا بڑا مجسمہ نصب ہے جمع ہو جاتی ہے۔ ریپبلک کے رہنماؤں کے چبوترے کے سامنے مزدور، کسان اور دیگر محنت کش جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے ہوئے گزرتے ہیں۔ جب مظاہروں کا پروگرام ختم ہو جاتا ہے تو لوگ پارکوں میں گھومنے چلے جاتے ہیں۔ بچے تفریحی مقامات پر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شام کو آتشبازی ہوتی ہے۔ رات کو گھروں میں دعوتیں اڑائی جاتی ہیں۔

۹ مئی فاشسٹ جرمنی پر فتح یابی کا دن ہے۔ اس دن کارخانوں اور اداروں میں تہواری جلوس نکلتے ہیں۔ یادگاروں کے پاس پھول



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ازبکستان کے طالب علموں کی کامیاب پڑھائی کے لئے ہر سہولت پہنچائی جاتی ہے۔ لینن نامی تاشقند ریاستی یونیورسٹی کے کیمیا شعبے میں لکچر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندیجان علاقہ۔ بچوں کا علاقائی اسپورٹ اسکول۔ نتاشا
سدوفسکایا کندے پر مشق کر رہی ہے۔

زبکستان میں چھتری‌بازی مقبول ہے۔ ←

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

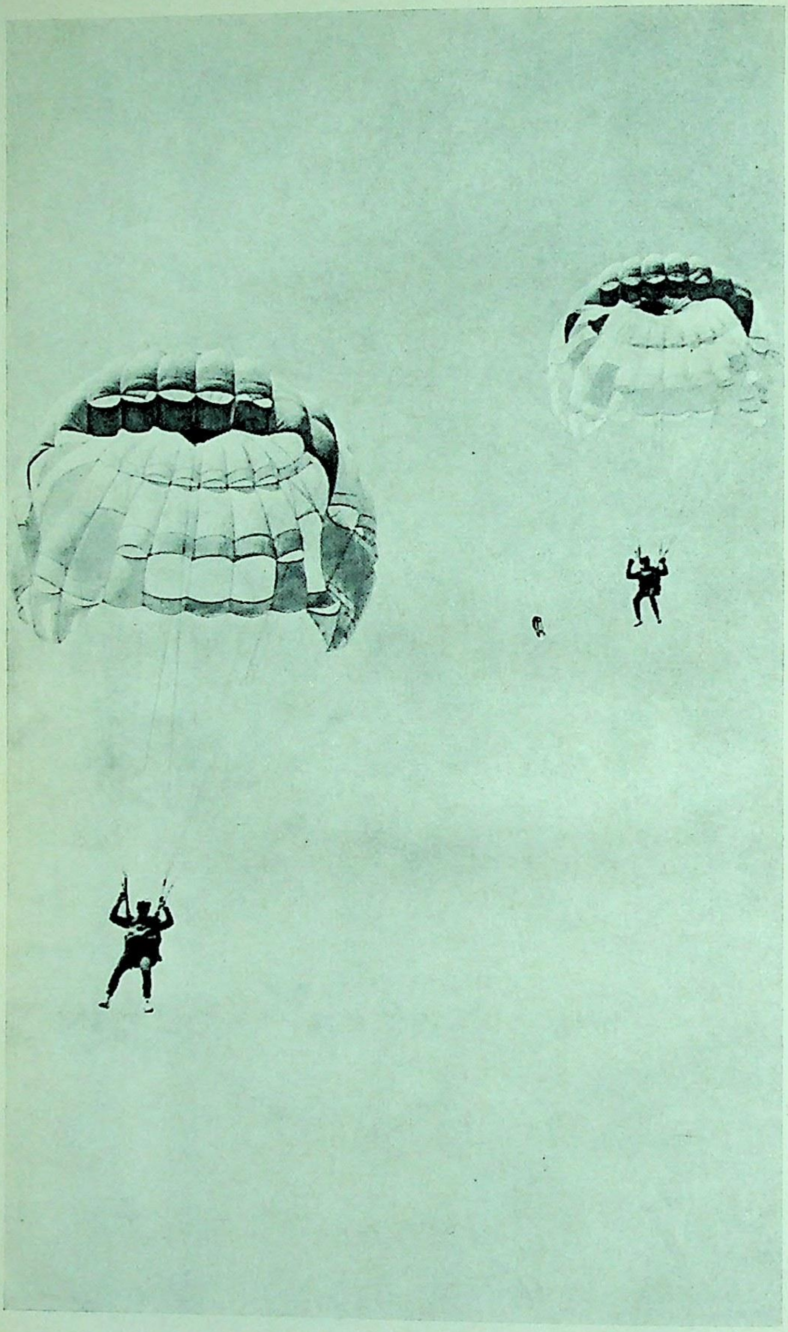

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

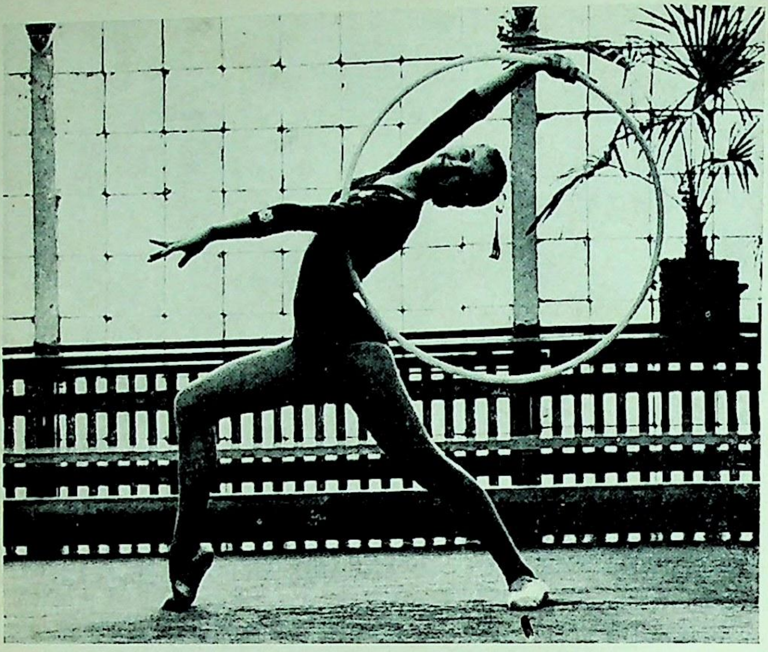

اندیجان علاقه - بچوں کا علاقائی جمناسٹک اسپورٹ اسکول - اولیا پولیا کووا حلقے کے ساتھ مشق کر رہی ہے -

→ ازبکستان کے ایک اعلی تعلیمی ادارے کے اسپورٹ ہال میں ہنڈبال کا کھیل -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

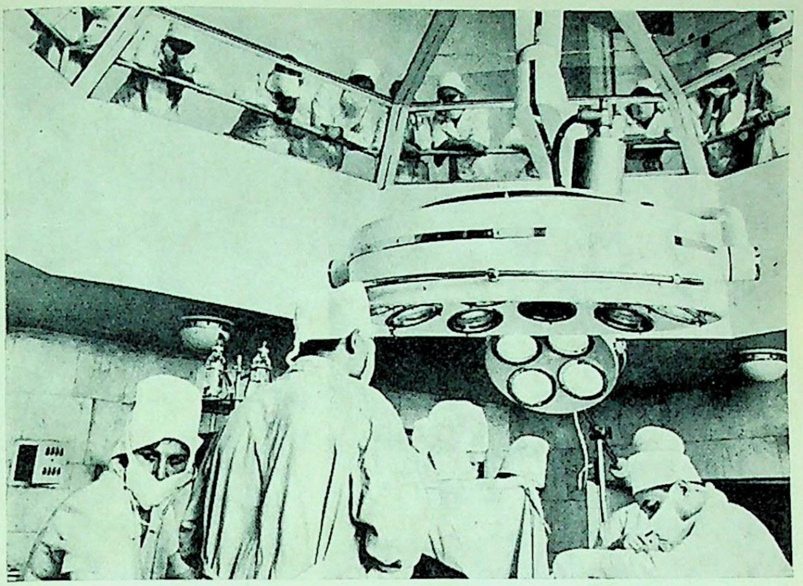

تاشقند ۔ اکاڈمیشن عارفوف گردہ کا آپریشن کر رہے ھیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاشقند۔ ہندوستان کے سابق وزیراعظم مرارجی دیسائی وسطی ایشیا اور قزاخستان کے مسلمانوں کی مذہبی تنظیم کے سربراہوں سے ملے۔

← اندیجان علاقے کے اندیجان ضلع میں ''کمیوزا'' اجتماعی فارم میں مشہور ازبک شاعر اور ڈرامہ نگار اوئگون (رحمت‌الله آتاکوزیئف) مہمان آئے جو اس اجتماعی فارم کے معزز ممبر ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

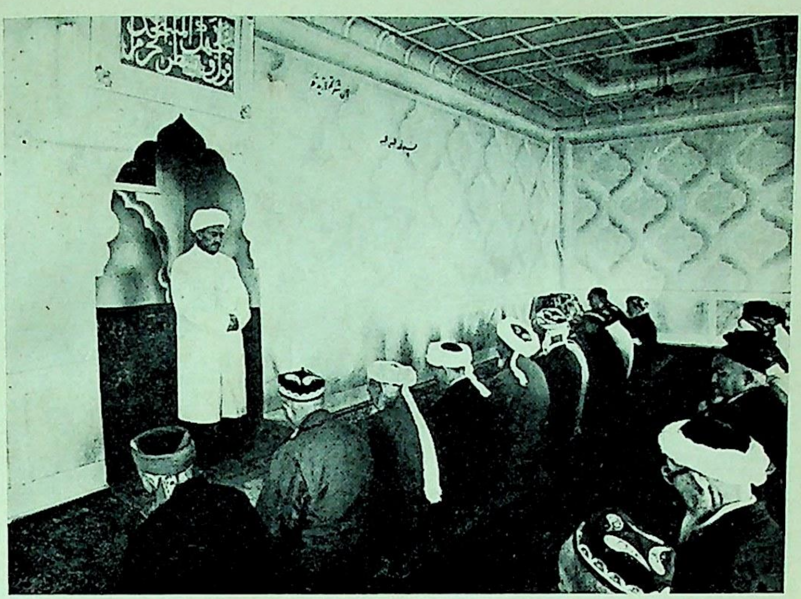

تاشقند کی ایک مسجد میں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چڑھائے جاتے ھیں۔ سابقہ سپاھیوں کی ملاقاتیں ھوتی ھیں اور جنگ میں کام آئے ھوئے سپاھیوں کی یادیں تازہ کی جاتی ھیں۔

سات نومبر کا تہوار سوویت زندگی میں سب سے اھم اور بڑا تہوار ھے۔ اس دن عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی سالگرہ منائی جاتی ھے۔ سات نومبر کی صبح کو ماسکو میں اور یونین ریپبلکوں کے دارالحکومتوں میں فوجی پریڈ اور محنت کشوں کے مظاھرے ھوتے ھیں۔ شام کو آتشبازی ھوتی ھے۔ عام طور پر سڑکوں پر زیادہ لوگ جمع ھوتے ھیں۔

## ازبکستان کے مسلمان

سوویت یونین میں نظام حکومت کی بنیادیں سوشلزم پر قائم ھیں جو ایک غیرمذھبی نظام ھے۔ تاھم مختلف مذاھب کے پیروکار اپنے اپنے عقیدے پر عمل کر سکتے ھیں اور کرتے ھیں۔ اس کے بارے میں سوویت آئین کی دفعہ ۵۲ میں کہا گیا ھے۔

ماسکو سے ایک سو کلومیٹر دور ذاگورسک کے مقام پر اور تاشقند کے گرجاؤں میں عیسائیوں کو عبادت میں مصروف میں نے خود دیکھا ھے۔

جہاں تک ازبکستان کا تعلق ھے تو یہاں کے باشندے صدیوں سے مسلمان ھیں اور فرقہ اھل سنت ولجماعت سے تعلق رکھتے ھیں۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب سے پہلے اس خطے میں لوگ اسلامی عقائد کی پابندی کیا کرتے تھے اور جب انقلاب آ گیا تو مذھب کی گرفت ڈھیلی پڑنی شروع ھو گئی۔ تازہ‌ترین صورت‌حال یہ ھے کہ مساجد میں عبادات میں شرکت کرنےوالوں کی اکثریت عمر رسیدہ لوگوں کی ھے۔ نوجوان بھی کبھی کبھی نظر آ جاتے ھیں۔ میں اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتا کہ سوویت اقتدار کے دور میں مذھبی عقائد پر عمل کرنےوالوں کی تعداد میں بتدریج کمی ھوتی جا رھی ھے مگر اس میں سارا قصور سوویت حکومت کا نہیں ھے۔ جوں جوں لوگ خصوصاً نوجوان جدید سائنسی علوم حاصل کرتے جا رھے ھیں ان کا نقطۂ نظر وسیع ھوتا جا رھا ھے۔ نوجوان یا تو مذھب سے بےگانہ ھوتے جا رھے ھیں یا مذھب کو تو مانتے ھیں مگر مذھبی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عبادات کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔ یہ اصول سوویت یونین تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک کے نوجوان اپنے اپنے مذہب سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ تناسب میں فرق ہو سکتا ہے۔ زبان سے کوئی اقرار کرے یا نہ کرے ان کا عمل اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

ایسے بہت سے سنجیدہ اور روشن خیال ازبک مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی جو اسلامی عقائد کے پیروکار تھے مگر نئی زندگی کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق سوویت حکومت کا کوئی اقدام اسلام کے متضاد نہیں۔ ایک ادھیڑ عمر شخص عبدالرحیم نے اپنے آبا و اجداد کی زندگی کا موجودہ زندگی سے موازنہ کرتے ہوئے بتایا: ''ماضی اور حال میں اتنا بڑا فرق ہے کہ ہم نے کبھی اس کا تصور بھی نہ کیا تھا۔ میرے والد حافظ قران تھے۔ میں خود بھی پکا مسلمان ہوں۔ موجودہ زندگی میں مجھے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جو اسلامی تعلیمات کے متضاد ہو۔ قیمتوں میں استحکام ہے تو کیا یہ خلاف اسلام ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر صنعتی اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے تو یہ بات بھی اسلام کے خلاف نہیں جاتی۔ بچپن میں میرے تین بھائی یکے بعد دیگرے ہیضے سے مر گئے تھے۔ کسی معالجے کی سہولت حاصل نہ تھی۔ اب صورت حال یکسر مختلف ہے۔ میں ۷۰ برس کا ہوں اور بالکل تندرست ہوں۔ پچھلے سال ڈاکٹروں نے میرے خراب دانت نکال کر سونے کے نئے دانت لگا دئے۔ میرے دو لڑکے تو خود ڈاکٹر ہیں۔ زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ جہاں تک مذہبی عبادات کا تعلق ہے تو میں نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جاتا ہوں۔ مجھے کوئی نہیں ٹوکتا...''

ایک دفعہ ایک مذہبی رہنما سے تفصیلی گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے بتایا: ''سوشلزم کے آنے سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ ان کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی ہے۔ البتہ اسلام کے نام پر غریب عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے جاگیردار یقیناً گھاٹے میں رہے۔ اب ساری دولت عوام کے پاس ہے۔ ضرورت کے مطابق اس دولت سے استفادہ حاصل کرنے کے مواقع ہم



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب کو یکساں حاصل ھیں ۔ اتنا ضرور ھے کہ اپنی قابلیت اور اھلیت کے مطابق سب کو کام کرنا پڑتا ھے ۔ اب یہاں نہ کوئی امیر ھے نہ غریب ۔ سب ایک طرح سے رھتے ھیں ۔ دولت کی منصفانہ تقسیم سے اسلام پر ھمارے عقیدے میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ ھماری حکومت نے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کا ذمہ اٹھایا ھے ۔ بڑھاپے کی پنشن کی ضمانت ھے ۔ بتائیے اس میں ھمارے اسلامی عقیدے پر کہاں زد پڑتی ھے؟ عوام کی معاشی خوشحالی اور عوام الناس کی فلاح و بہبودی سے کسی آیت یا حدیث کی خلاف‌ورزی نہیں ھوتی ۔ ھمارے ملک کے سو فیصد باشندوں کو سماجی تحفظ اور سماجی انصاف حاصل ھے ۔ اللہ بھی تو یہی کہتا ھے کہ انصاف کرو اور ظلم نہ کرو ...،،

تاشقند میں سب سے بڑی مسجد ھست امام کی مسجد طلہ‌شیخ ھے ۔ یہاں ایک مدرسہ اور کتب‌خانہ بھی ھے ۔ اسی جگہ ایک دوسری عمارت میں وسطی ایشیا اور قزاخستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے‌والا بورڈ بھی قائم ھے ۔ یہاں ھر جمعہ، عیدین کے موقع پر بہت بڑا اجتماع ھوتا ھے ۔ موؤذن پانچ وقت اذان دیتا ھے اور نماز باجماعت ھوتی ھے ۔ تاشقند شہر میں اور بھی کئی مسجدیں ھیں اور کچھ مسجدیں قبرستانوں سے ملحقہ ھیں ۔ جب کوئی مسلمان فوت ھو جاتا ھے تو نماز جنازہ پڑھی جاتی ھے اور مردے کو دفن کیا جاتا ھے ۔ وفات کے بعد مرحوم کے قل کئے جاتے ھیں ۔ ساتواں، دسواں اور چالیسواں منائے جاتے ھیں ۔ مرحوم کے پسماندگان کے پاس جاکر لوگ فاتحہ خوانی کرتے ھیں اور تعزیت کا اظہار کرتے ھیں ۔

شادی پر ملا نکاح پڑھاتا ھے ۔ رمضان میں بہت سے ادھیڑ عمر اور عمر رسیدہ لوگوں کو کہتے میں نے خود سنا ھے: ''میرا آج روزہ ھے!،، ماہ رمضان کے آخر میں عیدالفطر منائی جاتی ھے اور کافی چہل پہل ھوتی ھے ۔ اس کے بعد عیدقربان پر نماز ادا کی جاتی ھے اور جانور ذبح کئے جاتے ھیں ۔

تاشقند کے علاوہ مجھے سمرقند، بخارا اور خیوا بھی جانے کا اتفاق ھوا ۔ سمرقند سے تھوڑی دور حدیثوں کے مشہور مجموعہ صحیح بخاری شریف کے موٴلف محمد اسماعیل بخاری کی قبر واقع ھے ۔ سمرقند میں امیر تیمورلنگ کی قبر گوز امیر واقع ھے ۔ چوک ریگستان



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں تین اسلامی مدرسوں کی عمارتیں ھیں - شاہ زندہ سلسلہ کے قبرستان میں مسلمانوں کے اکابرین کے روضے ھیں - اسی جگہ حضرت امام حسین کے پوتے قاسم بن عباس کا روضہ بھی ھے - اسی طرح بخارا اور خیوا میں بھی مسلمانوں کی مذھبی یادگاریں موجود ھیں - عقیدت مندوں کی بھی کمی نہیں ھے - بخارا میں میں نے اسلامی تعلیم کا ایک مدرسہ دیکھا مگر میں نے ھر جگہ یہ بھی دیکھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ سوشلزم کے قائل ھو چکے ھیں -

کچھ لوگ آج بھی اسلام سے بےپناہ محبت رکھتے ھیں - ھمارے ھوسٹل کا چوکیدار رشید احمد پانچ وقت نماز پڑھتا تھا - نماز سے فارغ ھوکر تسبیح پر ورد کرتا، قران کی تلاوت کرتا یا حدیث کے مطالعہ میں مشغول رھتا - دوسری مثال میرے اردو جاننےوالے دوست نبی جان محمد کے والد کی ھے - نبی جان کے والد کے ساتھ میری کئی بار ملاقات ھوئی - وہ حج بھی کرچکے تھے اور مکہ اور مدینہ کی باتیں سناتے تھے - ان کے پاس قاری الیشان ضیاءالدین باباخانوف کی تلاوت کے کیسٹ تھے جو وہ اکثر سنتے رھتے تھے - نبی جان کی والدہ بھی مذھب کی بڑی پابند تھیں -

میں اس نتیجے پر پہنچا ھوں کہ سوویت یونین بےشک ایک کمیونسٹ ملک ھے مگر مذھب پر عقیدہ رکھنے، عبادت کرنے اور اپنی مذھبی رسومات پر عمل کرنے سے کسی کو نہیں روکا جاتا -

## شادی کی ایک تقریب

میرے ازبک دوست حسن علی کی جب تک شادی نہیں ھوئی تھی وہ اکثر اپنی ھونےوالی بیوی فاطمہ کا ذکر چھیڑ دیتا - کہتا : ''بڑی اچھی لڑکی ھے - دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد پولی‌ٹیکنیکل انسٹی‌ٹیوٹ مکمل کرکے ڈپلوما حاصل کیا ھے اور اب ایک کارخانے میں ملازم ھے - وہ ماں باپ کی اکلوتی لڑکی ھے،، وغیرہ وغیرہ..

حسن علی کی دعوت پر میں نے اس کی شادی کی تقریب میں شرکت کی - شادی کے دن حسن علی اور فاطمہ نے صبح کے وقت شادی کے دفتر جاکر قانونی کارروائی مکمل کی - اس کے بعد انہوں نے اپنے دوستوں اور سہیلیوں کے ھمراہ کاروں میں بیٹھ کر شہر کی سیر کی -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی روز شام کے وقت ریسٹوران ''لذت،، میں پرتکلف دعوت کا انتظام تھا۔ دولھا اور دلہن کے لئے حسب توقیف تحفہ لے کر میں بھی مقررہ وقت سے تھوڑی دیر پہلے ریسٹوران پہنچ گیا۔ کچھ مہمان مجھ سے بھی پہلے پہنچ چکے تھے۔ حسن علی اور فاطمہ ریسٹوران کے دروازے پر عروسی لباس میں کھڑے تھے اور مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا اور مجھے بتایا بھی گیا کہ مہمانوں میں فاطمہ کی سہیلیاں، حسن علی کے دوست اور ان کے والدین کے احباب دوست اور عزیز رشتہ‌دار شامل ہیں۔ جب سب مہمان آ گئے تو ان سے کرسیوں پر بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ ریسٹوران کی طرف سے بہت اعلی انتظام کیا گیا تھا۔ دولھا اور دلہن کے لئے مخصوص جگہ تھی۔ وہ وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ تین چار لڑکے حسن علی کے پہلو میں جا بیٹھے جو اس کے دوست تھے۔ اسی طرح فاطمہ کے پہلو میں بھی تین چار لڑکیاں جا بیٹھیں جو اس کی سہیلیاں تھیں۔ مجھے عام مہمانوں میں جگہ دی گئی۔ میری ایک جانب ایک نوجوان تھا جس کی عمر ۳۰ سال کے لگ بھگ ہوگی اور دوسری جانب ایک دوشیزہ بیٹھی تھی۔ ایک صاحب نے آکر مائیکروفون پر اناؤنسر کے فرائض سنبھال لئے۔ سب سے پہلے دلہن کے والد کو مائیکروفون پر بلایا گیا۔ میں ان کو پہلے نہیں جانتا تھا مگر وہ بڑے دلچسپ آدمی نکلے۔ انہوں نے آتے ہی بڑی خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا۔ پہلے انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ کے بچپن کی زندگی سے کچھ دلچسپ واقعات سنائے۔ پھر ایک چٹکلہ سنایا جس سے حاضرین میں زندہ دلی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے حسن علی اور فاطمہ سے کھڑے ہو جانے کی درخواست کی اور خود بڑی سنجیدگی سے دولھا اور دلہن کی مسرتوں بھری زندگی کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

ریسٹوران کے ملازمین مہمانوں کے سامنے خورد و نوش کی چیزیں لالا کر رکھ رہے تھے۔ دولھا اور دلہن بیٹھ گئے۔ سب مہمان باری باری مائیکروفون پر جاکر نوبیاھتے جوڑے کو مبارک‌باد دینے لگے اور باقی مہمان کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔

میں اب تک اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگانے میں ناکام ہو رہا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ میری اس سے بات‌چیت بھی ہو رہی تھی مگر اس کی قومیت کے بارے میں دریافت کرنا معیوب لگتا تھا۔ آخرکار میں نے ہمت سے کام لےکر پوچھ ہی لیا:

''بھائی صاحب، کیا آپ میری ایک الجھن دور کر سکتے ہیں؟''

''وہ کونسی؟''

''آپ کی قومیت کیا ہے؟''

پہلے تو وہ شخص تھوڑا سا مسکرایا اور پھر ٹماٹر کی ایک پھانک منہ میں رکھتے ہوئے بولا:

''آپ نے شاید میری قوم کا نام نہیں سنا ہوگا۔ میرا تعلق دنگانی قوم سے ہے۔ میرا نام سراج دین ہے۔ دنگانی قوم سوویت یونین کی سب قوموں میں اقلیت میں ہے۔ یہ قوم چین سے لگنےوالی سرحد کے ساتھ ساتھ بستی ہے۔ انقلاب سے قبل ہماری قوم کی حالت ناگفتہ‌بہ تھی۔ مسجد کے ملا کے سوا کوئی شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ تعلیم صفر فیصد تھی۔ لوگ عام طور پر خانہ‌بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ دوسرے ذرائع معاش بالکل نہ تھے۔ بیماریوں نے اس قوم کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ خدشہ تھا کہ یہ قوم صفحہ ہستی سے نابود ہو جائےگی۔ انقلاب آیا تو ہماری قوم کی تقدیر کا سورج طلوع ہوا۔ سوویت اقتدار نے ہماری قوم کو دوسری سب قوموں کے برابر حقوق دئے۔ ملازمتیں فراہم کیں۔ ہمارا معیار زندگی بلند ہونے لگا۔ ہماری قومی زبان کو پہلی مرتبہ رسم‌الخط عطا کیا گیا۔ سوویت حکومت نے جابجا تعلیمی ادارے کھول‌کر تعلیم کو عام کردیا۔ آج‌کل ہماری قوم میں سو فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ اپنے علاقے کو ترقی دینے کےلئے ہماری قوم کے اپنے انجینیر، ڈاکٹر، پروفیسر، سائنسداں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنےوالے ماہر ہیں۔ علاج معالجے کی سہولتیں سب کو مفت اور یکساں حاصل ہیں۔ اب ہم فخر سے دعوی کر سکتے ہیں کہ ہماری قوم زندہ رہےگی۔''

''مگر آپ تاشقند کس سلسلے میں آئے ہوئے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نے حسب معمول مسکراتے ہوئے بتایا: ''کسی سلسلے میں نہیں بلکہ میں تو اسی شہر میں پیدا ہوا اور یہیں تعلیم پائی۔ دلہن کا والد اور میں ایک ہی فیکٹری میں ملازم ہیں۔ آپ کو تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے ملک کی ہر قوم کے باشندے آپ کو تاشقند میں ملیں گے۔ وہ سب کے سب اتنے اچھے دوستانہ ماحول میں رہتے ہیں کہ تاشقند کا دوسرا نام ہی دوستی کا شہر پڑ گیا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس تقریب میں اس وقت کم از کم ساٹھ ستر افراد ہوں گے۔ لوگوں کی وضع قطع اور لباس سے ہی اندازہ لگا لیجئے کہ ہر قوم کی یہاں نمائندگی ہو رہی ہے۔ وہ سامنے والے صاحب تاجک ہیں اور ان کی برابر کوریائی جوڑا بیٹھا ہے۔ میں دنگانی ہوں اور دولہا دلہن ازبک ہیں۔ میرے پہلو میں تاتاری محترمہ بیٹھی ہیں اور آپ کے پہلو میں دوشیزہ شکل سے ازبک لگتی ہے۔''

''اتنی دلچسپ معلومات فراہم کرنے کے لئے آپ کا شکریہ، بھائی سراج دین۔ اب ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ ہمارے ملک پاکستان کے بارے میں...'' قبل اس کے کہ میں جملہ مکمل کرتا مائیک پر اعلان ہوا:

''آج کی محفل میں دولہا کے ایک پاکستانی دوست تشریف رکھتے ہیں۔ اب وہ دولہا دلہن کو شادی کی مبارکباد دیں گے۔'' اشارہ میری طرف تھا۔ یہ اعلان میرے لئے بالکل غیرمتوقع تھا۔ میں اٹھا اور مائیکروفون کے قریب جاکر چند ثانئے تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ یہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں۔ اسی اثناء میں ایک دوشیزہ اٹھیں جو شکل سے ازبک لگ رہی تھیں مگر یورپی لباس پہن رکھا تھا۔ روسی میں کہنے لگیں: ''پہلے کوئی پاکستانی گانا سنائیے۔'' یہ وہی دوشیزہ تھیں جو میرے پہلو میں بیٹھی تھیں۔

اس دوشیزہ کی فرمائش پر میں نے پاکستانی شاعر حفیظ جالندھری کی مشہور نظم ''ابھی تو میں جوان ہوں'' سنائی۔ اس کے بعد بڑی سنجیدگی سے دولہا اور دلہن کو میں نے اپنی دلی مبارکباد پیش کی اور ان کی ازدواجی زندگی کے لئے پرخلوص دعا کی۔ جونہی میں واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھا تو میرے قریب والی



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوشیزہ میری طرف متوجہ ہوئیں اور سلیس اردو زبان میں مخاطب ہوئیں :

''معاف کیجئے، نذیر بھائی - میں اب تک یہی سمجھتی رہی کہ آپ کسی عرب ملک کے باشندے ہیں - دوسرے یہ کہ آپ اپنے ساتھ والے شخص سے محو گفتگو تھے اس لئے بات نہ ہو سکی - میں خود ازبک ہوں - تاشقند یونیورسٹی میں اردو زبان کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں - یہ میرا آخری سال ہے - داہن فاطمہ ہماری پڑوسن ہے - مجھے اس وقت فخر محسوس ہو رہا ہے کہ میں ایسے شخص سے مخاطب ہوں جس کی مادری زبان اردو ہے - آپ نے جو نظم سنائی ہے کیا آپ وہ نظم مجھے لکھ کر دے سکتے ہیں؟ بڑی اچھی نظم ہے - ''

میں نے اس ازبک لڑکی کی فرمائش پوری کر دی - پھر اس لڑکی نے اپنے گھر کا پتہ اور ٹیلیفون دیا اور ساتھ ہی گھر آنے کی دعوت دی - گھر آنے کی دعوت کی مجھے ہر مرد، عورت سے توقع رہتی تھی - بہرحال میں نے دعوت کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا - محفل رات گیارہ بجے برخاست ہو گئی جس کے بعد سب لوگ گھروں کو چلے گئے اور میں ہوسٹل آ گیا -

## تفریحات

اگر زندگی صرف اسی حد تک محدود ہو کر رہ جائے کہ آدمی صبح کام پر جائے، شام کو تھکا ماندہ گھر واپس آئے اور رات گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ گزار کر صبح پھر محنت مشقت کے لئے نکل کھڑا ہو تو زندگی میں شاید کوئی لطف ہی نہ رہے - مگر میں نے دیکھا ہے کہ سوویت لوگ اوقات کار کے بعد اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے سے لطف اندوز ہوتے ہیں - آئیے دیکھیں کہ وہ فرصت کے اوقات کس طرح صرف کرتے ہیں -

یہ تو پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ سوویت یونین کا ہر باشندہ سرکاری ملازم ہے اور سب ملازموں کو سال میں ایک مرتبہ باتنخواہ چھٹی دی جاتی ہے - لوگ عموماً اپنی چھٹیاں دوسرے شہروں میں یا صحت افزا مقامات پر گزارنے چلے جاتے ہیں - دوسرے شہروں سے تاشقند آنے والوں اور تاشقند سے دوسرے شہروں کو جانے والوں



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تعداد کا اندازہ صرف ایک بات سے لگا لیجئے کہ تاشقند سے روزانہ ۱۰۴ ہوائی جہاز پرواز کرتے ہیں اور اتنی ہی تعداد میں آتے ہیں ۔ ریل اور سڑک کے ذریعے آمد و رفت اور بھی زیادہ ہے ۔

پورے سوویت یونین کی طرح ازبکستان میں بھی لوگ دن میں آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں ۔ اپنی ڈیوٹی کے بعد ہر شخص کسی تفریحی پروگرام میں حصہ لیتا ہے جس کا وہ پہلے سے پروگرام بناتا ہے ۔ ہفتے میں صرف پانچ دن کام ہوتا ہے ۔ سنیچر اور اتوار کو تعطیل ہوتی ہے ۔ یہ دو دن گزارنے کےلئے بھی لوگ گھروں پر نہیں بیٹھے رہتے حالانکہ گھر کے اندر ٹیلیویژن کے پروگرام تفریحی اور معلوماتی ہوتے ہیں ۔ بچوں کی دلچسپی کے پروگرام بڑے مفید اور بامقصد ہوتے ہیں ۔ ہنسی کے پروگرام سے لے کر سنجیدہ پروگراموں تک سب ہی لاجواب ہوتے ہیں ۔

تاشقند شہر میں چھوٹے بڑے کم و بیش ۲۰ پارک ہیں ۔ ان میں پارک تلمن، پارک گورکی، پارک انقلاب، پارک گگارین اور پارک پبیدا اور جھیل کمسومول وسیع اور دلکش ہیں ۔ ان میں جھیلیں بھی ہیں جہاں لوگ موٹر کشتیوں میں لطف‌اندوز ہوتے ہیں ۔ پارکوں میں کہیں جھولے ہوتے ہیں تو کہیں ننھے منے بچوں کی اچھل کود کا انتظام ہوتا ہے ۔ ایک کونے میں لوگ بیٹھے آئس کریم کھا رہے ہوتے ہیں تو دوسرے کونے میں شوقیہ گانےوالوں کی منڈلی سامعین کے کانوں میں رس گھول رہی ہوتی ہے ۔

شوقیہ گانےوالوں یا موسیقی سے لگاؤ رکھنےوالوں کی بہت زیادہ ہمت‌افزائی کی جاتی ہے ۔ ہر محلے اور ہر گاؤں میں شوقیہ گانے بجانےوالوں کی منڈلیاں ہوتی ہیں ۔ حکومت ان کو ساز و سامان اور کلب کی جگہ مفت فراہم کرتی ہے بلکہ ان کی تربیت کے لئے استاد بھی مقرر کئے جاتے ہیں ۔ شوقیہ فنکاروں سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی اور نہ ہی حکومت شوقیہ فنکاروں کو کوئی تنخواہ دیتی ہے ۔ تاشقند میں زیادہ پیشہ‌ورانہ تھیٹر، کنسرٹ ہال موجود ہیں جہاں اچھی طرح وقت گذارا جا سکتا ہے ۔

ازبک گلوکاروں میں حبیبہ اخونوا کی جادو بھری آواز براہ‌راست دل میں اترتی چلی جاتی ہے ۔ ازبکستان کی شہرہ آفاق فنکارہ تمارا خانم کو کون نہیں جانتا ۔ وہ محاذ جنگ پر بھی سپاہیوں کےلئے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گیت گاتی رهیں اور رقص پیش کرتی رهیں۔ ان کا رقص اور گانا ''یار، یار...،، اب بھی جب ٹی‌وی پر دوبارہ پیش کیا جاتا ھے تو لوگ دل تھام کر رہ جاتے ھیں۔ ان کی ستر سالہ سالگرہ کی تقریب میں میں بھی موجود تھا۔ میں نے ان کو قریب جاکر مبارک‌باد دی اور پھولوں کا گلدستہ پیش کیا تو مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں کا رہنےوالا ھوں۔ جب ان کو پتہ چلا کہ میں پاکستانی ھوں تو بڑھ‌کر مجھے گلے لگا لیا اور منہ بھی چوما۔ کہنے لگیں: ''میں پاکستان سے بےحد محبت کرتی ھوں۔ میں جب پاکستان گئی تھی تو پاکستانیوں نے میرا شاندار استقبال کیا تھا۔ پاکستان کے لوگ بہت اچھے ھیں۔ جب آپ پاکستان واپس جائیں تو سب کو میرا سلام دیں...،،

ازبک لوگ اپنی موسیقی کے شیدائی ھیں، برصغیر پاک و ھند کی موسیقی کے شوقین ھیں مگر روسی موسیقی سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ھیں۔ ''وسیولئے ربیاتا،، اور ''سماسویتی،، جیسی منڈلیاں ازبکستان میں بھی اتنی ھی مقبول ھیں جتنی ماسکو میں۔ نامور گلوکار مسلم مگاسائیف کی سحرانگیز آواز کلاسیکل سمجھی جاتی ھے۔ پولینڈ کی مشہور مغنیہ انا گرمن کے گانے ''آس،، اور ''اتفاق،، بہت زیادہ پسند کئے جاتے ھیں۔ ایک مرتبہ سوویت یونین کی مشہور گلوکارہ آلا پگاچیوا نے تاشقند کے سویردلوف تھیٹر میں اپنا پروگرام پیش کیا تھا۔ سب ٹکٹ اس کی آمد سے بہت پہلے ھی فروخت ھو چکے تھے۔ بےحد رش تھا۔ خوش قسمتی سے غیرملکی ھونے کے ناتے سے ھمیں ٹکٹ مل گئے۔ آلا پگاچیوا کی آواز واقعی بہت مسحورکن ھے۔ اس نے اپنا مقبول گانا ''ارلی کینو،، گایا۔

رقص و موسیقی کی تیز طرار اور گونج‌دار زندگی سے نکل‌کر ھم تھوڑی دیر کےلئے عجائب گھروں کے خاموش اور پرسکون ماحول میں چلتے ھیں۔ اگر آپ کو کبھی تاشقند جانے کا اتفاق ھو، وقت تھوڑا ھو اور آپ ازبکستان کے سب لوگوں سے ملنا بھی چاھتے ھوں تو اس کی آسان ترکیب میں آپ کو بتاتا ھوں۔ تاشقند شہر کے عین وسط میں ھوٹل ''تاشقند،، کے بالکل قریب ایک انتہائی خوبصورت سفید سنگ‌مرمر کی عمارت کے دروازے پر جاکر کھڑے ھو جائیے۔ یہ عمارت لینن کا میوزیم ھے جو دراصل ماسکو میں لینن



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میوزیم کی ایک شاخ ہے - یہاں ازبکستان کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے - ان لوگوں میں مرد عورتیں، بچے، بوڑھے، مزدور، کسان ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں جن کا تعلق ازبکستان کے دوسرے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں سے ہوتا ہے - میوزیم کے اندر لینن کے بچپن سے لے کر ان کی زندگی کے آخری لمحات تک کی ایک ایک تفصیل کا مشاہدہ ممکن ہے - یہ تفصیلات لینن کی تحریروں، تصویروں، مجسموں یا لینن کے استعمال میں آنے والی چیزوں کی اصلی صورت میں نمائش کے ذریعے بیان کی گئی ہیں -

لینن میوزیم سے نکل کر آپ ازبکستان کے فنون لطیفہ کے میوزیم میں چلے جائیں - یہاں آپ کو کئی دیہاتی اپنے کنبوں سمیت ملیں گے - اس میوزیم میں قدیم زمانے، قرون وسطی اور جدید دور کے مصوروں کی تصویریں، قالینوں کے نمونے اور زیورات نظر آئیں گے - بعض ملبوسات اور ظروف فوراً توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں -

تاریخی ورثہ کا میوزیم بھی شہر کے مرکزی علاقے میں ہے - اسی میوزیم میں قرآن پاک کا وہ نسخہ بھی محفوظ ہے جس پر مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کے خون کے دھبے ہیں جس کی وہ اپنی شہادت کے وقت تلاوت کر رہے تھے - شاہراہ وسکاوولتنی پر فنون حرب کا میوزیم ہے - اس میں چاقو چھری سے لے کر جدید جنگی ہتھیاروں تک ہر طرح کے ہتھیاروں کی نمائش کی گئی ہے - جدید ہتھیاروں میں راکٹ، ٹینک، توپیں اور ہوائی جہاز رکھے ہوئے ہیں - میوزیم دیکھنے سے تفریح کے ساتھ ساتھ علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے -

میوزیم کے پرسکون ماحول سے نکل کر ایک مرتبہ پھر گہما گہمی کے ماحول میں چلتے ہیں - میرا اشارہ سینما کی طرف ہے - ازبک لوگ برصغیر پاک و ہند کے لوگوں سے بے حد محبت کرتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - تقریباً ہر ازبک باشندہ برصغیر کے باشندوں سے دوستی بڑھانے کا آرزومند ہوتا ہے - خیرسگالی کے یہ جذبات پیدا کرنے میں ہماری فلموں نے بہت اہم رول ادا کیا ہے - تاشقند میں ۳۰ کے قریب سینما گھر ہوں گے - ان میں سے کئی ایک میں ہر روز پاکستان کی کئی فلمیں اکثر دکھائی جاتی رہتی ہیں - تاشقند شہر میں ہر دوسرے سال منعقد ہونے والا فلمی میلہ ازبک



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوگوں کی دلچسپی میں اور بھی اضافہ کر دیتا ہے - اس فلمی میلے میں ایشیا، افریقه اور لاطینی امریکه کے ممالک شرکت کرتے ھیں - ازبک لوگ برصغیر کی فلموں کو خالصاً تفریحی تصور کرتے ھیں - تفریح تو سوویت فلموں میں بھی ھوتی ھے مگر ان میں مقصدیت زیادہ ھوتی ھے - تقریباً ھر سوویت فلم میں کوئی نه کوئی تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ھے یا فلم سبق‌آموز ھوتی ھے - ازبکستان کے اسٹوڈیوز میں تیار ھونےوالی فلموں کے اداکار ازبک ھوتے ھیں اور زیادہ‌تر فلمیں ازبک زبان میں ھوتی ھیں -

تاشقند یونیورسٹی کو جاتے ھوئے نوائی نامی سڑک پر تاشقند کا سب سے بڑا سینما ''پناراما،، واقع ھے - اس سینما کے عقب میں ''پخته کور،، اسٹیڈیم ھے جہاں ھر طرح کے کھیلوں کا بند و بست ھے - اس اسٹیڈیم میں بیک وقت چار ٹیمیں کھیل سکتی ھیں - فٹ‌بال سب سے زیادہ مقبول کھیل ھے - ازبکستان کی فٹ‌بال ٹیم ''پخته کور،، سوویت یونین کی بہترین ٹیموں میں شمار کی جاتی ھے - کھیل جیسے تفریحی پروگرام میں لوگ اتنی دلچسپی لیتے ھیں که جن دنوں تاشقند میں فٹ‌بال کے ٹورنامنٹ ھوتے ھیں، لوگوں کو فٹ‌بال کے سوا اور کوئی بات ھی نہیں سوجھتی -

نوائی سڑک پر ھی اور آگے جاکر چوک حدراہ میں سامنے ایک طرف ''گوم،، نامی ڈپارٹمنٹل اسٹور کی پانچ منزله عمارت ھے جہاں لوگ تفریحاً کم اور ضرورتاً زیادہ جاتے ھیں اور ھر وقت وھاں بڑی بھیڑ لگی رھتی ھے - سڑک کی دوسری طرف سرکس کی نئی عمارت ھے - اس عمارت میں لوگ خالص تفریح کےلئے جاتے ھیں - اس عمارت کا افتتاح ۱۹۷۵ء میں ھوا تھا - اس میں سرکس سارا سال جاری رھتا ھے - پروگرام بڑے تفریحی ھوتے ھیں - دوسرے شہروں اور دوسری ریپبلکوں کے سرکس بھی یہاں دکھائے جاتے ھیں - مشہور مزاحیه اداکار نکولین جب کبھی آتا ھے تو اس کو دیکھنے کے لئے لوگ دور دور سے آتے ھیں -

تاشقند میں ایک چڑیاگھر بھی ھے جس میں دنیا بھر کے چرندے، پرندے اور درندے اپنے قدرتی ماحول میں رھتے ھیں - بچے، جوان اور بوڑھے سب ھی اس چڑیا گھر میں جاکر لطف‌اندوز ھوتے ھیں -



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوٹل ''ازبکستان،، سے نکل کر اگر آپ علی ناسی بازار سے ہوتے ہوئے محلہ یونس آباد کی طرف جائیں تو راستے میں ''پبیدا پارک،، آتا ہے۔ اسی پارک کے ایک حصے میں ازبکستان کی معاشیات کے ہر شعبہ میں کامیابیوں کی ماڈلوں کی صورت میں نمائش ہے جو سارے سال جاری رہتی ہے۔ ازبکستان میں بنائی جانےوالی تمام پرانی اور نئی مصنوعات یہاں رکھی ہیں۔ سب چیزیں دیکھ کر لطف‌اندوز ہوا جا سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# پس لفظ

میں نے کبھی بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ ازبکستان کو میں نے تفصیل سے دیکھا اور مکمل طور پر سمجھا بلکہ ازبکستان کے بارے میں میرا مطالعہ بھی گہرا نہیں ہے۔ ازبکستان میں میرا اس قسم کا کوئی خصوصی مشن بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ ازبکستان میں اپنے قیام کے دوران میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب اس کتاب میں بیان نہیں کر سکا اور نہ ہی یہ ممکن تھا۔ بہر حال مجھے اتنا یقین ضرور ہے کہ جو لوگ سوویت ازبکستان کے بارے میں پہلے کچھ نہیں جانتے تھے اب اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ان کی معلومات میں اضافہ ہو گیا ہوگا۔ کتاب میں درج لمبے چوڑے اعداد و شمار اور تمام تفصیلات تو شاید آپ کو یاد نہ رہیں البتہ ازبکستان کا ایک عمومی خاکہ ذہن میں باقی رہ جائے گا۔ قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ وسطی ایشیا کے اس علاقے کے لوگ جو اب ازبکستان کہلاتا ہے صدیوں سے پستی اور جہالت کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ پھر عظیم اکتوبر انقلاب کے بعد اس علاقے کی اقوام نے نصف صدی کے دوران ترقی کی منزلیں اس تیزی سے طے کیں کہ دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔

اس خاکے کے ساتھ ہی آپ کے ذہن میں کچھ سوال بھی ابھرتے ہوں گے :

اتنے مختصر سے عرصے میں ازبکستان کی کایا کس طرح پلٹ گئی؟ قدرتی وسائل تو پہلے بھی موجود تھے۔ لوگ بھی یہی اس خطے میں رہا کرتے تھے۔ پھر یہ اچانک تبدیلی کسی جادو کا

11*



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کمال ہے یا دعا کا اثر؟ جی نہیں، یہ سب محنت کا پھل ہے ۔ سالہا سال کی شب و روز محنت کا ثمر ۔ ذرا اور گہرائی میں چلے جائیے تو آپ کو ایک نظام ملے گا جس نے پوری قوم کو محنت کی تعلیم دی اور ایک نئے معاشرے کو جنم دیا ۔ یہ نظام سوشلسٹ نظام ہے اور یہ نیا سوشلسٹ معاشرہ ہے ۔ اس نظام کا ہر اصول منطق اور فطری تقاضوں پر مبنی ہے۔ نئے معاشرے کا بنیادی مقصد انسانیت کی فلاح ہے۔ اس نظام کے تحت پورا ملک بڑے منظم طریقے سے اور بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ پورا معاشرہ ضابطے کا پابند ہے۔ بعض لوگ سوویت معاشرے پر تنقید کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں نام نہاد مغرب کی ''آزاد'' سوسائٹی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر میں سوویت سوشلسٹ معاشرے کو ترجیح دیتا ہوں ۔ اس کا جواز بھی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا جسم تندرست رہے تو ضروری ہے کہ جسم کے تمام اعضا بھی تندرست ہوں ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری موٹرگاڑی ٹھیک چلے تو ضروری ہے کہ اس کے تمام کل پرزے صحیح حالت میں کام کرتے ہوں ۔ اسی طرح اگر ملکی ترقی مقصود ہے تو ضروری ہے کہ پورا معاشرہ قانون کے ہر ضابطے کی پابندی کرے ۔ ضابطے کا پابند معاشرہ اس بے ہنگم سوسائٹی سے بدرجہا بہتر ہے جہاں انسان کی قدر کا پیمانہ وہ دولت ہوتی ہے جو اس نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے کمائی ہے ۔ سوویت سوشلسٹ معاشرے میں سب قومیں دوستی اور بھائی چارے کے ماحول میں رہتی ہیں ۔ یہی ان کی ترقی کا راز ہے ۔ سوویت معاشرے میں سب لوگ محنت کرتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ پرامن اور خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

ابھی میں اس سوال کا جواب سوچ رہا ہوں کہ مستقبل میں ازبکستان کی کیا شکل ہوگی؟ مستقبل کی صحیح صحیح پیشنگوئی کرنا بہت مشکل ہے، صرف اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے ۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ازبکستان کی ترقی میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہے گا اور حالات بھی بدستور پرامن رہیں گے تو اس صدی کے ختم ہونے تک ازبکستان کی صورت حال کچھ اس طرح ہوگی: ۱۹۷۸ء میں لکھی گئی اس کتاب میں درج تمام اعداد و شمار فرسودہ ہو چکے ہوں گے ۔ صنعتی اور زرعی پیداوار کئی گنا زیادہ ہو چکی ہوگی اور



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سائنسی اور ثقافتی میدانوں میں ازبکستان کی ترقی مثالی سمجھی جائے گی۔ دوسرے ایشیائی ممالک کو ازبکستان کے ساتھ دوستی پر فخر ہوا کرے گا اور دوسری ایشیائی قومیں ازبک قوم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیا کریں گی۔

اے کاش! اگر میں زندہ رہوں تو ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو ایک بار پھر ازبکستان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں!

ИБ № 8535

Редактор *П. Е. Масленников*
Художник *А. А. Астрецов*
Контрольные редакторы *Н. С. Бурдукова, Е. И. Васильченкова и В. А. Гаврилин*
Художественный редактор *А. Д. Суима*
Технические редакторы *Р. Ф. Медведева и А. М. Токер*

Сдано в набор 11.01.80. Подписано в печать 30.06.80.
Формат 84×108¹/₃₂. Бумага типограф. № 1. Гарнитура урду 507.
Печать высокая. Условн. печ. л. 9,24. Уч.-изд. л. 14,99. Тираж 720 экз.
Заказ № 1932. Цена 1 р. 55 к.

Издательство «Прогресс»
Государственного комитета
СССР по делам издательств,
полиграфии и книжной торговли.
Москва 119021, Зубовский бульвар, 17

Ордена Трудового Красного Знамени
Московская типография № 7 «Искра революции»
«Союзполиграфпрома» Государственного
Комитета СССР по делам издательств,
полиграфии и книжной торговли.
Москва 121019, пер. Аксакова, 13.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1 p. 55 k.

اس کتاب میں عام فہم اسلوب میں ازبکستان سوویت سوشلسٹ ریپلک کی تاریخ اور ریاستی نظام کے متعلق بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہاں معاشی ترقی اور معیشت کے نظم و نسق میں محنت کش عوام کی شرکت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف ماہر زراعت ہیں اس لئے ازبکستان کے دیہی لوگوں کی محنت کی تنظیم اور زندگی کی امتیازی خصوصیات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کتاب میں ازبکستان میں تعلیم، صحت عامہ، رہن سہن اور رسم و رواج کے متعلق بھی قارئین کو دلچسپ معلومات حاصل ہوں گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

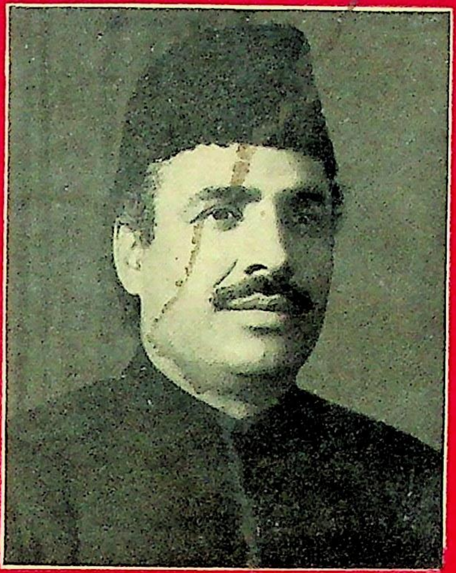

## کچھ مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر محمد نذیر ۱۹[illegible]ء میں پاکستان کے ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سندھ یونیورسٹی سے بی۔ ایس سی، ایم۔اے اور ایم۔ ایس سی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۷۲ء میں وہ اعلی تعلیم کے لئے سوویت یونین آئے۔ ایک سال تک ماسکو یونیورسٹی میں روسی زبان سیکھنے کے بعد انہوں نے تعلیمی سرگرمیوں کے لئے ازبکستان کو منتخب کیا۔ وہ تاشقند کے زرعی انسٹیٹیوٹ میں چار سال تک "ایٹمی شعاعوں کے پودوں پر اثرات" کے موضوع پر سائنسی تحقیق میں مصروف رہے۔ چنانچہ ان کو پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملی۔ وہ انگریزی اور روسی زبانوں میں سائنسی تحقیق کے کئی مقالوں کے مصنف ہیں۔ تاشقند میں قیام کے دوران وہ سوویت ازبکستان اور سوویت معاشرے کا بغور مشاہدہ کرتے رہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے مشاہدات قلمبند کئے ہیں۔

سوویت یونین کے تاثرات
دارالاشاعت ترقی
ماسکو

# سوویت یونین کے تاثرات

دارالاشاعت ترقی ماسکو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar